رسمِ عثمانی

اور

اسکی شرعی حیثیت

حافظ سمیع اللہ فراز

شیخ زاید اسلامک سنٹر
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

رسمِ عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت

حافِظ محمّد سمِیع اللہ فراز

شیخ زاید اسلامک سنٹر

قائداعظم کیمپس، جامعہ پنجاب، لاہور

Marfat.com

١م١ ٢٩٧٤
ق ٣٤٣
١٣٦٣ ـ
٣ د
Marfat.com
١٥٧

كل الحقوق محفوظة

كتاب	:	رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت
مصنف	:	حافظ محمد سمیع اللہ
ناشر	:	شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور
کمپوزنگ	:	ابو محمد تقی
طبع اول	:	جنوری ۲۰۰۷ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۳۵۰ روپے

ISBN : 969-8604-13-8

شیخ زاید اسلامک سنٹر

قائد اعظم کیمپس، جامعہ پنجاب لاہور، پاکستان

Tel: +92 42 9231140

E-Mail: szicpu@hotmail.com

Marfat.com

انتساب

یادگارِ اسلاف

شیخ الحدیث **محمد سرفراز خان صفدر** مدظلہ

شیخ التفسیر صوفی **عبدالحمید خان سواتی** مدظلہ

اور

اپنے **والدین کریمین** کے نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

حرفِ آغاز: ابوالوفاء محمود، ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سینٹر لاہور...... xi
پیش لفظ: ڈاکٹر حافظ عبداللہ...... xii
تقریظ: حضرت نفیس الحسینی شاہ دامت برکاتہم...... xv
مقدمہ...... xvii
اظہارِ تشکر...... xxii

باب اول

رسمِ عثمانی سے قبل عربی رسم الخط کے خصائص اور علم الرسم کا تعارف

فصل اول: رسمِ عثمانی سے قبل عربی رسم الخط...... ۱۔۲۴
قبل از اسلام اہل عرب میں کتابت کا وجود...... ۳
خط عربی کی بنیاد: مختلف آراء کا تحقیقی جائزہ...... ۷
پہلی رائے...... ۸
دوسری رائے...... ۹
تیسری رائے...... ۱۲
سامی خطوط کی اقسام...... ۱۲

Marfat.com

خط مسند کا تعارف ۱۳
عرب مؤرخین کے نزدیک خطِ عربی کا سلسلۂ نسب ۱۶
دریافت شدہ عربی نقوش کی تحقیق ۱۹
حجاز میں عربی رسم الخط کی آمد ۲۱
حجاز میں داخلینِ کتابت ۲۲
مدینہ منورہ میں ایصالِ کتابت ۲۴
فصل دوم: رسم کی لغوی واصطلاحی ابحاث .... ۲۶_۴۰
بلحاظ لغت 'رسم' کے ارتقائی مدارج ۲۶
لفظِ رسم کی لغوی تعریف ۲۷
'رسم' کی اصطلاحی تعریف ۲۸
رسم کی اقسام اور ان کے اصلاحی مفاہیم ۳۰
رسم عروضی: ۳۱
رسمِ املائی: ۳۲
رسمِ عثمانی (رسمِ مصحف/رسمِ اصطلاحی): ۳۴

باب دوم

کتابت قرآن کے ادوارِ ثلاثہ

فصل اول: دورِ رسالت میں کتابتِ قرآن .... ۴۱_۵۹
عہد رسالت میں کتابت قرآن کے شواہد ۴۳
کاتبینِ وحی ۴۷
عہدِ رسالت میں کتابت قرآن کی کیفیت ۴۸

Marfat.com

کتابتِ قرآن کیلئے مستعمل اشیاء اوران کی تحقیق ۵۲
عہد رسالت میں قرآن ایک جگہ جمع نہ ہونے کی وجوہات ۵۵
عہدِ نبوی کا اندازِ تحریر ۵۷
فصل دوم: عہد صدیقؓ میں کتابتِ قرآن .... ۶۰۔۸۲
صحابہ کرامؓ کی کتابت سے واقفیت ۶۱
عہدِ صدیقی میں جمع وکتابتِ قرآن ۶۳
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ : اول جامع قرآن ۶۷
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول ''فقدت آیۃ'' کا مطلب: ۷۲
جمعِ صدیقی کا دستور اور اس کی شرائط ۷۸
فصل سوم: خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں جمع وکتابت قرآن .... ۸۳۔۱۱۳
اسباب ومحرکات ۸۵
قراءات کا بنیادی اختلاف اوراس کی صورتیں ۸۹
اہل شام اور اہل عراق کے مابین اختلاف اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ردعمل ۹۱
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحابہ سے مشاورت ۹۴
جمعِ عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے ۹۵
کتابتِ مصاحف کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ کمیٹی ۹۶
کتابتِ مصاحف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج ۹۹
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اختلافِ رائے اور اتفاق ۱۰۴
مصاحفِ صحابہ اوران کی حقیقت ۱۰۷
احراقِ صحف کا سرکاری حکم ۱۱۱

Marfat.com

جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی میں فرق ۱۱۲

باب سوم

مصاحفِ عثمانیہ، ان کے اختلافات اور اس کے اسباب

فصل اول: مصاحف عثمانیہ کی تعداد .... ۱۱۵۔۱۴۹
تعداد مختلف فیہ ہونے کا سبب ۱۱۶
مصاحف عثمانیہ چار ہونے کے دلائل ۱۱۷
مصاحفِ عثمانیہ پانچ ہونے کے دلائل ۱۱۹
مصاحفِ عثمانیہ چھ ہونے کے دلائل ۱۲۰
مصاحف عثمانیہ سات ہونے کے دلائل ۱۲۲
مصاحفِ عثمانیہ آٹھ ہونے کے دلائل ۱۲۴
مصاحفِ عثمانیہ نو ہونے کے دلائل ۱۲۴
تعداد کے لحاظ سے راجح قول اور اس کی وجوہات ۱۲۵
وجہ اول: مصاحف کے ساتھ بھیجے جانے والے قراء صحابہ کی تعداد ۱۲۶
وجہ دوم: جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے مصاحف کی روانگی ۱۲۷
وجہ سوم: دیگر اقوال میں امکانِ تاویل ۱۲۸
مصاحفِ عثمانیہ کی تاریخ ۱۳۱
تاشقند میں موجود مصحفِ عثمانی ۱۳۳
مشہدِ حسینی مصر کا مصحف ۱۳۷
مصحفِ خاص ۱۳۸
مصحف مدنی ۱۴۲

Marfat.com

مصحف مکی ۱۴۳
مصحفِ شامی ۱۴۴
حضرت عثمان کی طرف منسوب دیگر مصاحف ۱۴۵
مصاحف عثمانیہ میں مستعمل خطِ کتابت ۱۴۸
فصل دوم: مصاحفِ عثمانیہ میں اختلاف کی نوعیت ...... ۱۵۰۔۱۷۴
مصاحفِ عثمانیہ میں اختلاف اور قراءات ۱۵۱
اختلافِ مصاحفِ اہل امصار بلحاظ اثبات وحذف اور وصل وفصل ۱۵۲
مصاحفِ عثمانیہ کے رسم میں مختلف فیہ مقامات بلحاظ زیادت وحذف ۱۶۰
مصاحفِ عثمانیہ میں اختلافی مقامات کی مجموعی تعداد ۱۶۶
اختلافِ رسم کے اسباب ۱۶۸
فصل سوم: رسمِ مصحف اور اختلافِ قراءات ...... ۱۷۵۔۱۸۶
حجیت قراءات کی دلیل ۱۷۶
گولڈزیہر (Goldziher) کے اعتراضات اور ان کا نقد وتجزیہ ۱۷۷
آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) کا نقطہ نظر اور اس کی تردید ۱۷۹
قراءات کے ارکانِ ثلاثہ میں رسمِ عثمانی کا مقام ومرتبہ ۱۸۲

بابِ چہارم

رسمِ عثمانی کے قواعد ورموز اور ان پر تحریر کردہ کتب کا تاریخی جائزہ

فصل اول: رسمِ عثمانی کے قواعد ...... ۱۸۸۔۲۵۴
رسمِ عثمانی کے قواعدِ ستہ ۱۹۰
قاعدۂ اول: حذف ۱۹۱

Marfat.com

اقسامِ حذف: ۱۹۳

حذف الالف ۱۹۴

حذف الواوٗ ۲۰۳

حذف الیاء ۲۰۵

حذف اللام ۲۰۸

قاعدۂ دوم: زیادت ۲۰۹

اقسامِ زیادت ۲۱۰

زیادتِ الف کی اقسام اور مقامات ۲۱۰

زیادتِ یاء اور اس کے مقامات ۲۱۵

زیادتِ واوٗ اور اس کے اصول ۲۱۶

قاعدۂ سوم: بدل ۲۱۸

قاعدۂ بدل کی اقسام ۲۱۸

ابدالِ الف اور اس کی صورتیں ۲۱۹

ابدالِ نون ۲۲۲

ابدالِ تنوین ۲۲۳

ابدالِ تاءِ تانیث اور اس کے مقامات ۲۲۳

قاعدۂ چہارم: وصل و فصل ۲۳۰

وصل و فصل کی ممکنہ تین صورتیں ۲۳۰

وصل و فصل کے اصول اور مستثنیٰ مقامات ۲۳۱

وصل و فصل کے مفہوم کا دوسرا نقطہ نظر ۲۴۳

قاعدۂ پنجم: الہمز ۲۴۴
لفظ 'ہمز' کا لغوی معنی ۲۴۴
رسمِ عثمانی میں ہمزہ کا طریقِ کتابت ۲۴۵
اقسامِ ہمزہ بلحاظِ حرکات ۲۴۷
اقسامِ ہمزہ بلحاظِ کلام ۲۴۸
ہمزۂ مبتدأۃ ۲۴۸
ہمزۂ متوسطہ اور متطرفہ ۲۵۰
قاعدۂ ششم: احتمالِ قراءات ۲۵۳
فصل دوم: رسمِ عثمانی کے رموز اور خصوصیات ۲۵۵-۲۶۲
☆ ایک ہی کلمہ میں ممکنہ قراءاتِ متنوعہ کا اجتماع ۲۵۶
☆ اصل حرکت کی وضاحت ۲۵۷
☆ دیگر فصیح لغات کی شمولیت ۲۵۸
☆ ایک سے زائد معانی کا علم ۲۵۸
☆ مخفی اور پوشیدہ معانی کی طرف راہنمائی ۲۵۹
☆ رسول اللہ ﷺ سے اتصالِ سند کا ذریعہ ۲۶۱
☆ اہل کتاب کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ ۲۶۲
فصلِ سوم: رسمِ عثمانی سے متعلق تحریر کردہ کتب کا تاریخی جائزہ ۲۶۴-۲۸۹
مختلف اسلامی علاقوں کے مقتدر علماءِ رسم ۲۶۵
علماءِ مدینہ منورہ ۲۶۵
علماءِ بصرہ ۲۶۶

علماءِ کوفہ ۲۶۷
علماءِ شام ۲۶۸
رسمِ عثمانی پر لکھی گئی کتب ۲۶۹
پہلی صدی ہجری ۲۷۰
دوسری صدی ہجری ۲۷۰
تیسری صدی ہجری ۲۷۲
چوتھی صدی ہجری ۲۷۳
پانچویں صدی ہجری ۲۷۵
چھٹی صدی ہجری ۲۷۷
ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری ۲۷۸
نویں صدی ہجری ۲۷۹
دسویں صدی ہجری سے تاحال ۲۷۹
فہرست مخطوطات ۲۸۴

بابِ پنجم

رسمِ عثمانی کے بارے میں اہم فقہی مباحث

فصل اول: رسمِ عثمانی کی توقیفیت ۲۹۱-۳۰۸
نظریۂ توقیف سے اختلاف رکھنے والے محققین ۲۹۲
توقیف کا مفہوم ۲۹۴
جمہور علماءِ امت کی رائے ۲۹۴
رسمِ عثمانی کی توقیفیت پر دلائل ۲۹۶

Marfat.com

☆ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قرآنی رسم کا تقرر...... ۲۹۶

☆ اشارۃ النص سے نظریۂ توقیف کا ثبوت........... ۳۰۱

☆ صحابہ کرام ﷺ کا اجماع اور عہدِ نبوی کے مطابق رسم کا انتخاب ۳۰۳

☆ بعض کلمات کا رسم میں اختلاف.............. ۳۰۶

عصرِ حاضر کے علماء کا فتوی.............. ۳۰۷

فصل دوم: رسمِ عثمانی کا التزام اور دورِ حاضر میں اس کی ضرورت...... ۳۰۹۔۳۵۵

رسمِ عثمانی کے التزام اور عدمِ التزام کے بارے میں مختلف آراء...... ۳۱۰

پہلا نظریہ: رسمِ عثمانی کے عدمِ التزام کا وجوب.............. ۳۱۱

علامہ زرکشیؒ کے موقف کی تحقیق.............. ۳۱۲

دوسرا نظریہ: رسمِ عثمانی کے عدمِ التزام کا جواز.............. ۳۱۴

امام ابوبکر باقلانی کی رائے اور اس کا تجزیہ.............. ۳۱۶

باقلانی کی رائے پر مجلس فتویٰ الازہر کا تبصرہ.............. ۳۱۷

تطبیقی رائے.............. ۳۱۹

مذکورہ بالا نظریات کی تردید.............. ۳۲۳

رسمِ عثمانی کے متجدد مخالفین.............. ۳۲۴

○ عبدالعزیز فہمی مصری.............. ۳۲۵

○ ابن الخطیب محمد محمد عبداللطیف.............. ۳۲۶

تیسرا نظریہ: رسمِ عثمانی کا التزام.............. ۳۲۸

رسمِ عثمانی کے التزام پر بارہ ہزار صحابہ کا اجماع.............. ۳۲۸

رسمِ عثمانی کے التزام پر ائمۂ اربعہ کے اقوال.............. ۳۳۱

التزامِ رسم پر متقدمین علماء کے اقوال ۳۳۴
التزامِ رسم کی وجوہِ ترجیح ۳۳۸
دورِ جدید کے علماء کے فتاویٰ جات ۳۴۱
عجمی لغات میں کتابتِ قرآن (Transliteration) اور اس کا فقہی حکم ۳۴۶
علماءِ دیوبند کا فتویٰ ۳۵۲
رسمِ عثمانی کے انکار کا حکم ۳۵۴
فصل سوم: رسمِ عثمانی سے متعلق استشراقی شبہات کا نقد و تجزیہ..... ۳۵۶_۳۹۳
قرآنی متن سے متعلق بعض اہم استشراقی کتب ۳۵۷
رسم سے متعلق مشکوک روایات کا عقلی رد ۳۶۱
حضرت عثمانؓ سے منسوب قول 'ان فیہ لحناً وستقیمہ العرب' کی تنقیح ۳۶۲
حجاج بن یوسف کی طرف گیارہ حروف کی تبدیلی کا منسوب قول اور اس کی تحقیق ۳۷۳
حضرت عائشہؓ کی طرف 'کاتبین کی غلطی' کا منسوب قول ۳۷۹
حضرت ابن عباسؓ سے منسوب چند اختلافی اقوال کی حقیقت ۳۸۵
مصادر و مراجع ۳۹۵
اشاریہ ۴۱۳

☆.....☆.....☆

حرفِ آغاز

(قرآن حکیم اللہ جل شانہٗ کی لاریب کتاب ہے جو عربی مبین میں محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوئی۔ اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت اللہ جل شانہٗ نے اپنے ذمہ لی۔ ﴿ان علینا جمعه و قرآنه﴾ (القیامۃ) اور ﴿ثم ان علینا بیانه﴾ کی آیات اسی الٰہی حفاظت کے وعدہ پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم سب اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ الفاظ کا تحریری اظہار، نقوش کے ذریعہ ہوتا ہے۔ نقوش کی تبدیلی سے لفظ اور معانی کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کی الٰہی حفاظت کا تعلق جہاں الفاظ و معانی سے ہے وہاں نقوش سے بھی ہے جو الفاظ و معانی پر دلالت کرتے ہیں اور جن کے ذریعے ہم قراءتِ کلامِ الٰہی کے قابل ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن حکیم کے الٰہی الفاظ کے نقوش بھی توقیفی ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ﴿اقرأ و ربك الاكرم الذی علم بالقلم﴾ کہہ کر قراءتِ قرآن کے ساتھ تعلیم بالقلم کا ذکر کر کے قرآنی نقوش کے توقیفی ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی طرح قرآنِ حکیم میں ﴿ولا تخطه بیمینك اذا لارتاب المبطلون﴾ فرما کر لطیف پیرایۂ بیان میں قرآنی خط کی حضور ﷺ کی طرف عدم نسبت اور اس کے توقیفی ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا۔ لہٰذا قرآن حکیم کے الفاظ، معانی اور نقوش وعدۂ الٰہی کے تحت محفوظ و مصئون ہیں۔

علماء امت کو اللہ جل شانہٗ نے قرآن کی خدمت پر مامور فرمایا اور قرآن کے ذریعے انہیں عزت بخشی چنانچہ علماءِ اُمت نے قرآن سے متعلق متعدد علوم وضع کیے اور

Marfat.com

ان پر مستقل تصانیف کے ذریعے ان کو ترقی دی۔ علوم القرآن میں وہ علم جس کا تعلق نقوش سے ہے "علم الرسم" کہلاتا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں قرآنِ حکیم کے نبی کریم ﷺ کے وحی الٰہی کی روشنی میں تعلیم کردہ طریقۂ تحریر کے مطابق اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخۂ قرآنی کی روشنی میں متعدد نسخے تیار کروائے اور جن میں سے ایک نسخہ اپنے پاس رکھا اور باقی سلطنت کے مختلف حصوں میں بھیجے گئے۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اس انتظام کے باعث رسمِ قرآنی "رسمِ عثمانی" کے نام سے معروف ہوا۔

شیخ زاید اسلامک سنٹر لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اہم علمی و تحقیقی موضوعات کی کتب کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے۔ اردو زبان میں رسم عثمانی کے موضوع پر کوئی مستقل تصنیف موجود نہیں ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر "رسم عثمانی کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے جو کہ سنٹر کے ایم فل کے طالب علم حافظ سمیع اللہ فراز کا تحقیقی مقالہ ہے، شائع کی جارہی ہے۔

میں محترم ڈاکٹر حافظ عبداللہ صاحب کا ممنون ہوں جن کی زیر نگرانی یہ تحقیقی مقالہ مکمل ہوا۔ میں شکر گزار ہوں جناب لیفٹننٹ جنرل (ر) ارشد محمود وائس چانسلر، جامعہ پنجاب کا جن کی علمی سرپرستی کے باعث اسلامک سنٹر کے زیر اہتمام کتاب کی اشاعت ممکن ہوئی۔ دعا ہے اللہ جل شانہ، ہم سب کو قرآن کا خادم بنائے۔

ابوالوفا محمود

ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سینٹر لاہور

Marfat.com

پیش لفظ

وعدۂ الٰہی ﴿انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون﴾ کے مطابق جس طرح قرآن کریم کے الفاظ و معانی کی حفاظت کا انتظام کیا گیا، اسی طرح الفاظِ قرآنی کے نقوش کی حفاظت کا بھی اہتمام کیا گیا۔ خود قرآن کریم ہی نے اپنا نام الکتٰب بھی بتایا ہے۔ قرآن کے معنی ہیں "مایُقرأ" یعنی پڑھنے کی چیز تو کتاب کے معنی ہیں مایُکتب یعنی لکھنے کی چیز۔ الفاظ اگر پڑھے جاتے ہیں تو نقوش لکھے جاتے ہیں۔

قرآنی الفاظ کی حفاظت و صیانت کے متعلق علم کا نام علم قراءت قرار پایا تو نقوشِ قرآنی کی حفاظت و صیانت سے متعلق علم، علم الرسم کے نام سے موسوم ہوا۔

علماء علوم القرآن نے دورِ تدوین کے آغاز ہی سے علم قراءت کی طرح علم الرسم کو بھی اپنی تحقیق و تصنیف کا موضوع بنایا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ سے منقول قراءت کے تواتر و صحت کیلئے تین ارکان میں سے ایک رکن، قراءت کا مصاحف عثمانیہ کے رسم کے مطابق ہونا بھی ہے۔ جو قراءت رسمِ عثمانی کے مطابق نہیں ہے اسے شاذ قراءت میں شمار کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے علم الرسم، علماء قراءت کی خصوصی توجہ کا موضوع بنا۔

جس کے نتیجہ میں نظم و نثر، متون و شروح اور مختصر و مفصل کتب کا قابل قدر علمی ذخیرہ وجود میں آیا۔ لیکن اس سرمایۂ علمی کا بڑا حصہ عربی زبان میں ہے۔ اردو زبان میں اگرچہ قاری ابن صاحب الدینؒ، قاری عبداللہ مرادآبادیؒ، قاری رحیم بخشؒ، قاری فتح محمد پانی پتیؒ، قاری اظہار احمد تھانویؒ، قاری محمد ادریس عاصم اور حافظ احمد یارؒ جیسے ماہرین فن نے امام شاطبیؒ سے منسوب قصیدہ عقیلة اتراب القصائد کی شروح اور اس علم کے تعارف اور مسائل سے متعلق

کتب ورسائل اور مضامین تحریر کیے۔ اللہ تعالیٰ ان خادمینِ قرآن کی مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، لیکن ابھی اردو زبان میں اس علم سے متعلق متعدد پہلو تشنۂ تحقیق تھے۔

نزولِ قرآن کے وقت رائج عربی خط اور رسمِ قرآنی میں اتفاق واختلاف، عہدِ نبویؐ، عہدِ صدیقی اور عہدِ عثمانی میں رسمِ قرآنی کی تعریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مصاحف کی کتابت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موافقت، رسمِ عثمانی توقیفی ہے یا غیر توقیفی، رسمِ عثمانی کا تشریعی مقام یعنی شرعاً مصاحف کی کتابت میں رسمِ عثمانی کا التزام ضروری ہے یا نہیں؟، رسمِ عثمانی کے قواعدِ ستہ کے رموز وفوائد، علم الرسم کی تاریخ، قدیم وجدید معترضین کا رسمِ عثمانی پر شبہات واشکالات کا مدلل ابطال، جیسے موضوعات پر تحقیق اور تصنیف وتالیف کی ضرورت تھی تاکہ اردو خواں طبقہ بھی ان اہم مباحث سے آشنا ہو سکے۔

یہ بات باعث مسرت واطمینان ہے کہ حافظ محمد سمیع اللہ فراز، جو علوم اسلامیہ کے فاضل اور علمی وتحقیقی ذوق کے حامل ہیں، نے اپنے ایم فل کے تحقیقی مقالے کا موضوع علم الرسم کی انہی مباحث کو بنایا اور انتہائی محنت وجانفشانی سے بنیادی مصادر وماخذ سے متعلقہ مباحث کو جمع کرتے ہوئے بڑی دقتِ نظر سے اس علم کے اہم مسائل کی تنقیح وتوضیح کا فریضہ سرانجام دیا۔ مقالے کی ترتیب وتدوین محقق موصوف کی علمی متانت اور تحقیقی ذوق کی آئینہ دار ہے۔ امید ہے کہ یہ تحقیقی کاوش شائقینِ علومِ قرآن اور خصوصاً اردو خواں طبقہ کی رہنمائی اور اہم علمی ضرورت پوری کرنے میں مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تصنیفِ لطیف کو نافع بنائے اور محقق موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

حافظ عبداللہ

اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سنٹر

پنجاب یونیورسٹی لاہور

Marfat.com

عکس تقریظ حضرت نفیس الحسینی شاہ دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ

پیشِ نظر مقالہ "رسمِ عثمانی اور اسکی شرعی حیثیت" جناب حافظ سمیع اللہ صاحب نے بڑی لگن وتحقیق سے اہلِ فن کیلئے سپردِ قلم کیا۔ جو الحمد للہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔

دورِ حاضر میں رسمِ عثمانی کے جید فاضل حضرات کی تحریروں سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے مثلاً حضرت قاری رحیم بخش صاحب اور حضرت مولانا ظفر اقبال کی تحقیقات شاملِ مقالہ ہیں، جو اس مقالہ کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔ مزید براں حتی المقدور قدیم و جدید مآخذ سے کام لیتے ہوئے رسمِ عثمانی جیسے دشوار فن پر انہوں نے بڑی کامیابی سے موضوع کا حق ادا کیا ہے۔

امید ہے اس سے اہلِ علم وفضل اور فنِ قراءت کے ماہرین استفادہ کر سکیں گے۔ اللہ پاک اس مقالہ کو قبولِ عام بخشے۔

ناچیز راقم سطور، جناب حافظ صاحب کیلئے دعائے خیر کا طالب ہے، اور یہ کہ اللہ پاک اس مقالہ کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور اہلِ بیت کے ساتھ محشور فرمائے۔

نفیس الحسینی

Marfat.com

Marfat.com

تقریظ حضرت نفیس الحسینی شاہ دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ‘ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ‘

پیشِ نظر مقالہ ”رسمِ عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت“ جناب حافظ سمیع اللہ صاحب نے بڑی محنت و تحقیق سے ایم فل کیلئے سپردِ قلم کیا۔ جو الحمدللہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔

دورِ حاضر میں رسمِ عثمانی کے جیّد فاضل حضرات کی تحریروں سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے مثلاً حضرت قاری رحیم بخش صاحب اور حضرت مولانا ظفر اقبال کی تحقیقات شاملِ مقالہ ہیں، جو اس مقالہ کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔ مزید براں حتی المقدور قدیم و جدید مآخذ سے کام لیتے ہوئے رسمِ عثمانی جیسے دشوار فن پر انہوں نے بڑی کامیابی سے موضوع کا حق ادا کیا ہے۔

امید ہے اس سے اہلِ علم و فضل اور فنِ قراءت کے ماہرین استفادہ کر سکیں گے۔ اللہ پاک اس مقالہ کو قبولِ عام بخشے۔

ناچیز راقم سطور، جناب حافظ صاحب کیلئے دعائے خیر کا طالب ہے، اور یہ کہ اللہ پاک اِس مقالہ کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت کے ساتھ محشور فرمائے۔

نفیس الحسینی

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریر کا فن، اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ عجائب اور اپنے فضل سے انعام کردہ احسانات میں سے ایک عظیم الشان نعمت ہے جو انسانیت میں سے باشعور افراد کیلئے خاص کی گئی ہے۔ الف، باء، جیم جیسے مختلف الشکل اور متنوع الصُوَر حروف سے مرکب الفاظ کے ذریعے، کسی بھی زبان میں، وارد العقل خیال وفکر کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ ساری گفتگو ایک مجرد البطن قلم کرتا ہے جبکہ زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے اور کان اس کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ الغرض دل میں آنے والا کوئی خیال، ذہن میں پیدا ہونے والا کوئی رجحان اور فہم میں اترنے والا کوئی القاء ایسا نہیں کہ تحریر اس کے اظہار کی متحمل نہ ہو سکے اور طریقہ وسلیقہ سے اس کی تعبیر نہ کر پائے۔ چنانچہ قلم کی اہمیت میں کہا گیا کہ:

وأخرس ینطق بالمحکمات — وجُثمانہ صامت أجوف

بمکۃ ینطق فی خفیۃ — وبالشام منطقہ یُعرف ☆

''یہ ایک بے زبان چیز ہے جو محکم اور پختہ باتیں بیان کرتا ہے حالانکہ اس کا جسم خاموش اور کھوکھلا ہے۔ یہ اگر مکہ میں کہیں چھپ کر کلام کرتا ہے تو (ملکِ) شام میں اس کی گفتگو کا پتہ چل جاتا ہے''۔

اِسی تحریر کی بدولت، نسلِ انسانی کی صلاحیتیں ارکاز سے وقوع کے درجے میں نمایاں ہوئی ہیں، اسی کے ذریعے انسانیت، حیوانیت سے ممتاز ہو کر واجبِ تحریم ٹھہری اور اِسی تحریر کی بدولت انسانی تاریخ کا درجہ بدرجہ ایک ایسا مسلسل ارتقاء شروع ہوا جس کی مدد سے ایک زمانے کے حالات واسرار دوسرے زمانے کی طرف منتقل ہوئے۔ درحقیقت

☆...... القلقشندی، ابو العباس احمد، ۳ ر ۷، صبح الاعشیٰ، المطبعۃ الامیریۃ، قاہرہ، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴م

ابتدائی انسان کے تقاضے، خواہشات اور آرزوئیں محدود تھیں لہٰذا دوسروں تک اپنے مطالب کے ابلاغ کا انحصار مخصوص اشاروں پر تھا۔ لیکن وقت کے بے رحم عمل میں جب خواہشات اور تقاضے وسعت پکڑتے گئے، خواہشات کے ساتھ تجسس نے سر ابھارا، ذہن کی وسعتیں کھلے آسمان کے اندر جھانکنے لگیں اور زمین کی تنگ دامانی آہستہ آہستہ ان پر اپنا پھیلاؤ وا کرنے لگی تو ذہن سے وضع ہوتے الفاظ، زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ کی انگلیوں سے کٹھ پتلیوں کی طرح رقصاں و شاداں ادا ہونے لگے اور پھر تاریخِ انسانی میں ایسا مرحلہ بھی آ پہنچا کہ تحریر و کتابت کے ذریعے لوگوں کے حقوق کی حفاظت، مال و اسباب کا حساب، احوال و وقائع کی تدوین اور مختلف ادوار میں علوم و فنون کی حفاظت کا مسلسل ارتقاء شروع ہوا۔

ایک مسلمان کیلئے، ازمنہءِ سابقہ کے حالات اور اُن علوم و فنون میں سے وہی معتبر ٹھہرتے ہیں جن کی تعلیمات بذریعہ وحی اس تک پہنچ سکیں اور رسول اللہ ﷺ نے قول و فعل کے ذریعے ان کی صراحت فرما دی ہو۔ قرآن مجید، جو کہ وحیِ الٰہی کا کامل نمونہ ہے، کا آغاز بھی اسی بات سے ہوتا ہے کہ خدا نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو کہ وہ جانتا تک نہیں تھا۔ دین اسلام کا دارومدار، اسی وحیِ الٰہی پر ہونے کی وجہ سے، رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ پیغمبر کو قرآن مجید کی کتابت کا حکم دیا۔ اگرچہ کلام اللہ اس بات کا طالب نہیں کہ اس کو لکھ کر ہی محفوظ کیا جائے بلکہ یہ تو انسانی ضرورت ہے ورنہ، ایک نسل سے دوسری نسل تک، کلام اللہ کے منتقل ہونے کا واحد معیار تلقی اور بالمشافہہ سماع ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے اسی پُر حکم حُکم کو خلفاءِ راشدین ﷺ نے تکمیل تک پہنچایا۔

ادوارِ ثلثہ میں، قرآن کی ہونے والی کتابت کا ایک مسلمہ تشخص برقرار رکھا گیا جو اس دعویٰ کی غمازی کرتا ہے کہ ذات کی طرح، صفات میں بھی کلامِ رحمٰن میں کسی کلامِ انسان

Marfat.com

کے اختلاط کی قطعاً گنجائش نہیں۔ بایں وجہ قرآن مجید کو عام قواعدِ املائیہ اور مروجہ طرزِ تحریر میں لکھنے کی بجائے اسی طرح لکھا گیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی کتابت کروائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت سمجھ کر ہی جمہور علماء نے اس رسمِ قرآنی کے توقیفی ہونے اور اس کے توقیفی ہونے کی وجہ سے اس کے التزام پر اجماع اور اس کے اتباع کا حکم ارشاد فرمایا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تاریخِ اسلامی کے ہر دور میں اس رسم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

برصغیر پاک و ہند میں مصاحف کی کتابت وطباعت میں ماثور رسم عثمانی کے استعمال میں بے اعتنائی برتی جاتی رہی ہے۔ مزید برآں مستشرقین کے علاوہ دورِ حاضر کے ملحدین و متجددین نے بھی رسم عثمانی کو بنیاد بنا کر متن قرآنی کو نشانۂ تنقید بنایا ہے۔ اگرچہ بلادِ عرب کے چند اہل علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے تاہم رسم عثمانی کی جامعیت اور اس کے فوائد و احکام کے حوالہ سے اردو زبان میں کوئی جامع اور قابل قدر تصنیف موجود نہ تھی۔

مقالہ برائے ایم فل میں راقم کا موضوعِ تحقیق چونکہ رسمِ عثمانی سے متعلق تھا اور دورانِ تحقیق کوشش کے باوجود اس فن پر ایسی کوئی جامع کتاب تک رسائی نہ ہو سکی جس میں عربی رسم الخط کے نشو و ارتقاء سے لے کر قرآنی رسم کی تعیین تک اور اس تعیین کی وجوہات سے دورِ حاضر میں قرآن کی کتابت کے مسائل تک جملہ ابحاث موجود ہوں۔ چنانچہ اس فن پر اردو دان طبقہ کیلئے کسی تصنیف کی موجودگی کی خواہش بصورتِ دعا ہمیشہ دل میں انگڑائی لیتی رہی اور اللہ کی توفیق اور فضل سے شیخ زاید اسلامک سنٹر لاہور نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔

''رسمِ عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت'' کے عنوان سے یہ تالیف پانچ ابواب پر مشتمل ہے: پہلے باب میں اسلام سے قبل عربی رسم الخط کی حالت اور اس کے نشو و ارتقاء پر بحث کرتے ہوئے نبطی خط کو عربی رسم الخط کی اصل ثابت کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حجاز تک اس کے سفر کے مختلف مراحل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بعد ازاں عربی رسم الخط اور قرآن

مجید کے باہمی تعلق کے باعث رسم الخط کے مختلف مفاہیم میں سے قرآنی رسم کی جامع اور فنی تعریف پیش کی گئی ہے۔

دوسرا باب دورِ رسالت، دورِ صدیقی اور دورِ عثمانی میں کتابتِ قرآن کے مختلف مراحل کے تذکرہ پر مشتمل ہے جس میں تینوں ادوار کے اسباب دوجوہات کا جائزہ لینے کے بعد تینوں مراحل میں جمعِ قرآن کی کیفیت واقدامات کا باہمی فرق واضح کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں دورِ عثمانی میں لکھوائے گئے مصاحف کی تعداد کی تعیین کے ساتھ ساتھ ان مصاحف کی مختصر تاریخ اور دورِ حاضر میں ان کی موجودگی کے امکانات بھی زیرِ بحث رہے ہیں۔ مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیے گئے اِن مصاحف عثمانیہ کے کچھ کلمات میں اختلاف اوراس کے اسباب ونوعیت کوواضح کیا گیا ہے۔ مزید براں قراءات کی قبولیت میں ماثور رسم کی اہمیت اور رسم کو اختلافِ قراءات کی وجہ قرار دینے والے نظریہ کا ابطال کیا گیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے جانے والے سرکاری مصاحف میں مختلف فیہ مقامات کی وضاحت کیلئے علماء نے چھ اصول وقواعد وضع کیے۔ چوتھے باب میں ان قواعد کی وضاحت کے ساتھ مصاحفِ عثمانیہ سے ان کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ رسمِ عثمانی کے انہی قواعد کے ذریعے مختلف قراءات کا ایک کلمہ میں اجتماع، رسول اللہ ﷺ سے اتصالِ سند اور تحریف وتصحیف سے حفاظت جیسے فوائد آشکارا ہوتے ہیں۔ اس باب میں انہی فوائد ورموز پر لکھی گئی جملہ کتب کا تاریخی جائزہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ایسی قدیم کتب کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے جو طباعت کی منتظر ہیں۔

پانچویں اور آخری باب میں رسمِ عثمانی سے متعلق چند فقہی مباحث کو مرکز بحث بنایا گیا ہے جس میں اولاً رسمِ عثمانی کے منجانب اللہ ہونے یا نہ ہونے کے نظریات کو ذکر

Marfat.com

کرنے کے بعد جمہور علماءِ امت کے نظریہ توقیف پر دلائل دیے گئے ہیں۔ دورِ حاضر میں اگر مصاحف کو دیگر لغات یا عوامی سہولت کی خاطر مقامی زبان میں لکھنے کی اجازت دے دی جائے تو اس خدشہ میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ خدانخواستہ اس سے بابِ تحریف کھل جائے گا اور ایک ماثور اور متواتر رسم آہستہ آہستہ ترک ہو جائے گا۔ چنانچہ دورِ حاضر میں رسمِ عثمانی کے التزام اور اس کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کچھ متجددین کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جنہوں نے رسمِ عثمانی کے خلاف ایک محاذ قائم کر رکھا ہے۔ مزید براں رسمِ عثمانی پر ہونے والے بنیادی شبہات واعتراضات کا مدلل نقد وتجزیہ پیش کیا گیا ہے جس کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ رسمِ عثمانی نہ صرف امتِ مسلمہ کا ایک قابل اتباع قیمتی ورثہ ہے بلکہ یہ امت کی وحدت کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔

اس انتہائی نازک اور پیچیدہ موضوع کیلئے اولاً عنوانات کی ترتیب اور اس کے بعد فنی ابحاث کیلئے مواد کی فراہمی ایک مشکل ترین مرحلہ تھا۔ تفسیر، علوم القرآن اور لغت کی کتب میں موجود جزوی ابحاث کو اکٹھا کرنے کے بعد ان کو مرتب انداز میں اردو مزاج کے قالب میں ڈھالنا بھی آسان نہ تھا لیکن اللہ عزوجل کی توفیق اور اساتذہ وماہرین کی راہنمائی سے یہ سب ممکن ہوا۔ اپنے موضوع سے متعلق اس کتاب کے حرفِ آخر ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بارش کا پہلا قطرہ ہے جو محققین کیلئے رسمِ عثمانی کے تعارف کا ایک ادنیٰ سا ذریعہ ہے۔ راقم کو اپنی کم مائیگی کا ہمیشہ احساس رہتا ہے، چنانچہ اس میں موجود کسی کمی یا غلطی کا اعتراف ہے اور اس کی نشاندہی کیلئے استدعا بھی ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾

حافظ محمد سمیع اللہ عفی عنہ

اظہارِ تشکر

......اللہ رب العزت کے نا قابل شمار احسانات پر اظہارِ تشکر کیلئے طالب توفیق ہوں......

بقیۃ السلف، استاذ الخطاطین حضرت سید نفیس الحسینی شاہ مدظلہ کا انتہائی سپاس گزار ہوں جن کے دامن سے ہمیشہ شفقت، راہنمائی اور روحانیت نصیب ہوئی ہے۔ حضرت نے مسودہ کا جائزہ لینے کے بعد اس پر پرمغز اور جامع ترین تقریظ مرتب فرمائی جو کہ میرے لیے انتہائی سعادت کا سامان ہے۔ حضرت کے دامن سے وابستگی یقیناً میرے لیے ذریعۂ نجات ہے۔

گرامی قدر محترم ڈاکٹر حافظ عبداللہ زید مجدہٗ کا انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے وقت کی اہم ضرورت کے پیش نظر، اس مہتم بالشان موضوع کی جانب نشاندہی کی۔ استاذ گرامی کے اِشراف، تربیت اور شفقت کے بغیر اس فنی موضوع پر رفعِ قلم محال تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے متعدد پیچیدہ ابحاث کو حل کرنے کیلئے راقم کے ساتھ گھنٹوں نشستیں کیں جو ان کے اعلیٰ علمی ذوق کی عکاس ہیں۔

راقم ابو عمار مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس خان قارن اور مولانا حاجی فیاض خان سواتی مدظلہم کا بھی سپاس گزار ہے کہ انہوں نے مسودہ کا جائزہ لینے کے بعد اس کو بہتر بنانے میں مفید آراء سے نوازا۔

Marfat.com

والد محترم قاری عبداللطیف صدیق اور والدۂ محترمہ امّ حفصہ دام اللہ ظلہما کی بے پناہ شفقتوں اور بے مثال تربیت کا بھی ہر لحظہ ممنون رہتا ہوں جن کی بدولت قلم اور کتاب کے ذریعہ مناسبتِ دین نصیب ہوئی۔

دورِ حاضر میں اہمیت کے حامل منتخب مقالات کی اشاعت کا علم دوست رویہ شیخ زاید اسلامک سنٹر کا خاصہ ہے۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر سنٹر کی سلیکشن کمیٹی کے جملہ اراکین اور جناب وائس چانسلر صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس اہم فن پر اردو زبان میں سب سے پہلی تصنیف کیلئے اقدامات کیے۔

شیخ زاید اسلامک سنٹر کے تمام اساتذہ خصوصاً محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ، جناب ڈاکٹر ابوالوفاء محمود، ڈاکٹر اشتیاق گوندل، جناب حافظ سرفراز احمد اعوان اور جناب ڈاکٹر محمد اعجاز کا حد درجہ احسان مند ہوں جن کی نگرانی میں ایک مناسب علمی اور تحقیقی ماحول میسر رہا۔ کتاب کے اشاعتی مرحلہ میں حافظ عثمان صاحب کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ تصنیفی و تحقیقی مصروفیات میں یقیناً ہم درس احباب کا تعاون بھی شامل حال رہا، جناب محمد فیروزالدین شاہ کھگہ کا ممنون ہوں جن کی مخلصانہ مشاورت اور معیت کے نتیجہ میں مزید بہتری پیدا ہوئی۔

تصحیح اور اشاریہ بندی کیلئے برادران حافظ مطیع اللہ اور حافظ حبیب اللہ اور رفیقۂ حیات امّ محمد کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

اللہ رب العزت اس ادنیٰ کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے، تمام اساتذہ، والدین اور متعلقین کو جزائے خیر سے نوازے اور ہمیشہ دین حق کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین یا رب العلمین

Marfat.com

باب اول

رسمِ عثمانی سے قبل عربی رسم الخط کے خصائص اور علم الرسم کا تعارف

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول

رسمِ عثمانی سے قبل عربی رسم الخط کے خصائص

قبل از اسلام اہلِ عرب میں کتابت کا وجود:

عربی رسم وکتابت کے حوالہ سے یہ بات قابلِ تحقیق ہے کہ کیا قبل از اسلام، عرب معاشرہ خط وکتابت سے واقف تھا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء ومحققین نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ ابن قتیبہؒ (م۲۷۶ھ) ①، حافظ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) ② اور ابن عربیؒ ③ کے نزدیک ''عرب کتابت کو جانتے تھے لیکن یہ تعداد نہایت قلیل تھی''۔ اس کے برعکس علامہ یوسف البلویؒ (م۶۰۴ھ) زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کی کتابت سے واقفیت کا انکار کرتے ہیں ④۔ جبکہ ابن فارسؒ (م۳۹۵ھ) نے ان دونوں اقوال کا رد کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"فإنا نزعم أن العرب كلها مدداً ووبراً، قد عرفوا الكتابة كلها والحروف اجمعها، وما العرب فى قديم الزمان إلا كنحن اليوم". ⑤

---

① ابن قتیبہؒ الدینوری، ابومحمد عبداللہ بن مسلم (م۲۷۶ھ): المعارف: ص۱۳۰، ط۲ (طبع دوم)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۷۰ء، تحقیق: محمد اسماعیل عبداللہ الصاوی

② ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی (م۷۷۴ھ): فضائل القرآن: ص۵۰، ط۱، مطبعۃ المنار، مصر، ۱۳۴۸ھ

③ ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ (۴۶۸ھ۔۵۴۳ھ): أحکام القرآن: ص۱۹۴۴، ط۱، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر، ۱۹۵۸ء

④ البلوی، ابوالحجاج یوسف بن محمد (۶۰۴ھ): ألف باء: ۸۰/۱، جمعیۃ المعارف، مصر، ۱۲۸۷ھ

⑤ ابن فارس، احمد (م۳۹۵ھ): الصاحبي فى فقه اللغة وسنن العرب فى كلامها: ص۸، مکتبۂ سلفیہ، قاہرہ، ۱۹۱۰ء

Marfat.com

یعنی ہم اہل عرب کے بارے میں یہ گمان نہیں کر سکتے کہ وہ سفید ان پڑھ تھے بلکہ وہ کتابت کو بالکلیہ اور تمام حروف کو جاننے والے تھے۔ قدیم زمانہ میں عرب اپنے حالات کے مطابق ہماری ہی طرح (قراءۃ و کتابت سے واقف تھے)۔

چنانچہ قبل از اسلام، اہل عرب سے کتابت کی نفی کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ روایات وشواہد اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتے کہ جزیرۂ عرب کے قلب واطراف میں خواندہ اہلِ عرب کی ایک قابل لحاظ تعداد موجود تھی۔ مزید براں قرآن مجید کی مختلف آیات میں لفظ ''کتبِ'' ① کا وجود اس بات کی طرف مشیر ہے کہ اہلِ عرب آلاتِ کتابت سے بھی واقف تھے ورنہ یہ بات بعید از عقل وفہم ہے کہ قرآن ایسے لوگوں سے مخاطب ہو جو قراءۃ و کتابت اور اس کے علم وبصیرت سے ہی بے بہرہ ہوں۔

بعض قبائلِ عرب کے باہمی معاہدے اور حلف نامے ② بھی اس رائے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں، اسی طرح ورقہ بن نوفل کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ عربی وعبرانی کی کتابت کیا کرتے تھے:

''......أن ورقة بن نوفل کان یکتب الکتاب العربی والکتاب العبرانی''. ③

قریش مکہ کے ساتھ مقاطعہ کے دوران، مکتوبہ دستاویز کا ذکر بھی کتب تاریخ

---

① مادۂ کتب، قرآن مجید میں تین سو سے زائد مرتبہ، جبکہ مادۂ قرأ اسّی (80) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ادواتِ کتابت مثلاً: قلم، مصحف، قرطاس، رِق وغیرہ بھی قرآن میں مذکور ہیں ...... ملاحظہ ہو: د۔ عبدالصبور شاہین: تاریخ القرآن: ص ٦٦، دار القلم، مصر، ١٩٦٦ء

② تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: د۔ محمد حمید اللہ: الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی: لجنة التالیف والترجمة والنشر، قاہرہ، ١٩٤١ء

③ د۔ جواد علی: تاریخ العرب فی الاسلام (السیرة النبویة): ص ٦٩، بغداد، ١٩٦١ء

Marfat.com

وسیرت میں منقول ہے جس کو جوفِ کعبہ میں لٹکا دیا گیا تھا①۔ مذکورہ دستاویز کا کعبہ میں لٹکایا جانا کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ سبع معلقات کی تاریخ بھی اس پر گواہ ہے۔ ابن ہشامؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مکہ کے شروع زمانہ میں بھی استعمالِ کتابت پر شواہد موجود ہیں:

"فهذا قصي بن كلاب يكتب من مكة الى أخيه أبن أمه رزاخ بن ربيعة ابن الحرام العذرى، فى مشارف الشام، يدعوه إلى نصرته والقيام معه فى منازعة خزاعة وبنى بكر أمر مكة". ②

علامہ البلاذریؒ (م ۲۷۹ھ) نے ظہورِ اسلام کے وقت مکہ و مدینہ میں کاتبین کی تعداد کا تذکرہ کر کے اِس یقین کے اثبات میں مزید اضافہ کر دیا ہے کہ اہل عرب قلم وقرطاس کا شعور رکھتے تھے:

"دخل الإسلام وفى قريش سبعة عشر رجلا كلهم يكتب...... [وفى المدينة] إن الاسلام جاء وفيهم عدة يكتبون، وعدد منهم أحد عشر كاتباً". ③

---

① ابن سعد: ابوعبداللہ محمد الزہری (م ۲۳۰ھ): الطبقات الکبریٰ: ۲۰۸/۱، دارِصاد، بیروت، ۱۹۵۷ء؛ ابن حبیب محمد نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ "أن قريشا كتبوا قبل الإسلام كتابا وعلقوه في جوف الكعبة لأمر كان بينهم"۔ ملاحظہ ہو: ابن حبیب، محمد: المنمق في أخبار قريش: ص ۸۹، ط ۱، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، ۱۹۶۴ء

② ابن ہشام: ابومحمد عبدالملک (م ۲۱۸ھ): السیرۃ النبویۃ: ۱۱۸/۱، ط ۲، مصطفیٰ البابی حلبی، مصر، ۱۹۵۵ء

③ البلاذری: احمد بن یحیٰ بن جابر البغدادی (۲۷۹ھ): فتوح البلدان: ص ۴۷۷، ط ۱، شرکۃ بیع الکتب العربیۃ، قاہرہ، ۱۹۰۱ء؛ مزید ملاحظہ ہو:...... ابن عبدربہ، ابوعمر احمد بن محمد الاندلسی (م ۳۲۷ھ): العقد الفرید: ۱۵۷/۴، لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، قاہرہ، ۱۹۴۰ھ...... القلقشندی: ابوالعباس احمد بن علی بن احمد (م ۸۲۱ھ): صبح الأعشیٰ في كتابة الإنشاء: ۱۵/۳، دارالکتب العربیۃ، قاہرہ...... طاش کبریٰ زادہ: احمد بن مصطفیٰ (م ۹۶۲ھ): مفتاح السعادة ومصباح السيادة: ۸۴/۱، ط ۱، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد۔

Marfat.com

ابن ابی داؤد نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ﷺ کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اہل حیرہ میں سے ایک نصرانی کاتب سے مصحف لکھوایا اور عوض میں ساٹھ درہم ادا کیے:

”أن عبد الرحمن بن عوف استكتبه رجلاً من أهل الحيرة نصرانياً مصحفاً ، فأعطاه ستين درهماً“. ①

لہٰذا کتابت نہ صرف جزیرۂ عرب میں عام تھی بلکہ اطرافِ عراق وشام میں بھی لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فروۃ بن عمرو الجذامی، جو کہ ارضِ بلقاء (یمن) پر قیصر کی طرف سے والی مقرر تھے، کی طرف خط بھیجا اور انہوں نے اس کا جواب بھی لکھا②۔ اسی طرح اہل ایلۃ، تیماء، جرباء اور اذرح، جو کہ جزیرۂ عرب کی شمالی بستیاں تھیں، کے وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کے لیے کتابی شکل میں معاہدات لکھوائے ③۔

جہاں مذکورہ بالا اور اس جیسی متعدد روایات، اہل عرب میں انعدامِ کتابت اور نُدرت کی تمام آراء کا خاتمہ کر دیتی ہیں وہاں اس بات کی طرف بھی مشیر ہیں کہ اہلِ عرب کے ہاں کتابت کے اتنے وسیع استعمال کی وجہ سے قواعدِ کتابت موجود ہوں گے اور دینِ اسلام اور قرآن کے معجزانہ وبلیغانہ اندازِ کلام نے ان میں بہتری لانے اور ان کو مزید نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا ہوگا۔ جن کی بنیاد پر قرآن لکھا اور مدوّن کیا گیا۔

---

① ابوبکر بن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان السجستانی (م۳۱۶ھ): کتاب المصاحف: ص۱۴۸، ط۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

② ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۲۶۲/۱

③ الواقدی: محمد بن عمر بن واقد (م۲۰۷ھ): کتاب المغازی: ۱۰۳۱/۳، دار المعارف، مصر، ۱۹۶۴ء

Marfat.com

خطِ عربی کی بنیاد کے متعلق مختلف آراء کا تحقیقی جائزہ:

خطِ عربی کی بنیاد و مشتق منہ کے علاوہ اس کی ایجاد کے بارے میں بھی مختلف آراء موجود ہیں۔ عربی رسم الخط کے نشو و ارتقاء کے اِس سلسلہ میں، متناقض روایات وشواہد اور اِن کی بنیاد پر قائم ہونے والی متباین آراء کی زیادتی نے، اِس کی اصل اور مشتق منہ کے تعین میں درپیش مشکل میں مزید اضافہ کیا ہے۔ نیز زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کے مکتوبات کی ندرت بھی اس پیچیدگی کا باعث ہے۔ لہٰذا اِن وجوہات کی بناء پر عربی خط کی اصل اور اساس کے بارے میں ہر محقق و مؤرخ نے اپنے منتہائے تحقیق کو بنیاد بنا کر اس کے متعلق رائے ظاہر کی۔ نتیجتاً ایک محقق کیلئے کسی بھی رائے یا نظریہ کو راجح قرار دینے میں تأمل کا پہلو بہرحال موجود رہتا ہے۔ مثلاً بعض علماء نے، آیاتِ قرآنیہ ① کو بنیاد بنا کر، عربی خط کے توقیفی ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے:

"لیس ببعید أن یؤقف آدم علیه السلام أو غیره من الأنبیاء علیهم السلام علی الکتاب". ②

یعنی یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے کتابت کو توقیفی ہونے کی وجہ سے آگے پہنچایا ہو۔ حضرت کعب بن اخبار رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) سے روایت ہے کہ

"أول من وضع الخط العربي والسریاني، وسائر الکتب آدم علیه السلام، قبل موته بثلاثمائة سنة، کتبه فی الطین ثم طبخه، فلما انقضیٰ ما کان أصاب الأرض من الغرق، وجد

---

① البقرة: ۳۱...... العلق: ۱ تا ۴...... القلم: ۱

② ابن فارس: الصاحبي فی فقه اللغة وسنن العرب فی کلامها: ص ۷

Marfat.com

کل قوم کتابهم فکتبوا به، فکان اسماعیل علیه السلام وجد کتاب العرب". ①

یعنی عربی اور سریانی اور باقی تمام رسومِ کتابت کو آدم علیہ السلام نے وضع کیا اور اپنی وفات سے تین سو (۳۰۰) سال قبل ان رسوم کو مٹی میں لکھ کر پکایا۔ پھر طوفانِ نوح کے بعد ہر قوم نے اپنا اپنا طریقہ کتابت پایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عربی رسم الخط ملا۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے بعد قلم کی مدد سے سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھا ②۔ ایک اور روایت کے مطابق حمیر بن سبا نے سب سے پہلے عربی خط لکھا ③۔ ابن ندیم کے نزدیک:

"أول من وضع الکتاب العربی، نفیس ونضر وتیماء ودومة، هؤلاء ولد اسماعیل". ③

اس کے علاوہ چند اسرائیلیات بھی اس معاملہ میں منقول و مروی ہیں لیکن ان کی بنیاد پر کسی بھی حتمی رائے کا اثبات و اظہار ممکن نہیں۔ خطِ عربی کی بنیاد کے متعلق حسبِ ذیل آراء موجود ہیں:

<u>پہلی رائے:</u> عربی خط کی اصل کے بارے میں پہلی رائے یہ ہے کہ "اس کی ایجاد کا سہرا ملوکِ مدین کے سر ہے جن کے نام ابجد، ہوز، حُطی، کلمن، سعفص اور قرشت تھے۔ جنہوں نے اپنے ناموں کے حروف کو عربی کتابت کی اصل قرار دیا اور جو حروف اِن ناموں

---

① الجہشیاری: ابوعبداللہ محمد بن عبدوس: کتاب الوزراء والکتّاب: ص ۱، ط ۱، مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۸ء...... القلقشندی: صبح الأعشی: ۱۳/۳...... الصولی: ابوبکر محمد بن یحییٰ (م ۳۳۵ھ): أدب الکتّاب: ص ۲۸، المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ، ۱۳۴۱ھ...... الکردی: محمد طاہر بن عبدالقادر: تاریخ الخط العربی و آدابہ: ص ۱۷، مکتبۃ الہلال، مکہ، ۱۳۵۸ھ

② القلقشندی: صبح الاعشی: ۱۳/۳...... ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ: ۳/۱

③ مرجعِ سابق

④ ابن الندیم: محمد بن اسحٰق (م ۳۸۵ھ): الفہرست: ص ۵، مکتبہ خیاط، بیروت۔

Marfat.com

میں نہیں پائے گئے اُن کو ساتھ لاحق کرتے ہوئے ''روادف'' کا نام دیا گیا۔ جیسے ثاء، خاء، ذال، ضاد، ظاء اور غین۔ مذکورہ ملوک حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے ساتھ '**یوم الظلّہ**'......میں ہلاک ہو گئے تھے''①۔

یہ روایت بھی اُن روایات کی قبیل سے ہے جن پر وضعیّت اور عدمِ وثوق غالب نظر آتا ہے، تاریخی حقائق اور علمی تحقیق ان کو قبول کرنے سے مانع ہے۔ مزید براں عرب رواۃ بھی اس روایت سے اعراض کرتے رہے ہیں:

''فقد وجد من بين علماء العربية الاقدمين من تصدى لهذه الرواية''. ②

کیونکہ ابجد، ہوز، حطی وغیرہ عربی تعلیم وتعلّم کی تسہیل کیلئے مرکب کیے گئے ہیں اور یہی مرکبات یہود وسریانی قوم کے ہاں بھی مشہور تھے، جن کی مدد سے بچوں کو کتابت سکھائی جاتی تھی۔ مزید براں یہ اور اس جیسی دیگر روایات ایسے شخص سے منقول ہیں جو اُمم سابقہ جیسے عاد، ثمود، طسم، جدیس وغیرہ کے بارے میں اخبار وواقعات وضع کیا کرتا تھا③۔ لہٰذا یہ روایت شواہد ودلائل کے اعتبار سے اس قابل نہیں، جس کو بنیاد بنا کر وثوق سے کہا جا سکے کہ واقعی عربی کتابت اشخاصِ مذکورہ نے ایجاد کی تھی۔

<u>دوسری رائے:</u> اس بارے میں دوسرے رائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے

---

① السیوطیؒ: جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۹۱۱ھ): المزهر فی علوم اللغة وانواعها: ۲/۳۴۸، دار احیاء الکتب العربیۃ، قاہرہ، ۱۹۵۸ء......صبح الاعشیٰ: ۳/۱۳......الصولی: ص ۲۹

② حمزہ بن الحسن الاصفہانی (۲۸۰ھ۔۳۶۰ھ): كتاب التنبيه على حدوث التصحيف: ص ۱۶، مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق، ۱۹۶۸ء

③ مرجع سابق

حوالہ سے منقول روایت کی بناء پر قائم ہے:

" أول من كتب العربية ثلاثة رجال من بولان ، وهي قبيلة سكنوا الأنبار ، وأنهم اجتمعوا فوضعوا حروفاً مقطعة وموصولة، وهم مرامر بن مُرّه وأسلم بن سدرة وعامر بن جدرة، ويقال مروة وجدرة، فأما مرامر فوضع الصُور، وأما اسلم ففصل ووصل، وأما عامر فوضع الإعجام". ①

بعض روایات میں اکیلے 'مرامر' کا ذکر ہے ② جبکہ بعض میں اس کے ساتھ 'اسلم' کا اضافہ ہے ③۔ اس روایت کی تردید کا پہلا سبب، بعض روایات میں مذکور، اس کے الفاظ "ثم قاسوها على هجاء السريانية" ④ ہیں (یعنی ان لوگوں نے عربی ہجاء کو سریانی خط پر قیاس کیا)۔ کیونکہ عربی خط کے تطور وارتقاء کی درمیانی کڑی، خطِ سریانی ہے اور یہ دونوں مستقلاً خطِ آرامی سے ماخوذ ہیں ⑤، جیسا کہ اس کی بحث آمدہ صفحات میں آ رہی ہے۔ لہٰذا

---

① ابن ندیم: الفہرست: ص۴ و۵..... القلقشندی: صبح الاعشیٰ: ۱۲/۳...... البلاذری: فتوح البلدان: ۴۷۶

② ابن قتیبہ: عیون الاخبار: ۲۳/۱، ط۱، دار الکتب المصریۃ، ۱۹۲۵ء...... ابن خلکان: ابوالعباس احمد بن محمد (م ۶۸۱ھ): وفيات الأعيان وأنباء ابناء الزمان: ۳۰/۳، ط۱، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، قاہرہ، ۱۹۴۸ء

③ الصولی: ادب الکتّاب: ص۳۰

④ القلقشندی: صبح الاعشیٰ: ۱۳/۳

⑤ الجبوری: سہیلہ یاسین: الخط العربي وتطوره في العصور العباسية في العراق: ص۳۷، مطبعۃ الزہراء، بغداد، ۱۳۸۱ھ

مزید ملاحظہ ہو: Beaston (A. F. L): **The Arabic Language Today**: p.25, ... London, 1970 -

Marfat.com

ظروفِ واحد اور ایک ہی اساس سے پھوٹنے والی لغات کو خصائص و ہجاء کے اعتبار سے کیونکر ایک دوسرے پر قیاس کیا جا سکتا ہے جبکہ دونوں خطوط کے ادوار بھی مشابہ ہوں۔

اس روایت کی تردید کا دوسرا سبب یہ شبہ ہے کہ: کیا ان صحابِ ثلاثہ نے عربی کتابت کو فعلاً وضع کیا تھا یا پہلے سے متداول کتابت کے طریقہ کار میں تبدیلی کی تھی؟ کیونکہ عربی حروفِ ہجاء کی نسبت اگر ان اصحاب کی طرف کی جائے تو پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں دریافت ہونے والے عربی کتابت کے نقوش اس کے منافی نظر آتے ہیں①۔

روایتِ مذکورہ کی تردید کا تیسرا اور سب سے بڑا سبب، اس کے الفاظ "أما عامر فوضع الإعجام" ہیں۔ کیونکہ درحقیقت خطِ عربی کی تاریخ اور نشو و ارتقاء پر مشتمل نقوش و رسائل اس بات پر شاہد ہیں کہ حروفِ عربیہ پر نقط و اعجام کا انعقاد عہدِ خلفاءِ راشدین کے بعد ہوا ہے②۔ اس روایت کے بارے میں علامہ غانم لکھتے ہیں:

"وحاول بعض الباحثين المحدثين رد هذه كلية ،مستنداً إلى ما يبدو في الأسماء من أثر الصنعة والإختراع ، فهي موزونة ومقفاة: مرة.سدرة.جدرة، وهذا يدل .في زعمه. أنها وُضعت وضعاً، وليست من نتيجة الصدقة والاتفاق".③

---

① ملاحظہ ہو: Abbott Nabbia: **The Rise of the North Arabic Script and Its Development with a Full Description of The Kur`an Manuscripts in theOrientalInstitute**: P.6, The University of Chcago Press, 1939.

② الجبوری: الخط العربی: ص۱۲

③ غانم قدوری الحمد: رسم المصحف دراسة لغوية ونحوية: ص۳۲، ط۱، اللجنة الوطنية للاحتفال، بغداد، عراق، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

Marfat.com

روایاتِ مذکورہ کی تنقیح کا مقصد، اِن پر کلیتاً انحصار کی نفی کرتا ہے، لیکن اِن روایات میں تطبیق کی یہ صورت باقی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اُمّ الخطوط کی طَرح ڈالی ہو، پھر طوفانِ نوح کے بعد مختلف انبیاء علیہم السلام نے اس کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا اور ہر علاقے کے اہلِ درد افراد، خواہ وہ ملوکِ مدین ہوں یا اہلِ بولان کے سردار، نے عربی خط کے ارتقاء اور تحسین کیلئے اپنی ممکنہ خدمات پیش کیں۔

تیسری رائے: خطوطِ سامیہ کے حوالہ سے خطِ عربی کا تعین:

عربی کتابت ورسم کے متعلق مصادرِ قدیمہ کے غیر واضح اور نا قابل اعتماد ہونے کی بناء پر ظاہری اسباب اور مادی قرائن کی مدد لینا ضروری معلوم ہوتا ہے تا کہ اصل حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ لہٰذا جب زمانۂ جاہلیت کے بعض نقوش کا مطالعہ کیا جائے تو مسئلۂ مذکورہ کی پیچیدہ ابحاث حل ہوتی نظر آتی ہیں۔ کیونکہ خطوطِ سامیہ کے ساتھ تعلق کے اثبات کیلئے اس کے مکمل سلسلۂ نسب سے معرفت ضروری ہے۔ چنانچہ حروفِ ہجاء کی اصل اور خطوطِ سامیہ کی بنیاد کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ①۔ سامی خطوط بنیادی طور پر دو اقسام میں منقسم ہوتے ہیں ②:

- ...... جنوبی سامی خط
- ...... شمالی سامی خط

---

③ اسرائیل ولفنسون: تاریخ اللغات السامیة: ص ۱۹۹، ط ۱، لجنة التالیف والترجمة والنشر، قاہرہ، ۱۳۴۸ھ

④ طٰہٰ باقر: أصل الحروف الهجائية: ص ۵۹، مجلہ سومر، مدیریة الآثار، بغداد، ۱۹۴۵ء...... بحوالہ: غانم قدوری الحمد: رسم المصحف دراسة لغوية ونحوية: ص ۳۲

متمدن دنیا کے تمام مستعمل و متروک خطوط بالآخر انہی مذکورہ دونوں طرق کے واسطہ سے خطِ فنیقی تک پہنچتے ہیں، جو جزیرۂ سینا کے مضافات میں مستعمل تھا۔ جس کا دور تقریباً 1850 قبل مسیح ہے ①۔ خطِ عربی کو زمانۂ جاہلیت میں 'جزم' کے نام سے پکارا جاتا تھا②۔ لفظِ 'جزم' کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ابوحاتم السجستانیؒ (م ۲۵۵ھ) اور ابن درید کا قول ہے:

"إنما سمي هذا الخط بالجزم لإنه جُزم من المسند أي أُخذ منه". ③

یعنی 'مسند' ④ سے ماخوذ ہونے کہ وجہ سے اس کو 'جزم' کہا جاتا تھا کیونکہ جزم بمعنی قطع کے ہے۔ 'مسند' سے ہی 'خطِ حِمیَری' ماخوذ ہے ⑤۔ روایات کے مطابق 'المسند' ایک عرصہ تک قریش میں مستعمل رہا ہے۔ 'دومۃ الجندل' میں مقیم بشر بن عبدالملک کے قبیلہ کا ایک کِندی شخص اپنے اشعار میں قریش کا ممنون نظر آتا ہے:

---

① د۔ جواد علی: تاریخ العرب في الاسلام: ۲۰۳/۱

② ابن درید: ابوبکر محمد بن الحسن (م ۳۲۱ھ): جمهرة اللغة: ۹۱/۲، ط ۱، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، ۱۳۴۵ھ

③ مرجع سابق

④ المسند کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بقول قلقشندی (۱۳/۳): "أن المسند سمّي بذلك لأنهم كانوا يسندونه إلى هود عليه السلام"۔ جبکہ بعض کے نزدیک: "أنه سمّي ذلك لأن معظم حروفه تستند إلى أعمدة" (تاریخ اللغات السامیة: ص ۲۴۴)۔ ڈاکٹر جواد کے نزدیک: "إن كلمة المسند في العربية الجنوبية تعني الكتابة مطلقاً، وهي تساوي ما تعنيه كلمة الخط أو الكتابة في لغة القرآن الكريم" (تاریخ العرب في الاسلام: ۱۹۷/۱)۔

⑤ الجبوری: الخط العربي: ص ۱۴

Marfat.com

وأغنيتموا عن مسند الحي حمير

وما زبرت في الصحف اقبال حميرا ①

گویا قریش اِس سے قبل 'خط المسند' استعمال کرتے تھے۔ یاد رہے کہ 'خطِ حمیری' اور 'خط حیری' دونوں مستقل خطوط ہیں، اِن کو ایک سمجھنا غلطی ہے، کیونکہ خطِ حمیری، المسند سے ماخوذ ہے جبکہ خطِ حیری، خطِ نبطی سے مشتق ہے۔ جدید محققین کی رائے یہی ہے کہ جدید خطِ عربی دراصل 'خطِ حیری' ہے اور یہی خط حجاز میں رائج تھا۔ جیسا کہ ابن خلدون نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے ②۔

اور جن مورخین نے حجاز میں خطِ حمیری کا وجود ثابت کیا ہے تو اس کے بارے میں یہ قول موجود ہے کہ خطِ حمیری، حیرہ کی طرف منتقل ہوا ہے۔ اِس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتے ہیں:

"......حيث كان بالغاً مبالغه من الأحكام والإتقان والجودة في دولة التبابعة، وهو المسمّىٰ بالخط الحميري إلى الحيرة، حيث دولة آل المنذر نسباء التبابعة". ③

'تبابعہ' ہمارے ہاں مغلیہ سلطنت کی طرح، شاہی قبیلہ تھا جس کے دورِ حکومت میں خط، صنعت و حرفت کا ذریعہ بنا جس کی وجہ سے معاشی و عمرانی معاملات کے علاوہ خط میں بھی

---

① السیوطیؒ: المزہر فی علوم اللغۃ: ۲/ ۳۴۷

② "ومن الحيرة لقنه أهل الطائف وقريش"۔ ابن خلدون: عبدالرحمٰن المغربی (م ۸۰۸ھ): کتاب العبر وديوان المبتداء والخبر مسمّىٰ بتاريخ ابن خلدون: ۱/ ۷۵۵، دار الکتاب، بیروت، ۱۹۵۶ء

③ مرجع سابق

Marfat.com

جدّت پیدا ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ خطِ عربی نے یمن سے اپنے سفر کا آغاز کیا① اور مناذرہ (آلِ منذر، جو کہ تبابعہ کی شاخ ہے) کے دورِ حکومت میں حیرہ پہنچا۔

لیکن خطِ مسند یا حمیری کو قدیم عربی خط کی اصل قرار دینا درست نہیں اس کی پہلی وجہ دونوں خطوط (المسند اور حیری) کی اشکال کا مختلف ہونا ہے: ''المسند خط لحمير مخالف لخطنا هذا'' ②۔ ابن ندیم کا مشاہدہ ہے کہ:

'' زعم الثقة أنه سمع مشايخ من أهل اليمن يقولون إن حمير كانت تكتب بالمسند على خلاف أشكال ألف وباء وتاء''. ③

لہٰذا خطِ مسند اور قدیم عربی خط کے حروف کے مابین اختلاف ظاہر ہے کہ جنوبی یمن کی کتابت خطِ مسند جبکہ قدیم عربی کی کتابت خطِ شمالی میں کی جاتی تھی۔ جدید انکشافات جدید عربی، خصوصاً جس میں قرآن مجید لکھا گیا، اور مسند کے درمیان کسی قسم کے تعلق کی نفی کرتی ہیں۔ البتہ ان میں ایک تعلق کا پایا جانا بعید نہیں کہ یہ دونوں دراصل ایک ہی قسم کے سامی خط سے مشتق ہیں ④۔

ڈاکٹر محمود حجازی خطِ عربی اور المسند میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وأشكال الحروف الخط المسند تختلف اختلافاً أساسياً عن أشكال حروف الخط العربي''. ⑤

---

① مرجع سابق

② الجوہری: اسماعیل بن حماد (م ۳۹۳ھ): تاج اللغة وصحاح العربية :۱/۴۸۷، دار الکتاب العربی، قاہرہ، ۱۹۵۶ء

③ الفہرست: ص ۵

④ اسرائیل ولفنسون: ص ۱۹۷

⑤ د۔ محمود حجازی: اللغة العربية عبر القرون: ص ۳۰، دار الکتاب العربی، قاہرہ، ۱۹۶۸ء

Marfat.com

جدید عربی خط کے مبدا اور مسند کے درمیان فرق واختلاف کی وضاحت رواۃ العرب کے نزدیک خطِ عربی کے سلسلہ سے بھی ممکن ہے۔عرب راویوں کے نزدیک عربی خط کا سلسلہ حسب ذیل ہے①:

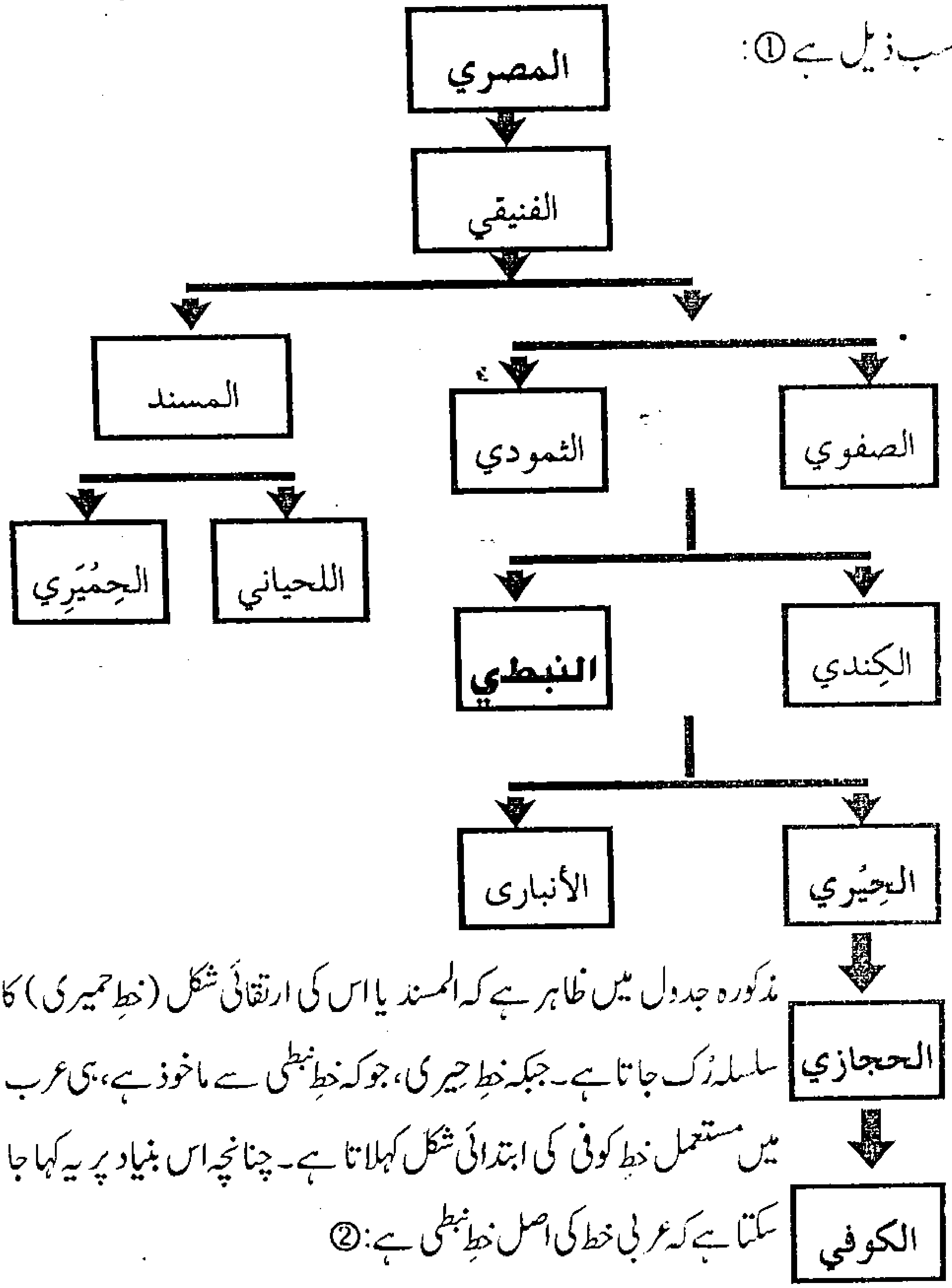

مذکورہ جدول میں ظاہر ہے کہ المسند یا اس کی ارتقائی شکل (خطِ حمیری) کا سلسلہ رُک جاتا ہے۔جبکہ خطِ حیری، جو کہ خطِ نبطی سے ماخوذ ہے، ہی عرب میں مستعمل خطِ کوفی کی ابتدائی شکل کہلاتا ہے۔چنانچہ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عربی خط کی اصل خطِ نبطی ہے:②

① الجبوری: الخط العربی: ص ۱۵

② ملاحظہ ہوں: جواد علی: تاریخ العرب والاسلام: ۱/۲۰۱..... عرفان راہی: **تاریخ خطاطی**: ص ۵۰، ط۱، ادارہ ثقافت پاکستان ۱۹۸۶ء

Marfat.com

"أن الخط العربي تفرع من الخط النبطي و ذلک بعد أن عثروا علی نقوش نبطیةٍ قریبة للعربیة". ①

کیونکہ مشہور ماہرِ آثارِ قدیمہ فلندر پٹری (Flinders Petrie) کے 1904ء میں جزیرۂ طورِ سیناء کے مضافاتی مقام "سیرابیت الخادم" میں دریافت کردہ تختیاں بھی اس کی حمایت کرتی ہیں کیونکہ ان پتھروں پر کندہ نقوش کی عمر 1600 ق۔م۔ تک ہے۔ ان نقوش میں عمالِ سامیین کے مکتوبہ خطوط بھی موجود ہیں اور ان کی علامات خطِ طورِ سیناء سے مشتق ہیں②۔

اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ خطِ مسند پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی تک مستعمل رہا ہے۔ لیکن اسلام کی آمد سے قبل یہ متروک ہو چکا تھا③۔ خطِ مسند کی اصل کے بارے میں مورخین کا خیال ہے کہ یہ خطِ فنقی ④ سے ماخوذ ہے۔ اس فنقی خط کو آرامی قوم نے اپنی طبع و سہولت کے مطابق جب کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ اجاگر کیا تو اس کے متاثرین میں سے نبطی قوم بھی تھی۔ نبطی، نبابوط کی طرف منسوب ہے۔ جس کا پورا نام نبابوط بن نبایت بن اسماعیل بن ابراہیم تھا⑤۔ نبطی قوم نے دوسری صدی قبل مسیح میں آرامی خط

---

① الکردی: محمد طاہر بن عبد القادر: تاریخ الخط العربی وآدابہ: ص ۱۸

② طہ باقر: اصل الحروف الہجائیة: ص ۵۹

③ ابن خلکان: ۳۰/۳

④ خطِ فنقی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مشہور پاکستانی خطاط اور مورخ، اعجاز راہی لکھتے ہیں:

"Phaenican سرخ کو کہتے ہیں۔ چونکہ کنعانی بحیرۂ احمر سے نقل مکانی کر کے شام آئے تھے۔ اس نسبت سے وہ فنیشی یا فنقی کہلائے..... عمانول ڈی روز کہتے ہیں کہ ہیروغلیفی کی علامت مختصر ہو کر ہیراطیقی حروف بنے اور ان کے مزید اختصار سے فنقی رسم الخط پیدا ہوا"۔ (تاریخ خطاطین، ص ۴۷)

⑤ نفس المصدر: ص ۵۰

Marfat.com

کو اپنے ذوق کے قالب میں ڈھالا اور اس میں ترامیم کے کچھ اضافہ کے بعد ایک نیا رسم الخط ایجاد کیا جو کہ ''نبطی خط'' کہلایا①۔

چنانچہ، علامہ سہیلہ یاسین الجبوری کی تحقیق کے مطابق، فنیقی خط سے پیدا ہونے والے دونوں خطوط میں سے آرامی خط نبطیوں کے ہاں مستعمل رہا جس سے مزید خطِ حیری بنا، جبکہ المسند ایک عرصہ مستعمل رہنے کے بعد حمیری خط پر اختتام پذیر ہوا۔ لہٰذا عربی کتابت نبطی خط سے درآمد شدہ ہے۔ اس کے بارے میں مشہورِ عالم خطاط، کامل البابا رقمطراز ہیں:

''......والجمع عليه فى أمر الكتابة العربية فهو أن العربى قد أخذوا كتابتهم عن الأنباط وهم عرب كانوا يسكنون شمالي الجزيرة العربية فى بلاد الأردن وكانت عاصمتهم البتراء......وقد اثبت النقوش الأثرية التى اكتشفها المستشرقون② حديثاً فى أم الجمال، وجبل الدروز، وحرّان، أن الخط العربي قد اشتق من الخط النبطى''. ③

---

① نبطی قوم اور ان کے خط کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: تاریخ اللغات السامیۃ: ص ۱۳۴...... مزید دیکھئے: د۔ جواد علی: المفصل فى تاريخ قبل الاسلام: ۹/۳، ط۱، دار العلم للملايين، بیروت، ۱۹۶۹ء...... جرجی زیدان: العرب قبل الاسلام: ص ۹۲، ط۱، دار الہلال، مصر...... مزید ملاحظہ ہو: Abbott: p.4

② مستشرقین میں سب سے پہلے ہون لویز (Hohn Lewis) نے 1822ء میں نقوشِ نبطیہ دریافت کیے۔ ''وأول من المستشرقين على نقوش بنطية هو هون لويز وذلك سنة ۱۸۲۲ء'' (الجبوری: الخط العربي: ص ۱۵)

③ کامل البابا الخطاط: روح الخط العربي: ص ۸، ط۱، دار العلم للملايين، بیروت، ۱۹۸۳ء

یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ اہلِ عرب نے کتابتِ عربی ،نبطیوں سے سیکھی جو شمالی جزیرۃ عرب کے بلادِ اردن ،جس کا پایہ تخت ''بتراء'' تھا ،میں سکونت پذیر تھے۔'امّ الجمال'، جبالِ دروز' اور 'حران' کے نقوش کی دریافت کے بعد یہ بات متحقق ہوگئی ہے کہ خطِ عربی دراصل نبطی خط سے مشتق ہے۔دریافت شد نقوش حسبِ ذیل ہیں:

۞......نقشِ امّ الجمال (اوّل): یہ خطِ نبطی اواخر کی شکل ہے۔یہ نقوش تقریباً ۲۵۰ عیسوی میں ،جنوبی حران کے علاقہ ،اُمّ الجمال میں پتھر پر کندہ کیے گئے۔حران ،جبلِ دروز کے شمالی طرف واقع ہے۔①

۞......نقشِ نمارۃ: یہ نقش ،۳۲۸م میں 'جبلِ دروز' پر لکھا گیا تھا جو کہ صحرائے 'نمارہ' میں مشہور عرب شاعر امریٔ القیس کی قبر پر مکتوب تھا۔مذکورہ نقش پانچ سطور پر مشتمل ہے۔اس خط کو خطِ عربی کا آغاز قرار دیا جا سکتا ہے ②۔ اس نقش کو فرانسیسی مستشرق رینی دوساد (Reni Dussaud) نے دریافت کیا۔③

۞......نقشِ زبد: یہ نقش تین لغات: یونانی ،سریانی ،اور عربی میں مکتوب ہے۔جس کو محقق مارک لیتسبرسکی (Mark Lid zbarski) نے پڑھا۔ یہ نقش ۵۱۲عیسوی میں لکھا گیا۔④

۞......نقشِ حران: اس نقش کی تاریخ ۵۶۸عیسوی ہے۔یہ مکتوب جبل الدروز کے شمالی شہر حران میں پایا گیا۔ یہ نقش 'معمدان' میں مقدس یوحنا کے مکانِ وضع کے عین اوپر کندہ

---

① مرجعِ سابق

② نفس المصدر: ص۹......اسرائیل ولفنسون: تاریخ اللغات السامیۃ: ص۱۹۱

③ ملاحظہ ہو: Nabbia: I

④ نفس المصدر: ص۱۹۲

Marfat.com

تھا۔ پروفیسر لٹمن ماکس (Littmann Max) نے رموزِ کلمات کو حل کیا۔ یہ مکتوب پہلی صدی ہجری کے اواخر میں مستعمل، خطِ عربی سے متشابہ ہے۔ ①

۞......**نقشِ اُمّ الجمال (دوم):** یہ چھٹی صدی عیسوی کا نقش ہے۔ اس کو بھی لٹمن (Littmann) نے دریافت کیا۔ ②

مذکورہ دریافت شدہ نقوش اور ان کی تاریخ پیش کرنے کا مقصد، خطِ عربی کی خطِ نبطی سے مشابہت کی وضاحت کرنا ہے۔ کیونکہ عربی خط اپنے حروف اور ان کی اشکال، حروف کے ملاپ اور علیحدگی کے لحاظ سے نبطی خط کے مشابہ ہے، جو طورِ سیناء میں پروان چڑھا تھا۔ پھر مذکورہ خط، اس علاقہ کے ساتھ ساتھ بلادِ شام کی حد 'صحرائے متاخمہ' تک پھیل گیا اور یہیں سے بلادِ حجاز کی طرف منتقل ہوا۔ جیسا کہ اس کی وضاحت سہیلہ یاسین نے اِن الفاظ میں کی ہے:

"أن الخط العربی قریب من الکتابة النبطیة المتأخرة التي اکتشفت فی طورِ سیناء والبتراء وقالوا لابدّ أنه ظهر فی أول تطوره بین هذه المنطقة ثم انتشر إلی الصحراء المتاخمة لحدود بلاد الشام، ومن هنا انتقل إلی المراکز التجاریة...... فی بلاد الحجاز ولعل انتشار الخط فی حواضر الحجاز فی مکة ویثرب مثلاً، إنما جاء من الحیرة". ③

چنانچہ مذکورہ بالا شواہد کی بنیاد پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قدیم خطِ عربی دراصل خطِ نبطی سے ماخوذ تھا④۔ اور اسی سے 'الخط الکوفی' یا حجازی، خطِ حیری کی شکل سے ترقی کر کے معرضِ وجود میں آئے اور یہی خط قبل از اسلام اور اس کے بعد مستعمل رہے۔

---

① کامل البابا: روح الخط العربی: ص۹

② ملاحظہ ہو: Nabbia: I

③ الجبوری: الخط العربی: ص۱۹

④ سید محمد سلیم، پروفیسر: تاریخ خط وخطاطین: ص۵۱، ط۱، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

Marfat.com

حجازِ مقدس میں عربی رسم الخط کی آمد:

عرب تمدّن کے پس منظر میں جھانکا جائے تو معاشی زندگی کے وسائل کی کمی، خانہ بدوشی کو تجارت میں بدلتی نظر آتی ہے۔ دنیا میں لسانیات اور فن تحریر کی تاریخ ایجاد کے پس منظر میں مذہب، حکومت اور تجارت تین ایسے صیغے ہیں جو فنِ تحریر پر موقوف ہیں۔ لیکن حجازِ مقدس میں رسم الخط کی آمد کا سب سے بڑا محرّک تجارت تھا باوجودیکہ حجازِ مقدس تک پہنچنے کیلئے عربی خط کو ایک طویل سفر طے کرنا پڑا۔ چنانچہ اس حقیقت کی طرف کثیر تعداد میں روایات مشیر ہیں کہ حیرہ سے مکہ کی طرف رسم وکتابت کا انتقال، دومۃ الجندل کے راستہ سے ہوا ہے ①۔ جیسا کہ علامہ کردیؒ رقمطراز ہیں:

"وقد وصل الخط من اليمن إلى الحيرة والأنبار بواسطة كنده والنبط، لأن اهل الحيرة والأنبار كانوا يتقارضون التعليم فيأخذ بعضهم عن بعض، ومن الحيرة والأنبار وصل الخط لأهل الحجاز بواسطة عبد الله بن جدعان وبشر بن عبد الملك". ②

یعنی خط، کندہ اور نبط سے ہوتا ہوا یمن سے حیرہ اور انبار تک پہنچا کیونکہ اہل حیرہ وانبار نے تعلیم وتعلّم کے دوران اس خط کو ایک دوسرے سے سیکھا۔ پھر عبداللہ بن جدعان اور بشر بن عبدالملک کے ذریعے، حیرہ اور انبار سے حجاز تک پہنچا۔

قریش مکہ تک ایصالِ خط پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اکثر مورخین نے بیان کی ہے:

"قيل لابن عباس (ص) من أين تعلم الهجاء والكتابة والشكل؟ قال: تعلّمناه من حرب بن أمية؛ قيل: ومن أين علّمه حرب ابن أمية؟ قال:

① القلقشندی: صبح الاعشیٰ: ۳/۱۴

② تاریخ الخط العربی وآدابہ: ص ۵۷

Marfat.com

من طارئٍ طرأ علينا من اليمن . قيل: ومن أين علّمه ذلک الطارئ؟
قال: كانت بالوحي لهود عليه السلام". ①

مؤرخ بلاذری کے نزدیک حجاز میں کتابت اور رسم الخط داخل کرنے کا سہرا بشر بن عبدالملک کے سر ہے جو دراصل اکیدر بن عبدالملک بن عبدالجن الکندی السکونی کا بھائی تھا۔ بشر بن عبدالملک حیرہ میں مقیم ہوا اور اہلِ حیرہ سے خطِ عربی سیکھ کر مکہ آیا۔ وہاں سفیان بن امیہ بن عبدالشمس اور ابوقیس بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب نے اُسے لکھتے دیکھا تو ہجاءِ خط سکھانے کی درخواست پر مذکورین کو ہجا سکھائے۔ پھر بشر، سفیان اور ابوقیس نے تجارت کی غرض سے طائف کا سفر کیا تو غیلان بن سلمۃ الثقفی نے اُن سے خط سیکھا۔ بعدازاں بشر نے ملکِ شام کا سفر کیا تو اکثر لوگوں نے وہاں خط سیکھا۔ ②

جرجی زیدان کے خیال میں ورقہ بن نوفل نے مکہ میں کتابت کو سب سے پہلے رواج دیا ③۔ جبکہ ابن ندیم کے نزدیک ابوقیس بن عبدِ مناف بن زہرہ سب سے پہلے خط کو مکہ میں لے کر آیا ④۔ چنانچہ علاقہ حجاز میں خط و کتابت کو اولاً داخل کرنے کے بارے میں مجوزہ چار نام سامنے آتے ہیں:

◆ ...... حرب بن امیہ ◆ ...... بشر بن عبدالملک ◆ ...... ابوقیس ◆ ...... ورقہ بن نوفل

---

① مرجعِ سابق...... ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۰...... ابن خلکان: وفیات الاعیان: ۳۰/۳ (ابن خلکان نے ابن الکلبی (م ۲۰۴ھ) اور الہیثم (م ۲۰۷ھ) بن عدی کا قول بھی حرب بن امیہ کے بارے میں نقل کیا ہے)۔

② البلاذری: فتوح البلدان: ص ۴۷۶...... بعض روایات میں ہے کہ بشر نے مکہ میں ابوسفیان کی بہن اور حرب بن امیہ کی بیٹی صہباءؑ سے شادی کی اور ایک بڑی جماعت نے اس سے خط سیکھا۔ (السیوطی: المزہر: ۳۴۶/۲...... القلقشندی: صبح الاعشیٰ: ۱۴/۳...... الکردی: تاریخ الخط العربی وآدابہ: ص ۵۸

③ جرجی زیدان: ص ۹۴ ④ الفہرست: ص ۵

٤١٣٦٣

Marfat.com

لیکن کسی ایک شخص کے تعین سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ صوری اور نسبی ہے:

"والإختلاف هذا صوري ونسبي لا يضر فقد يكون أحدهم أدخلها في بلدة بينما الآخر في بلدة أخرى وعلى هذا يمكن تعدد الأولية ونسبتها منهم". ①

یعنی یہ اختلاف حقیقی کی بجائے صوری و نسبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہر ایک اُس شہر میں داخل ہوا اور کتابت کی تشہیر کرنے والا ہو جس میں دوسرا موجود نہ ہو۔ البلاذری کی روایت کے مطابق ابوقیس بن عبد مناف، بشر بن عبد الملک کا شاگرد ہے اور باقی افراد کے درمیان بھی اختلافِ زمان و مکان کا احتمال موجود ہے۔ لہٰذا کسی ایک کا نام متعین کرنے کیلئے کوئی پختہ دلیل موجود نہیں۔ ②

بِشر اور حرب سے ہی اکثر قریش نے کتابت سیکھی جن میں شفاء بنتِ عبد اللہ العدویہ بھی شامل ہیں۔ یہ سلیمان بن ابی حثمہ کی والدہ ہیں۔ انہی کو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ "علّمي حفصة رقية النمل كما علمتها الكتابة" یعنی تم ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو چیونٹی کے کاٹنے کا دَم سکھاؤ جس طرح تم نے اِسے کتابت سکھائی ہے ③۔ ارضِ مکہ میں کتابت سیکھنے والے افراد کی فہرست صاحبِ فتوح البلدان نے مرتب کی ہے۔ ④

لیکن مکہ سے قبل مدینہ منورہ میں نوشت و خواند اور خط و کتابت کا آغاز ہو چکا تھا اور یہودِ ماسکہ کا ایک یہودی بچوں کو کتابت کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ ⑤

---

① الکردی: تاریخ الخط العربی وآدابہ: ص ۵۸ ② د۔ جواد علی: تاریخ العرب قبل الاسلام: ۱۸۸/۱

③ الکردی: تاریخ الخط العربی: ص ۶۰ ④ البلاذری: فتوح البلدان: ص ۴۷۶

⑤ الکردی: تاریخ الخط العربی وآدابہ: ص ۶۱ Nabbia : p.6

Marfat.com

"بعض اليهود قد علم كتاب العربية، وكان يعلمه الصبيان بالمدينة في الزمن الأول". ①

اس کے علاوہ چند قبائل مثلاً: اوس، خزرج اور ثقیف کتابت میں وجہِ شہرت کا حامل تھے:

"فقد ذكروا أن رسول الله ﷺ دخلها وكان فيها يهودي من ماسكة، يعلم الصبيان الكتابة، وكان فيها بضعة عشر من الرجال يعرفونها منهم: زيد بن ثابت وكان يكتب الكتابتين: العربية والعبرانية، وسعد بن زرارة والمنذر بن عمرو وأبي بن كعب ورافع بن مالك وأسيد بن حضير ومعن بن عدى وأوس بن خولىٰ وأبو عبيس ابن كثير وبشير بن سعد، وكان الأوس والخزرج مشهورين فى الكتابة وكذلك ثقيف". ②

خواندہ افراد اور قبائل کی یہ تعداد حضارتِ مدینہ میں کتابت کے اعلیٰ مقام کی عکاسی کرتی ہے۔ حجازِ مقدس میں خط و کتابت کی آمد سے متعلق عربی تاریخ کے تمام مصادر اِس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ نزولِ قرآن یا اس سے کچھ پہلے کا زمانہ ہے③۔ بہر حال روایات کی روشنی میں یہ بات طے ہے کہ حد درجہ مماثل و متشابہ ہونے کی بنیاد پر خط نبطی کو عربی خط کی اصل قرار دینا درست ہے۔

---

① البلاذری: ص ۴۷۹

② ابن عبدالبر: ابوعمر یوسف بن عبداللہ (م ۴۶۳ھ): الاستیعاب فی معرفة الأصحاب: ص ۹۳، مکتبۃ نہضۃ قاہرہ، مصر، ۱۹۶۰ء

③ الاصفہانی: کتاب التنبیہ علی حدوث التصحیف: ص ۱۹

Marfat.com

فصل دوم

....

رسم کی لغوی واصطلاحی ابحاث

Marfat.com

بلحاظِ لغت ''رسم'' کے ارتقائی مدارج:

رموزِ مکتوبہ اور لکھی ہوئی اشیاء کیلئے، لغتِ عربی میں، متعدد الفاظ استعمال ہوتے رہے ہیں مگر ان میں سے چار خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں:

۱۔ کتاب　۲۔ خط　۳۔ ھجاء　۴۔ رسم

علمائے رسم، پہلی اور دوسری صدی ہجری تک خطِ مصحف اور دیگر مکتوبات کیلئے لفظ 'کتاب' ① ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ پھر 'کتاب' کی جگہ لفظ 'خط' استعمال ہونے لگا اور 'خط المصحف' کی اصطلاح معرضِ وجود میں آئی۔ کچھ زمانے کے بعد اسی کو علم الخط کہا جانے لگا ②۔ لیکن یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ اصطلاح فن کتابت اور صناعتِ خطاطین پر کثرت سے بولی جاتی تھی۔ لفظ 'خط' کی ارتقائی شکل 'ھجاء' تھی ③۔ ابن ابی داؤد (م۳۱۶ھ) نے اسی لفظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ''ھجاء المصاحف'' کی اصطلاح استعمال کی ہے ④۔ 'الھجاء' کے بارے میں علامہ قسطلانیؒ (م۹۲۳ھ) رقمطراز ہیں:

''التلفظ بأسماء الحروف لا مسمیاتها لبیان مفرداتها'' ⑤.

یعنی 'ھجاء' سے مراد حروف کے ناموں کا تلفظ ہے لیکن اِن حروف کے مفردات کا بیان کرنا اس سے مراد نہیں۔ مثلاً: اگر لفظِ 'عبد' کے ھجاء کے بارے میں سوال ہو تو یہ عین، باء اور دال

---

① ''الذی هو أحد مصادر کتب''۔ ابن منظور: لسان العرب:

② السیوطیؒ: رسالة فی علم الخط: (الرسالة الخامسة من کتاب التحفة البهیة والطرفة الشهیة): ص۵۴، مطبعة الجوائب، استنبول، ۱۳۰۲ھ

③ ''الهجاء: وهو من هَجَوْتُ الحروف''۔ ابن منظور: لسان العرب

④ کتاب المصاحف: ص۱۲۹

⑤ القسطلانیؒ: ابو العباس احمد بن محمد (م۹۲۳ھ): لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۱/۲۸۳، المجلس الأعلیٰ للشئون الإسلامیة، قاہرہ، ۱۹۷۲ء

ہیں۔ گویا لکھے ہوئے کلمہ کے حروف کی تعداد کا نام ھجاء ہے۔

جب ہم لغتِ عربی کے بنیادی مصادر اور معاجم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں خط وکتابت پر لکھی گئی کتب، 'کتبِ ھجاء' یا 'ھجاء المصاحف' کے نام سے ملتی ہیں۔ ''رسمِ عثمانی'' یا ''رسم المصحف'' کی اصطلاح کے استعمال سے تمام بنیادی معاجم خالی ہیں۔ جو اس بات پر دال ہیں کہ ''الرسم العثمانی'' یا ''رسم المصحف'' کی اصطلاحات 'کتاب'، 'خط' اور 'ھجاء' کے بعد مستعمل ہوئیں۔ کیونکہ تمام معاجم لغت 'رسم' کے ذیل میں خط کے معنی کی بجائے دیگر معانی بیان کرتی ہیں۔ اکثر ماہرین لغت نے اس کا معنی 'اثر' ① کیا ہے۔ جس کے معنی 'نشان' یا 'علامت' کے ہیں۔ علامہ ابوطاہر السندیؒ نے اس 'اثر' کے معنی کو کتابت کے معنوں میں لیا ہے: '' اثر الکتابة فی اللفظ'' ②۔ ابن منظورؒ لفظ رسم کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''الرسم : الأثر، وقیل :بقیة الأثر، وقیل ھو مالیس له شخص من الآثار...... ترسّمت المنزل: تأملت رسمه؛ قال ذو الرمة: أن ترسّمتَ من خَرْقَاءِ منزلةً'' ③

مرتضٰی الزبیدی کے نزدیک:

''رَسَمَ:(الأثر). والروسم: (العلامة)......والرواسیم:(کتب کانت فی الجاهلیة)'' ④

① الازہری: ابومنصور محمد بن احمد (م ۳۷۰ھ): تھذیب اللغة: ۴۲۲/۱۲، ط ۱، قاہرہ، ۱۹۶۴ء ؛ ابنِ درید: جمہرۃ اللغۃ: ۳۳۶/۲ ؛ الجوہریؒ: تاج اللغۃ والصحاح: ۱۹۳۲/۵

② ابوطاہر عبدالقیوم السندیؒ: **صحفات فی علوم القراء ات**: ص ۱۶۶، ط ۱، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

③ ابن منظورؒ: لسان العرب: ۲۴۱/۱۲

④ الزبیدی: ابوالفیض محمد بن محمد مرتضٰی الحسینی (م ۱۲۰۵ھ): **تاج العروس**: ۳۱۲/۸، ط ۱، داراحیاء التراث العربی، مصر، ۱۳۰۶ھ

Marfat.com

صاحبِ مقاییس اللغۃ اس کا معنی یوں کرتے ہیں:

"رسم: الراء والسين والميم، أصلان: أحدهما الأثر، والآخر ضرب من السير"①

یعنی رسم کا ایک معنی تو 'اثر' ہے اور دوسرا معنی چلنے کی ایک قسم ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے 'الأثر يدل على الماشي'۔ عربی زبان کے اس لفظ کے ساتھ 'اثر' کا معنی اتنا مضبوط ہے کہ دیگر کئی زبانوں میں بھی اس کا یہی مفہوم مخصوص ہے، مثلاً:

زبان:	اردو	بنگلہ	بلوچی	پنجابی	سندھی	کشمیری	پشتو
'رسم' کا معنی:	رسم/رواج	ریتی	دود	ریت	رسم	رسم	دوود دستور②

چنانچہ دیگر علاقائی زبانوں میں بھی یہ لفظ اسی معنی کیلئے خاص ہے۔ اسی طرح عربی زبان کی معاجمِ اساسیہ میں بھی لفظِ 'رسم' علامت اور نشان کے معانی میں مذکور ہے۔

لفظِ 'رسم' کی اصطلاحی تعریف:

'اثر' اور 'علامت' کے معانی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آثارِ مرئیہ کیلئے بولے جانے والے الفاظ کا اِنتقال بھی 'رسم' کے مرہونِ منت ہے۔ لہٰذا رسمِ عثمانی کی تعریف سے قبل لفظِ رسم کی ذاتی اور اصطلاحی تعریف کا تعیُّن ضروری ہے۔ چنانچہ لفظِ 'رسم' کے اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے علامہ السندیؒ لکھتے ہیں:

"تصوير كلمة بحروف هجائها، بتقدير الإبتداء بها والوقوف

① ابوحسن احمد: ابن فارس بن زکریا (۳۹۵ھ): **معجم مقاييس اللغة**: ۲/۳۹۳، مکتب الأعلام الاسلامی، بغداد، ۱۴۰۴ھ

② اشفاق احمد ہفت زبانی لغت: ص ۳۵۵، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۷۴ء

Marfat.com

علیھا، لتتحول اللغة المنطوقة إلى آثار مرئية"①.

(یعنی کسی کلمہ کے حروفِ ہجاء کی ایسی صورت، جس کی مدد سے کلمہ کی ابتداء اور وقف کا اندازہ ہوتا ہے تاکہ بولی جانیوالی زبان، نظر آنے والے آثار پر دلالت کرے) انہی الفاظ کو الدکتور السید رزق الطّویل اس پیرائے میں بیان کرتے ہیں:

"وفي الاصطلاح: تصوير الألفاظ بحروف هجائها، لتحول اللغة المنطوقة إلى آثار مرئية تتيح لمن يطلعون عليها أن يحصلوا ما تدل عليه من علوم وأفكار"②.

(گویا حروفِ تہجی کی صورتوں کا اصطلاحی نام 'رسم' ہے) اور حروفِ ہجاء جب لغت منطوقہ سے آثارِ مرئیہ یعنی مکتوبہ الفاظ کی طرف منتقل ہوتے ہیں تو یہ قارئین کیلئے برانگیختگی کا ایک سبب بنتی ہے کہ وہ اِن نقوش اور صورتوں سے علوم وافکار کا حصول ممکن بنائیں۔ کیونکہ "الخط سمط الحكمة، وبه تفصّل شذوذها، وينتظم منثورها" ③ کہ خط، حکمت کا ایک دھاگہ ہے جس کے ذریعے منتشر چیزوں کو جوڑا اور پراگندہ اشیاء کو جمع کیا جاتا ہے۔

لیکن ابوعمرو الدانی (م۴۴۴ھ) نے المقنع میں سب سے پہلے اصطلاحاتِ کتابت کو جمع کیا ہے اور الدانی ہی کے دور میں لفظِ 'رسم' کو اصطلاحاً، خطِ مصحف کے ساتھ خصوصی طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ 'خط المصاحف' کیلئے "علم الرسم" کا استعمال غالب ہوگیا④۔ یہی وجہ ہے کہ 'علم الرسم' پر لکھی گئی تالیفاتِ متقدمہ میں "ہجاء

① السندیؒ: صفحات فی علوم القراءات: ص۱۶۶

② الطّویل: الدکتور السید رزق: فی علوم القراءات مدخل ودراسة وتحقیق: ص۲۴۷، ط المکتبۃ الفیصلیۃ، مکہ، ۱۴۰۵ھ

③ القلقشندیؒ: صبح الاعشیٰ: ۶/۳

④ نصر الہورینی: المطالع النصریۃ للمطابع المصریۃ فی الأصول الخطیۃ: ص۷، ط۲، المطبعۃ المیریۃ، مصر، ۱۳۰۲ھ

Marfat.com

المصاحف'' کی اصطلاح غالب نظر آتی ہے۔جیسا کہ ابن مالک (م۶۷۲ھ) نے اپنی تصنیف تسهيل الفوائد وتكميل المقاصد میں ''الرسم السلفی'' کی اصطلاح استعمال کی ہے ①۔ ابوالعباس القلقشندی (م۸۲۱ھ) نے بھی صبح الاعشیٰ فی کتابة الانشاء میں ''المصطلح الرسمی '' کا استعمال کیا ہے ②۔پھر اسی کو تدریجاً مخصوص مفہوم میں صاحب مفتاح السعادة نے ''علم رسم کتابة القرآن فی المصحف' ' کا نام دیا③۔اسی طرح ابن خلدون نے ''الرسم المصحفی '' لکھا ہے ④۔گویا وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ 'رسم عثمانی' کے لئے لفظ 'کتاب' سے شروع ہونے والا سفر لفظ 'رسم' پر ختم ہوتا ہے۔

رسم کی اقسام اور ان کے اصطلاحی مفاہیم:

کتابت کے مفہوم میں 'رسم' کا تاخیر سے استعمال اور پھر مصاحف کے ساتھ اس کی تخصیص نے لفظ مذکور کو دیگر اصطلاحات سے جدا کیا ہے۔مختلف فنون میں لفظ مذکور کا استعمال اس کی تقسیم کا باعث بنا ہے۔اسی بنیاد پر علامہ ابن خلدون نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ لکھتے ہوئے کتابتِ عربی کے اسلوب میں دو زاویے معرضِ وجود میں آئے ،ایک تو خصوصاً مصاحف کا طرزِ کتابت اور دوسرا روزمرہ استعمال ہونے والا اندازِ تحریر ⑤۔جبکہ علامہ ابوحیان نے اس کو تین اقسام: عروضی اصطلاح، کتابت

---

① ابن مالک: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الجیانی ؒ. **تسهيل الفوائد وتكميل المقاصد**: ص۳۳۲، دار الکتاب العربی، قاہرہ، ۱۹۶۷ء

② القلقشندی: صبح الاعشیٰ: ۱۷۲/۳

③ طاش کبریٰ زادہ: احمد بن مصطفیٰ (م۹۶۲ھ): **کتاب مفتاح السعادة ومصباح السعادة**: ۲۲۹/۲، ط۱، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد، س۔ن

④ ابن خلدون: تاریخ ابن خلدون: ۷۹۱/۱

⑤ ابن خلدون: ۷۵۷/۱

Marfat.com

مصحف کی اصطلاح اور اِن کے علاوہ مستعمل کُتّاب اور خطاطین کی اصطلاح ، میں منقسم کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”فقد صار الإصطلاح في الكتابة على ثلاثة انحاءٍ: اصطلاح العروض واصطلاح كتابة المصحف واصطلاح الكتاب فى غير هذين“. ①

- رسمِ عروضی
- رسمِ املائی رقیاسی
- رسمِ عثمانی ررسمِ اصطلاحی ررسمِ مصحفی

1. رسمِ عروضی:

’رسمِ عروضی‘ سے مراد اہلِ عروض کے نزدیک کسی شعر کی تقطیع وتعریض کیلئے اختیار کیا جانے والا رسم ہے۔ جیسا کہ علامہ قلقشندیؒ لکھتے ہیں:

”وهو ما اصطلح عليه أهل العروض فى تقطيع الشعر“ ②

فنِ عروض میں شعراء کا اعتماد، معنی کی بجائے سماعِ لفظ پر ہوتا ہے کیونکہ فنِ عروض میں الفاظ اور حروف کی تعداد کے ساتھ ساتھ ان کے متحرک وساکن ہونے کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تنوین کو بصورتِ نون لکھنا، جیسے: جاهِلاً کو جاهِلَنْ، حالتِ وقف میں آخری حرکت کو حرف میں بدلنا جیسے: تَزَوَّدِ کو تَزَوَّدِیْ ؛ حرفِ مدغم کو دو حروف لکھنا جیسے: أيّامُ کو أَيْيَامُ ؛ لام کو حذف کرنا، جیسے: مِنَ النَّاسِ وغیرہ رسمِ عروضی کی عام خصوصیات ہیں۔

---

① السیوطی: ہمع الہوامع: ۲/۲۴۳...... غانم: رسم المصحف: ص ۷۴

② القلقشندی: صبح الأعشیٰ: ۳/۱۷۲

امرئ القیس کے ایک شعر کو رسمِ عروضی میں لکھا جاتا ہے:

سَتُبْـدِیْ لَکَ الأیَّـامُ مَـا کُـنْـتَ جَـاهِلاً

وَیَـأْتِیْکَ بِـالأخْبَـارِ مَـنْ لَّـمْ تُـزَوِّدِ ①

رسمِ عروضی میں اس کی شکل یوں ہوگی:

سَتُبْـدِیْ، لَـکَـالأیـیـا،مُـمَـا کُنْ ،تَـجَـاهِـلَنْ

وَیَـأْتِـیْ، کَبِـالأخْبَـا،رِ مَلَّـمْ، تُـزَوِّدِیْ ②

2. رسمِ املائی رقیاسی:

اس اصطلاح کا دوسرا معروف نام 'رسمِ قیاسی' ہے۔ اس سے مراد ''کلمہ کے رسم اور کتابت کا اُس کے تلفظ [اور عام عرف] کے موافق ہونا ہے۔ اسی مفہوم کو علامہ ابو طاہر السندیؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''وهو موافقة الخط اللفظ، کرسم کلمة نستعین''. ③

لیکن طاش کبریٰ زادہؒ نے رسمِ املائی یا قیاسی کی سب سے جامع و مفصل تعریف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''علم یبحث فیه عن الأحوال العارضة لنقوش الحروف العربیة بحسب الآلات الصناعیة..... وهذا العلم من حیث حصول الحروف بالآلة من أنواع علم الخط ومن حیث دلالتها علی الألفاظ من فروع علم العربیة''④

---

① سبع معلقات: قاضی سجاد حسین (مترجم): معلقہ نمبر۲ (طرفہ بن عبد البکری)۔ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ س ن

② القلقشندی: صبح الأعشیٰ: ۱۷۲/۳

③ السندیؒ: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۶۸ و ۱۶۹

④ طاش کبریٰ زادہ: مفتاح السعادۃ: ۸۴/۱

Marfat.com

یعنی آلاتِ کتابت کے لحاظ سے عربی حروف کے نقوش کے احوال پر بحث کرنے والا علم ''رسم املائی'' ہے۔ اسی طرح رسمِ املائی کی دو حیثیتیں متعین ہوتی ہیں: پہلی:۔ یہ علم الخط کی ایک قسم کے طور پر آلہ کے ذریعہ حروف عربیہ کا حصول ممکن بناتا ہے، دوسری:۔ اس کے ذریعہ سے علمِ عربی کی فروعات اور ان کے الفاظ پر دلالت ممکن ہوتی ہے۔

گویا منطوقات کی نقوش کے ساتھ مطابقت کا نام 'رسمِ املائی' یا 'رسمِ قیاسی' ہے۔

اس لحاظ سے یہ علم، حروف کی اشکال اور صورتوں کے متعلق ہے جس کی بنیاد پر اس کو 'علم الخط' کی ایسی قسم قرار دینا مناسب ہوگا جس میں الفاظِ عربیہ کی بلحاظِ حروف، لغوی بحث کی جاتی ہے۔ بالفاظِ دیگر کسی زیادتی اور نقصان یا کسی تغیر وتبدل کے بغیر حروفِ عربیہ کے متعلق بحث کا میدان، رسمِ املائی کہلاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ زرقانی ؒ نے اس کی تعریف انہی الفاظ میں کی ہے:

"الأصل فی المکتوب أن یکون موافقا تمام للموافقة للمنطوق، من غیر زیادة لا نقص، ولا تبدیل ولا تغییر"①

مذکورہ قیود کے علاوہ رسمِ املائی کی اصل پہچان بہر حال یہی ہے کہ خط، لفظ کے موافق ومطابق ہو۔

جیسا کہ علامہ ناصر الدین ارکاٹی کے الفاظ ہیں:

"فالقیاسی ما طابق فیه الخط اللفظ"②.

یعنی رسمِ قیاسی سے مراد وہ رسم ہے جو لفظ کے مطابق لکھا جائے۔

---

① الزرقانی: الشیخ محمد عبد العظیم: مناهل العرفان فی علوم القرآن: ۱/ ۳۶۲۔

② ارکاٹی: محمد غوث بن ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد: نثر المرجان فی رسم نظم القرآن: ۱/ ۱۷، مطبعۃ شمس الاسلام، حیدرآباد دکن، ۱۳۴۹ھ

Marfat.com

3. رسمِ عثمانی (رسمِ مصحف/رسمِ اصطلاحی):

کلماتِ قرآنیہ کی اِملاء مخصوص قواعد کے تحت، عام عربی املاء یا رسمِ املائی رقیاسی سے مختلف ہے۔ اِس اختلاف کی بنیاد، کلماتِ قرآنیہ کی کتابت میں ملحوظ رکھی گئی وہ مخصوص ہیئت ہے جو خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لکھوائے گئے مصاحف میں اختیار کی گئی۔ حضرت عثمان نے چونکہ امت کو اسی رسم کے التزام پر مجتمع کیا لہٰذا اسی بنیاد پر اس کو ''رسمِ عثمانی'' کا نام دیا گیا۔ اِس کے متعلق الدکتور صبحی صالحؒ لکھتے ہیں:

''...ما ینسبون هذا الرسم إلى الخليفة الذي ارتضاه فيقولون: رسم عثمان أو الرسم العثماني''. ①

رسمِ عثمانی کو بعض علماءِ رسم نے 'رسمِ توقیفی' کا نام بھی دیا ہے۔ علامہ المارغنیؒ لکھتے ہیں:

''الرسم قسمان: قياسي و توقيفي. ويسمى القسم الثاني بالإصطلاحي نسبة لإصطلاح الصحابة رضي الله عنهم''. ②

یعنی رسم کی دو اقسام ہیں: قیاسی اور توقیفی۔ دوسری قسم کو صحابہ کرامؓ کی اصطلاح کی طرف نسبت کرتے ہوئے رسمِ اصطلاحی کہا جاتا ہے۔

رسمِ توقیفی یعنی رسمِ عثمانی کی تعریف، موضوع اور فوائد کا ذکر کرتے ہوئے علامہ المارغنی رقمطراز ہیں:

''والرسم التوقيفي علم تعرف به مخالفات خط المصاحف العثمانية لأصول الرسم القياسي......وموضوع الرسم

---

① د۔ صبحی صالح: مباحث فی علوم القرآن: ص ۲۷۵، ط ۵، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۳۶۳ھ

② الشیخ ابراہیم بن احمد المارغني التونسي: دليل الحيران على مورد الظمآن في فني الرسم والضبط: ص ۲۵، ط ۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

Marfat.com

التوقيفي: حروف المصاحف العثمانية من حيث الحذف والزيادة والإبدال والفصل والوصل ونحو ذلک، ومن فوائده:: تمييز ما وافق رسم المصاحف من القراء ات فيقبل، وما خالفه منها فيرد". ①

یعنی رسمِ توقیفی وہ علم ہے جس کے ذریعے رسمِ قیاسی کے اصولوں اور مصاحفِ عثمانیہ کے خط کے مابین اختلافات کا علم ہوتا ہے۔رسمِ توقیفی کا موضوع، حذف، زیادت، ابدال اور فصل ووصل کے لحاظ سے انہی مصاحفِ عثمانیہ کے حروف ہیں۔رسمِ عثمانی کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اسی کی بدولت، رسمِ مصاحف کے موافق اور مخالف قراءات کی تمیز میں مدد ملتی ہے۔

لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ''رسمِ عثمانی'' کلیتًا عام قواعدِ املاء اور عُرفی کتابت کے متضاد ہے بلکہ مصاحفِ عثمانیہ میں اکثر کلماتِ قرآنی رسمِ املائی کے موافق ہیں البتہ بعض مواقع پر بربنائے حکمت اس سے مخالفت کی گئی ہے، جیسا کہ ابن الجزریؒ نے اس کی تصریح کی ہے ②۔رسمِ مصحفِ عثمانی، عرب معاشرہ میں ایک زمانہ سے رائج، کتابتِ عربی کے رسم میں عمدگی اور نکھار لانے کا باعث بنا ہے۔چنانچہ علامہ غانم لکھتے ہیں:

"أن الكتابة العربية أتى عليها حين من الدهر كانت تكتب بالصورة التي نجدها فى الرسم العثماني قد تشهد لذلک النقوش التي ترجع في القرون الهجرية الأولى قد أظهر الحاجة بوضوح الى قواعد للكتابة اكثر تحديداً وضبطاً ......الى تكميل ما يبدو في

---

① مرجعِ سابق

② ابن الجزریؒ: ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی (م۸۳۳ھ): النشر فی القراء ات العشر: ۱۴/۱، ط۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

الکتابة العربیة من نقص والی توحید ما فیها من تعدد القواعد". ①

رسم عثمانی کے اِس تشخص کو اس کی اصطلاحی تعریف میں ملحوظ رکھا گیا ہے، علامہ قلقشندیؒ لکھتے ہیں:

"وھو ما اصطلح علیہ الصحابة _رضوان اللہ علیھم_ فی کتابة المصحف عند جمع القرآن الکریم". ②

یعنی جمعِ قرآن میں مصحف کی کتابت کرتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دستور کو اصطلاح رسمِ عثمانی کا نام دیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالہادی نے اس کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ سے کی ہے:

"یعنی القراء بالرسم: ما کتبت علیہ المصاحف الائمة فی عھد عثمان وبأمرہ" ③

یعنی قرّاء کے نزدیک رسم (عثمانی) سے مراد ایسا رسم ہے جس پر عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ میں بنیادی مصاحف کی کتابت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوئی۔

رسمِ عثمانی کے مستقل اصطلاح بننے کے باعث اس کو "رسمِ مصحف" اور "رسمِ اصطلاحی" سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ متاخرین علمائے رسم وقراءت نے "رسمِ عثمانی" کی تعریف میں انہی اسماء کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں:

"رسم المصحف :یراد بہ الوضع الذی ارتضاہ عثمانؓ فی کتابة القرآن وحروفہ" ④

---

① غانم قدوری الحمد: رسم المصحف: ص ۷۳۵

② القلقشندی: صبح الاعشیٰ: ۱۷۲/۳

③ عبدالہادی الفضلی: الدکتور: **القراءات القرآنیة -تاریخ و تعریف** :ص ۱۱۴، ط۲، دار القلم، بیروت، ۱۹۸۰ء۔

④ الزرقانی: مناہل العرفان فی علوم القرآن: ۳۶۲/۱ ......السندی: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۶۶۔

Marfat.com

یعنی رسمِ مصحف سے مراد قرآن کے کلمات اور حروف کی کتابت کا وہ طریقہ ہے جس کو حضرت عثمان ﷛ نے پسند فرمایا۔

کلماتِ قرآنیہ کی صحیح ادائیگی اور سبعۂ احرف کی شمولیت کی حکمت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ سے اسی طریقہ پر منقول رسم کے پیشِ نظر تمام صحابہ ﷡ کا اس رسم پر اتفاق ثابت ہے۔لہٰذا علمائے رسم نے صحابہ ﷡ کے اس اجماع کو رسمِ عثمانی کی تعریف کا جزء بنایا ہے۔ناصر الدین ارکانیؒ نے رسمِ عثمانی کی تعریف یوں کی ہے:

"ان المراد من مرسوم الخط فی اصطلاح الفن هو خط المصاحف العثمانية التی اجمع الصحابة عليها". ①

یعنی فنِ رسم میں رسم الخط سے مراد، مصاحفِ عثمانیہ کا وہ خط ہے جس پر صحابہ کرام ﷡ کا اجماع ثابت ہے۔

مذکورہ بالا تعریف، تاریخی اعتبار سے بے حد جامع ہے اور توحیدِ مصاحف کے سلسلہ میں اختلاف بین الصحابہ ﷡ کا ڈھنڈورا پیٹنے والے افراد کے دعویٰ کے ابطال کیلئے کافی وشافی ہے۔لیکن 'رسمِ عثمانی' کو 'رسمِ قیاسی واملائی' سے ممتاز کرنے والی خصوصیات، جنہوں نے اپنی اہمیت کی وجہ سے آخر کار قواعد کا روپ اختیار کیا، کے ذکر کے بغیر 'رسمِ عثمانی' کا اصطلاحی مفہوم مکمل طور پر ادا کرنا مشکل ہے۔چنانچہ ان قواعد اور خصوصیات کو تعریف میں شامل کرتے ہوئے علامہ ابو طاہر عبد القیوم السندیؒ لکھتے ہیں:

"وهو مخالفة الخط اللفظ ،وذلک ببدل ،أو زيادة،أو حذف،أو فصل،أو وصل أو نحو ذلک " ②

---

① ناصر الدین ارکانیؒ: نثر المرجان فی رسم نظم القرآن: ۱/۱۷

② السندی؛ صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۶۷

Marfat.com

علامہ طاہر رحیمیؒ نے اسی تعریف کو تفصیلی پیرائے میں کیا خوب صورت الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''اصطلاحی رسم یہ ہے کہ کسی معقول علت وحکمت (مثلاً: حرف کی ذات یا اس کی اصل پر دلالت، رفعِ التباس، اختصار، دو کلمات میں تفریق یا اس قسم کی اور کسی علت وحکمت) کی بناء پر بدل وزیادت وحذف یا فصل ووصل کی رُو سے کلمہ کی رسم اس کے تلفظ کے خلاف دوسری طرح ہو''۔ ①

روایات اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہیں کہ اسلامی عہد کے اوائل میں رسمِ عثمانی نے اتنی شہرت حاصل کر لی تھی کہ لوگ اس کو کتابت کیلئے نمونہ تصور کرتے تھے ②۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر ''الخط والہجاء'' کے عنوان سے کئی تصنیفات منظرِ عام پر آئیں جن میں محض بعض کلمات کو لکھنے کے طریقہ پر بحث کی گئی تھی۔ ''کتاب الهجاء'' کے نام سے چند بنیادی کتب کے مصنفین کے نام حسب ذیل ہیں:

- ...... ابو العباس محمد بن یزید المبرد (م ۲۸۵ھ)۔ ③
- ...... ابو العباس احمد بن یحیٰ ثعلب (م ۲۹۱ھ)۔ ④
- ...... ابو الحسن محمد بن احمد بن کیسان (م ۲۹۹) ⑤

---

① طاہر رحیمیؒ: مقدمہ کشف النظر (حصہ دوم): ۱/۱۹۱

② ''وقد ظل الرسم المصحفي نموذجاً يلتزمه كثير من الكتاب في رسم بعض الكلمات في القرون الهجرية الأولى'' (غانم: رسم المصحف: ص ۷۳۵)

③ یاقوت الحموی: ابو عبد اللہ بن عبد اللہ الملقب بشہاب الدین (۵۷۴ھ-۶۲۶ھ): معجم الادباء (ارشاد الأريب إلى معرفة الأديب) :۱۹/۱۲۱، مکتبۃ عیسی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۸ء...... ابن الندیم: الفہرست: ص ۵۹

④ ابن ندیم الفہرست: الفہرست: ص ۷۴

⑤ نفس المصدر: ص ۸۱

Marfat.com

- ......ابوبکر محمد بن السري السراج (م۳۱۶ھ)۔ ①
- ......ابوبکر محمد بن عثمان المعروف بالجعد (م۳۲۰ھ) ②
- ......ابوالحسین احمد بن سعد الکاتب (م۳۲۵ھ تقریباً) ③
- ......ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحٰق الزجاجي (م۳۴۰ھ) ④
- ......ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ (م۳۴۷ھ) ⑤

مذکورہ بالا کتب میں سے صرف مؤخر الذکر ہم تک پہنچ سکی ہے جس کو ڈاکٹر عبدالحسین محمد نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا⑥۔ درجِ بالا کتب میں ہجاء کے طریقۂ کتابت پر سیر حاصل بحث کی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں بھی یہ بحث اس اہمیت کی حامل تھی کہ اس پر تصنیفات رقم کی جائیں۔ ہمارا مقصد ہجاء اور املاء کے قواعد کا بیان نہیں بلکہ اس قدر وضاحت کرنا مقصود ہے کہ رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی میں موجود اس فرق کو علماءِ نحو ورسم نے واضح کر دیا ہے۔ رسمِ عثمانی نے مصحف کے ساتھ تعلق اور اپنی دیگر خصوصیات کی وجہ سے ایک الگ تشخص قائم کیا کیونکہ معاشرۂ انسانی میں رواج پانے والا ہر رسم الخط اور اس کے قواعد و خصائص، زمان و مکان کے تغیر کی وجہ سے تبدیل ہونے پر مجبور ہوتا ہے۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے رسمِ مصحف کو ایسی قیود سے مقید کر دیا

---

① یاقوت: معجم الادباء: ۲۰۰/۱۸

② ابن ندیم: الفہرست: ص۴۷......معجم الادباء: ۲۵۰/۱۸......السیوطیؒ: بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة: ۱۷۱/۱، عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۹۶۴ء

③ معجم الادباء: ۳۹/۳

④ رسم المصحف: ص۲۳۷

⑤ ابن ندیم: ص۶۳

⑥ غانم: رسم المصحف: ص۲۳۷

Marfat.com

جس نے قرآنی کلمات میں اُلتباس کے اِمکان کو ہمیشہ کیلئے ختم کر کے قولِ باری تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ① کا مطلب سمجھنے میں آسانی پیدا کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنانِ قرآن، کلماتِ قرآنی میں آمیزش کے اثبات سے ہمیشہ قاصر نظر آئے ہیں۔ کیونکہ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ②

رسمِ عثمانی کے حِکم وخصائص ہی ایسا حجاب ہیں جنہوں نے اہلِ کتاب کو اس بات سے منع کیے رکھا ہے کہ وہ کسی معلّمِ قرآن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے بغیر، محض رسم اور الفاظ ہی کو دیکھ کر قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دیں ③۔

① الحجر:۹

② حٰمٓ السجدۃ:۴۲

③ طاہر رحیمیؒ: مقدمہ کشف النظر (حصہ دوم):۱/۱۹۱

Marfat.com

باب دوم

کتابت قرآن کے ادوارِ ثلاثہ

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول

دورِ رسالت میں کتابتِ قرآن

Marfat.com

قرآن حکیم اور دوسری الہامی کتابوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ تمام کتب سابقہ تاریخ کی ستم ظریفیوں سے بری طرح متاثر ہوئی ہیں اور ان پر ایسے دور بھی گزرے ہیں جب ان کا رشتہ عملاً معاشرے سے کٹ کر رہ گیا اور ان کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان کی تدوین بھی ممکن نہ ہو سکی۔ بخلاف قرآن مجید کے کہ یہ جب سے اور جس طرح سے نازل ہوئی اسلامی معاشرے کی رگ و جان رہی ہے اور اس پر کبھی ایسا دور نہیں آیا جب اس کا چشمۂ فیض خشک ہوا ہو یا اس کے اور اسلامی معاشرے کے مابین انقطاع واقع ہوا ہو۔

کتاب اللہ کی یہی وہ مسلّمہ حقیقت ہے جو مستشرقین اور عدوانِ اسلام کی چشمِ حسود میں ہمیشہ خار بن کر کھٹکتی ہے اور گزشتہ دو صدیوں سے ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ اس کتابِ لاریب کی جمع و تدوین کے بارے میں ایسے شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں جن کی بنیاد پر یہ دعویٰ ممکن ہو سکے کہ گزشتہ کتابوں کی طرح (معاذ اللہ) قرآن مجید بھی تحریف و تصحیف سے محفوظ نہیں رہا۔ لیکن قرآن اور تاریخِ اسلامی میں رشتہ کی نوعیت اپنے دامن میں ایسے روشن اور تابندہ شواہد سمیٹے ہوئے ہے کہ کوئی منصف مزاج انسان اس حقیقتِ ربانی کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ پوری چودہ سو سالہ تاریخِ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ اس کتابِ عظیم کی حفاظت کیلئے ہر دور میں ایسے اقدامات و ذرائع کا استعمال کیا گیا جو اس وقت کے لحاظ سے مؤثر ترین اور بہترین تھے۔ جمع و کتابت کے حوالے سے ہم اپنی بحث کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں:

اوّلاً...... دورِ رسالت

ثانیاً...... دورِ صحابہؓ (عہدِ صدیقیؓ و عہدِ عثمانیؓ)

Marfat.com

...... دورِ رسالت میں کتابتِ قرآن:

بحث ہٰذا میں دو (۲) امور خصوصاً قابل غور ہیں؛

- عہدِ رسالت میں کتابتِ قرآن کے شواہد۔
- عہدِ نبوی میں کتابتِ قرآن کی کیفیت۔

عہدِ رسالت ﷺ میں کتابتِ قرآن کے شواہد:

علومِ قرآنیہ میں تنقید اور تعصب کی بناء پر وجہِ شہرت رکھنے والے مستشرق، آرتھر جیفری اپنی روش کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب المصاحف کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں؛

"لما قبض النبی (ﷺ) لم یکن فی أیدي قومه کتاب......". ①

حفاظتِ قرآن میں دخولِ شک، کتابتِ قرآن میں شبہات کے ورود اور اس میں اختلافات کے قیام جیسے مقاصدِ مذمومہ کیلئے آرتھر جیفری اور اس کے ہم فکر تمام مستشرقین کا اصل ہدف اس نتیجہ کو بہر صورت ثابت کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر ملال کے وقت صحابہ کے پاس کوئی کتابِ سماوی موجود نہ تھی۔ ②

لیکن دورِ رسالت میں کتابتِ قرآن کے بے شمار شواہد موجود ہیں جن کی بناء پر یہ دعویٰ برمحل ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں قرآنِ مجید کی کتابت کی جاتی تھی اور وہ اپنی مکمل صورت میں اس طرح لکھا جا چکا تھا جس طرح کہ وہ آج اُمتِ مسلمہ کے پاس ہے۔اس پر مندرجہ ذیل دلائل وشواہد پیش خدمت ہیں:

سننِ ابی داؤد کی روایت ہے؛

"کان النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم مما تنزل علیه الأیات

---

① آرتھر جیفری: مقدمہ کتاب المصاحف: ص۵

② د۔اسماعیل سالم عبدالعال: المستشرقون و القرآن: ص۴۶

فیدعو بعض من یکتب له ویقول له: ضع هذه الایة فی السورة التی یذکر فیها کذا و کذا". ①

یعنی جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ اپنے کاتبین میں سے کسی کاتب کو بلاتے اور اسے فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو۔

امام بخاریؒ روایت بیان فرماتے ہیں؛

"حدثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل عن ابی اسحق عن البراء قال لما نزلت لایستوی القاعدون من المومنین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا فلانا فجاءه ومعه الدواة واللوح والکتف فقال اکتب......" ②

یعنی حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ جب آیت لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے کسی کو بلایا، جب وہ آئے تو اُن کے پاس دوات، لوح اور کتف تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو۔ اس بارے میں علامہ زرکشیؒ رقمطراز ہیں:

"کتابة القرآن لیست محدثة فانه صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر بکتابته" ③

"قرآن کا لکھا جانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اس کی کتابت کا حکم دیا کرتے تھے"۔

---

① ابوداود: سلیمان بن الاشعث (م۲۰۲-۲۷۵ھ): السنن: کتاب الصلوٰة: باب من جهر بها: ۱/۱۲۱، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

② البخاری: الجامع الصحیح: کتاب التفسیر: باب لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللہ: ۲/۶۶۱، قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان، طبعہ ثانیہ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)

③ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۲۳۸

ابنِ ابی داؤد کتاب المصاحف میں سنداً روایت ذکر کرتے ہیں کہ

''...... عن خارجة بن زيد قال: دخل نفر على زيد بن ثابت فقالوا حدثنا بعض حديث رسول الله ﷺ فقال: ماذا أحدثكم كنت جار رسول الله ﷺ فكان إذا نزل الوحى أرسل الى فكتبت الوحى......الخ''①

''حضرت خارجہ بن زیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں چند لوگ جمع ہوئے اور کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات سنائیں تو آپ نے فرمایا: کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوسی تھا اور جب وحی کا نزول ہوتا تو آپ ﷺ مجھے بلاتے تو میں وحی لکھتا''۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل احادیثِ مبارکہ اس بات پر دلیل ہیں کہ قرآن مجید دورِ رسالت میں بھی، متفرق اجزائے مکتوبہ کی شکل میں، اپنی کتابی صورت میں موجود تھا؛

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اعطوا اعينكم حقها من العبادة ، النظر فى المصحف و التفكر والاعتبار عندعجائبه''②

یعنی عبادت میں اپنی آنکھوں کا حق ادا کرو، مصحف کو دیکھ کر پڑھنا اور اس میں غور وفکر کرنا عبادت ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

'' افضل عبادة امتى قرأة القرآ ن نظرا''③

---

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۷

② علی المتقی: علاء الدین بن حسام الدین الہندی: كنز العمال فى سنن الاقوال والافعال: ۵۱۰/۱، ط۵، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء

③ المصدر السابق: ۵۱۱/۱

"میری امت کی افضل عبادت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا ہے"۔

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

"قرأة الرجل القرآن فی غیر مصحف الف درجة، وقرأته فی المصحف تضاعف علی ذالک الی الفی درجة"①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"من ادام النظر فی المصحف متع ببصره ما دام فی الدنیا"②

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"من قرأ القرآن ناظراً حتیٰ یختمه، غرس الله له به شجرة فی الجنة"③

"جس شخص نے دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت ختم کی، تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کیلئے ایک درخت لگا دیتے ہیں"۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے:

"ان النبی ﷺ نهی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو"④

حضرت عمرو بن حزم سے مروی ہے:

"لا تمس القرآن الا طاهراً"⑤

دیکھ کر قرآن پڑھنا، مصحف سے دیکھ کر پڑھنے والے کیلئے دوگنا ثواب، نظر کی دائمی صحت کیلئے مصحف کا دیکھنا، ارضِ عدوّ میں قرآن کا کوئی حصہ لے کر جانا، قرآن کو بلا طہارت چھونے سے ممانعت وغیرہ اس پر دال ہیں کہ دورِ نبوی میں قرآن متفرق اجزائے

① المصدر السابق: ۱/۵۱۶ ② المصدر السابق: ۱/۵۳۶

③ المصدر السابق: ۱/۵۳۸ ④ المصدر السابق: ۱/۳۴۵

⑤ عبد الرزاق: ابوبکر بن ہمام الصنعانی (۱۲۶ھ-۲۱۱ھ): مصنف عبد الرزاق: ۱/۳۴۲، ط۱، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ

Marfat.com

مکتوبہ میں موجود تھا، جن کی مدد سے خلفاءِ راشدین نے قرآن کو صفحہءِ قرطاس پر منتقل کرنے کا کام انجام دیا۔ احادیث میں جہاں بھی عہدِ رسالت کے حوالے سے ''بین الدفتین'' کا لفظ مستعمل ہے، اس سے مراد؛ قرآن کی وہ شکل ہے جو آج ہمارے پاس محفوظ و مامون ہے۔ بہر حال دورِ نبوی میں قرآن کی باقاعدہ کتابت کیساتھ ساتھ کتابت کے جدید دور کا آغاز بھی رسولِ خدا کی زندگی میں ہو چکا تھا①، دورِ نبوی میں بہت سے لوگ اصولِ کتابت سے واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کاتبینِ وحی کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی، جن میں سے مشہور کے نام یہ ہیں۔ اسماءِ گرامی یہ ہیں:

حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت خالد بن سعید، حضرت عبداللہ بن سعد، حضرت زبیر ابن العوام، حضرت عمرو بن العاص، حضرت حمزہ بن ربیع، حضرت شرجیل حسنہ کندی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمرو بن رافع، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح، حضرت ربان بن سعد، حضرت ابن الیمان، حضرت عبداللہ بن ارقم بن عبدیغوث، حضرت سفیان بن حرب، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، حضرت حاطب بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن سعد العامری، حضرت حویطب بن عبد العزیٰ عامری، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت جہیم بن الصلمت، حضرت علاء بن الحضرمی۔② رضی اللہ عنہم

---

① عبداللطیف رحمانی: تاریخ القرآن: ص ٦٦

② کاتبینِ وحی کے حالات کیلئے ملاحظہ ہوں؛ ﴿۱﴾ ابن عبدالبر: **الاستیعاب فی معرفة الاصحاب** : ۶۸/۱۔۶۹، مکتبۃ نہضۃ مصر و مطبعہا القاہرۃ، ۱۹۶۰ء ﴿۲﴾ الزبیدی: محمد مرتضیٰ: **حکمة الاشراق إلی کتاب الآفاق** : ص ۸۴، سلسلۃ نوادر التراث القاہرۃ، ط۱، ۱۹۵۴ء ﴿۳﴾ الہورینی: **ابو الوفاء نصر** : المطالع النصریۃ: ص ۱۳، بولاق المطبعۃ الامیریۃ، ط۲، ۱۳۰۲ھ

Marfat.com

عہدِ رسالت میں کتابتِ قرآن کی کیفیت:

نبوت کے بعد وحی کا سلسلہ 610 عیسوی بمطابق ۲۳ یا ۲۵ رمضان کے دن آغاز پایا۔ عیسوی سال کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۳۹ سال اور ۳ ماہ تھی، جبکہ قمری سال کے مطابق ۴۰ سال ۶ ماہ تھی ①۔ وحی کا یہ سلسلہ حوادث ووقائع کے موافق کم وبیش ۲۳ سال تک جاری رہا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں قرآن، مصحفِ واحد یا بالفاظِ دیگر موضعِ واحد میں جمع نہیں تھا بلکہ مختلف ٹکڑوں کی صورت میں، مختلف صحابہ ؓ کے پاس موجود تھا البتہ یہ بات یقینی ہے کہ قرآن اپنی مکمل شکل میں مرقوم تھا۔

مستشرق مسٹر پامر (Mr. Palmer) کا یہ اعتراض کہ "جمعِ قرآن کے وقت تحریف کر کے ہم قافیہ جملے داخل کر دیے گئے" ② کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ قرآن کے مکمل ومحفوظ ہونے پر لاتعداد روایات کا وجود اس نظریہ کے ابطال کیلئے کافی ہے؛

"القرآن كله كتب علىٰ عهد رسول الله في الصحف والألواح والعسب لكن غير مجموع في موضعٍ واحدٍ، ولا مرتب السُوَرِ". ③

جہاں مستشرقین نے عہدِ رسالت میں کتابتِ قرآن کی تکمیل کا انکار کیا ہے وہاں بعض مستغربین بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قرآن کی جمع وتدوین زمانۂ رسالت ہی

---

① عرفان راہی: تاریخِ خطاطی: ص ۷۱

② نفس المصدر: ص ۶۸

③ القسطلانی: شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر: **لطائف الاشارات لفنون القراء ات** :۱/۵۱، المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، قاہرہ، ۱۹۷۲ء ...... مزید دیکھئے: مکی بن ابی طالب: **الابانة عن معانی القراء ات**: ص ۲۳، مکتبۃ نہضۃ مصر، ۱۹۶۰ء ؛ عز الدین بن عبد السلام: **الفوائد فی مشکل القرآن**: ص ۲۷، وزارۃ اوقاف، الکویت، ۱۹۶۷ء ؛ السیوطی: الاتقان: ۱/۱۶۸

Marfat.com

میں مکمل ہو گئی تھی اور اس کے بعد جمع و تدوین قرآن اور اس کی کتابت کا کوئی دور واقعہ نہیں ہوا۔

غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب ''مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں'' میں اسی موقف کا اظہار کیا ہے۔ دورِ نبوی کے بعد جمع و کتابتِ قرآن کا صراحتاً انکار کرتے ہوئے اس بات پر ''بے شمار شہادات'' کی موجودگی کے الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن موصوف نے اِن ''بے شمار شہادات'' میں سے کسی ایک بھی شہادت کا تذکرہ پسند نہیں فرمایا۔ الفاظ یہ ہیں؛

''ہماری کتب میں بے شمار شہادات ایسی ملتی ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم کے زمانہ میں قرآن کریم اسی ترتیب کے ساتھ مدوّن شکل میں موجود تھا۔ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں، اس کی عام نشر و اشاعت ہوئی''۔ ①

جبکہ دوسری طرف مؤرخین و علماءِ اسلام کا ایک جم غفیر اس حقیقت کا معترف ہے کہ اُمتِ مسلمہ، جمع و تدوین قرآن کی گراں مایہ خدمت میں، خلفاءِ راشدین کی احسان مند ہے۔ دورِ رسالت میں مصحفِ واحد کی شکل میں عدمِ جمع پر روایتِ مشہورہ موجود ہے جس میں حضرت زید بن ثابت کا قول ہے کہ؛

''......حدثنا ابراهيم ......عن زيد بن ثابت ، قال: قبض النبی ﷺ ولم يكن القرآن جمع في شيء''. ②

اس روایت کے بارے میں ڈاکٹر اسماعیل سالم لکھتے ہیں؛

''فإن هذا الحديث ــــ إن صح...... وهو ان القرآن لم يجمع في صحيفة واحدة ،في كتاب واحد على غرار ماهو حادث اليوم''. ③

---

① پرویز: غلام احمد: مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں: ص ۱۴۰، ط ۴، طلوعِ اسلام ٹرسٹ، لاہور، ۱۹۹۴ء

② الاتقان فی علوم القرآن: السیوطی: ۱/ ۲۰۷،

③ د۔ اسماعیل سالم: المستشرقون والقرآن: ص ۴۸

Marfat.com

ڈاکٹر لبیب السعید روایتِ مذکور پر اپنے خیالات کا اظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں؛

"الثابت ان القرآن لم يُجمع على عهد النبى فى مصحف واحد". ①

الاتقان میں علامہ خطابی کے حوالے سے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں؛

"انما لم يجمع ﷺ القرآن فى المصحف...... وقد كان القرآن كتب كله فى عهد رسول الله ﷺ ،لكن غير مجموع فى موضعٍ واحدٍ". ②

احمد عادل کمال لکھتے ہیں؛

"ولم يجمع القرآن فى مصحف فى هٰذا العهد". ③

علامہ زرقانیؒ اس بات کا محاکمہ اِن الفاظ میں فرماتے ہیں؛

"وصفوة المقال ان القرآن كان مكتوبا كله على عهد الرسول ﷺ . وكانت كتابته ملحوظا فيها ان تشمل الاحرف السبعة التى نزل عليها . غير ان بعض الصحابة كان قد كتب بعض منسوخ التلاوة وبعض ما هو ثابت بخبر الواحد، وربما كتبه غير مرتب ولم يكن القرآن على ذلك العهد مجموعا فى صحف ولا مصاحف". ④

---

① لبیب السعید: الدکتور: **الجمع الصوتی الاول للقرآن** :ص۳۱، ط۲، دارالمعارف القاہرۃ

② الاتقان: ۲۰۷/۱......مزید دیکھئے: البرہان: فی علوم القرآن: ۲۶۲/۱، داراحیاء الکتب العربیۃ، قاہرہ، ۱۹۵۷ء

③ احمد عادل کمال: علوم القرآن: ص ۳۷، ط۳، دارالارشاد للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء۔

④ الزرقانی: الشیخ محمد عبدالعظیم: **مناهل العرفان فى علوم القرآن**: ۲۴۱/۱، داراحیاء الکتب العربیۃ عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۹۴۳ء

Marfat.com

یعنی عہدِ رسالت میں قرآن مکمل طور پر لکھا جا چکا تھا لیکن اس کی کتابت احرفِ سبعہ میں سے الگ الگ حرف کے مطابق تھی اور بعض صحابہ نے منسوخ التلاوۃ آیات بھی درج کر رکھی تھیں اور بعض مصاحف غیر مرتب تھے اور اس عہد میں ایک مصحف یا مصاحف کی صورت میں قرآن جمع نہیں ہوا تھا۔ اس پر محمد طاہر عبد القادر کردیؒ، شیخ محمد العاقب الشنقیطیؒ کا ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں؛

"لم يُجمع القرآن في مجلدِ — على الصحيح في حياة احمد

لامن فيه من خلاف ينشأُ — وخيفة النسخ يوحي يطرأ

وكان يكتب على الاكتاف — وقِطَع الأدم واللخاف

وبعد اغماض النبي فالأحق — ان ابا بكر بجمعه سبق

جمعه غير مرتّب السّور — بعد اشارة إليه من عمر

ثم تولّى الجمع ذوالنورين — فضمّه ما بين دَفّتين

مرتب السور والآيات — مخرجاً بأفصح اللغات" ①

علاوہ ازیں، جمع و کتابتِ قرآن کے ضمن میں مذکور حدیثِ مشہور میں حضرت زید بن ثابت کا یہ قول بھی منقول ہے کہ

"فتتبعتُ القرآن اجمعه من العسب واللخاف......" ②

یعنی مَیں نے قرآن کو عسب و لخاف سے جمع کیا۔ اگر عہدِ رسالت میں قرآن ایک جگہ جمع ہوتا تو حضرت زید بن ثابتؓ مختلف ٹکڑوں سے قرآن کے اجتماع کی مشقت میں کیوں پڑتے۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ عہدِ رسالت میں قرآن، روایات میں مذکور، مندرجہ ذیل

---

① الکردی: طاہر عبد القادر: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ، ص ۴۰

② الجامع الصحیح: البخاری: کتاب فضائل القرآن: ۷۴۵۔۷۴۶، اصح المطابع کراچی، ط۲، ۱۹۶۱ء

Marfat.com

اشیاء پر مرقوم تھا جو کہ اس وقت کی مستعمل اشیائے کتابت تھیں؛

ا...... **العُسُب**: یہ 'عسیب ' کی جمع ہے، "وھو جرید النخل و کانوا یکشطون الخوص ویکتبون فی الطرف العریض". ①

ابن منظور کے الفاظ یہ ہیں؛

"والعسیبُ: جریدةٌ من النخل مستقیمة، دقیقة یُکشط خوضها". ②

عَسِیب کی وضاحت کرتے ہوئے ایڈورڈ ولیم لین (E.W. Lane)، مدّ القاموس میں لکھتے ہیں؛

A Palm-branch which the leaves have been removed: ... or the part, of a palm-branch,...its said of the Prophet, in a trad.

قُبِضَ والقرآن فی العسب والقضمِ والکرانیف

[He died, while the Kur-a`n was written only upon stumps of leafless palm-branches, and skins and palm-branches.] ③

یعنی کھجور کی لکڑی جس کو وہ اندر سے صاف کرتے اور اس کی عریض طرف پر لکھتے تھے۔

---

① السیوطیؒ: الاتقان: ۱/۱۶۸

② ابن منظور: ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم: لسان العرب: ۱/۵۹۸، نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران، ۱۴۰۵ء؛ مزید دیکھئے: ابوعبید القاسم بن سلّام البغدادی الھروی: غریب الحدیث: ۴/۱۵۵۔۱۵۶، ط۱، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد

③ دیکھئے: Lane :Edward William: **Arabic-English Lexicon**:5/2041, Islamic Book Center, Lahore

Marfat.com

۲......**اللخاف**:"واللخاف: حجارة بيض عريضة رقاق، ......
واللخف: وهو الزبد الرقيق". ①

"واللخاف بكسر اللام جمع لخفة بفتح فسكون وتجمع ايضا على لخف بضمتين: وهى صفائح الحجارة الرقاق". ②
یعنی لخفة کی جمع، چٹیل پتھر کی سطح کو کہا جاتا ہے۔

۳......**الرقاع**:"بالكسر جمع رقعة: وهى القطعة من النسيج او الجلد". ③

"رقع الثوب والأديم بالرقاع......والرُّقعة: واحدة الرقاع التى تُكتب"۔ ④
روایات میں مذکور "قطع الأديم" کے الفاظ سے بھی یہی مراد ہے۔

۴......**الاقتاب**:"جمع قتب بفتحين: وهو الخشب الذى يوضع علىٰ ظهر البعير ليركب عليه". ⑤"القِتْبُ والقَتَبُ: إكاف البعير" ⑥

قَتَبُ: *A sort of pack-saddle for a camel.*⑦
یعنی اونٹ کے اوپر رکھی جانے والی کجاوے کی لکڑی مراد ہے۔

۵......**الأكتاف**:"جمع كتف، وهو العظم الذى للبعير أو

---

① لسان العرب: ۵۱۳/۹

② السیوطیؒ: الاتقان: ۱۶۸/۱ ③ نفس المرجع

④ لسان العرب: ۱۳۱/۸

⑤ السیوطیؒ: الاتقان: ۱۶۸/۱ ⑥ لسان العرب: ۶۶۰/۱

⑦ دیکھیے: Arabic-English Laxicom: 7/2485

Marfat.com

للشاة كانوا إذا جف كتبوا عليه". ①

"الـكَتِفُ والـكِتْفُ: ...... عظم عريض يكون في أصل كتف الـحيـوان مـن الـنـاس والـدواب كـانـوا يكتبون فيـه لقلة القراطيس عندهم"②

انسان یا کسی جانور کے کندھے کے نیچے عریض ہڈی کو کاغذ کی قلت کے باعث استعمال کیا جاتا تھا۔

۶......**الاضلاع**: کپڑے کے ٹکڑے یا ریشمی کپڑے کیلئے بولا جاتا ہے۔

مُضَلَّع: *A garment, or piece of cloth....* ③

۷......**قِطع الأديم**: الجلد المدبوغ"۔ یعنی دباغت شدہ چمڑہ بھی ادواتِ کتابت میں سے تھا۔ ④

جب قرآن ان اشیاء پر مکتوب ہے تو وہ کیونکر ایک مصحفِ مجلّد کی صورت میں موجود ہو سکتا ہے؟ اس حقیقت کے آشکارا ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی جمع و تدوین سے متعلق حدیثِ زید کا انکار کرتا ہے تو ہمارے ہاں امام بخاریؒ کی رائے بہر حال مقدم ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم اجزائے مذکورہ پر رقم ہو چکا تھا اور یہ اجزاء رسول اللہ ﷺ کے گھر میں موجود رہتے تھے:

"وكان هذا المكتوب يوضع في بيت الرسول عليه الصلوة والسلام". ⑤

---

① السیوطیؒ: الاتقان: ۱/۱۶۸

② لسان العرب: ۹/۲۹۴

③ دیکھئے: Arabic-English Laxicom: 5/1800

④ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۳

⑤ احمد عادل کمال: علوم القرآن: ص ۳۷؛ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۲۳۸؛ السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۵۸

Marfat.com

عہدِ رسالت میں بین اللوحین عدمِ جمع کی وجوہات:

اس حقیقت کے ثبوت، کہ جمہور علماء ومؤرخین کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں قرآن موضعِ واحد میں جمع نہیں ہو سکا، کے بعد اس عدمِ جمع کی وجوہات کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

مصحفِ واحد اور بین اللوحین عدمِ جمع کی سب سے بڑی وجہ امکانِ نسخ تھا یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری لمحہ تک اس بات کا امکان موجود تھا کہ مبادا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکم کو منسوخ کر دیا جائے یا اس میں تبدیلی کا حکم نازل ہو جائے۔ علامہ زرکشیؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"فثبت ان القرآن كان على هذا التاليف والجمع فى زمن النبی ﷺ ، وانما [ترک]جمعه فى مصحف ؛ لان النسخ كان يرد على بعض ، فلو جمعه ثم رفعت تلاوة بعض لأدى الى الاختلاف واختلاط الدين ، فحفظه الله فى القلوب الى انقضاء زمان النسخ ، ثم وفق لجمعه الخلفاء الراشدين". ①

ابوسلیمان محمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی (م ۳۸۸ھ) کی رائے بھی اسی کے موافق ہے:

"إنما لم يجمع ﷺ القرآن فى المصحف لما كان يترقبه من ورود نسخ لبعض أحكامه أو تلاوته فلما انقضى نزوله بوفاته ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلک". ②

یعنی یہ بات مسلّمہ ہے کہ قرآن عہدِ نبوی میں تالیف ہو چکا تھا لیکن یہ مصحفِ

---

① الزرکشی: بدرالدین: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۳۲۹

② السیوطی: الاتقان: ۱/۱۶۴

Marfat.com

واحد کی صورت میں نہ تھا کیونکہ بعض احکامات میں امکانِ نسخ موجود تھا، اگر جمع ہو جانے اور لکھے جانے کے بعد نسخ فی التلاوۃ واقع ہوتا تو اس سے دین میں اختلاف واختلاط کا امکان پیدا ہو جاتا۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے امکانِ نسخ کی مدت تک لوگوں کے دلوں میں بتمامہ محفوظ رکھا اور بعد میں خلفاءِ راشدین کو اس کی توفیق بخشی۔

علامہ زرقانیؒ نے مصحفِ واحد کی شکل میں عدمِ جمع کی چار وجوہات بیان فرمائی ہیں:

+ ...... دواعیءِ کتابت کی قلت،

+ ...... امکانِ نسخ،

+ ...... قرآن کا تدریجی نزول،

+ ...... امکانِ وحی کے باعث ترتیبِ سُور کی عدمِ تعیین۔ ①

ڈاکٹر لبیب السعید نے اس کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے:

"والنبی ـــ فی حیاته ـــ کان بین ظهرانی المسلمین، یقرأون القرآن بین یدیه، ویملکون الاسترشاد به هو نفسه فی شأن هذا الکتاب، وفی کل شأن، ولذلک کان الخطأ فی القرآن ـــ علی عهده ـــ مأمونا تماماً، وفی ذلک العهد کان الاسلام الناشیء لا یزال محدود الرقعة فلم تکن الحاجة ألی جمع القرآن فی نفس شدتها علی عهد ابی بکر ثم عهد عثمان". ②

یعنی نبیءِ کریم ﷺ اپنی حیاتِ مبارکہ میں مسلمانوں کے سامنے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے ہی قرآن پڑھا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ بذاتہٖ اس کو بالتوضیح بیان فرماتے تھے، انہی وجوہات کی بناء پر آپ ﷺ کے عہد میں قرآن [تحریف وتصحیف سے] مکمل محفوظ تھا۔

① الزرقانی، مناہل العرفان، ۲۴۱/۱

② لبیب السعید: الدکتور: الجمع الصوتی الاول للقرآن، ص ۳۲

اور مزید برآں یہ اسلام کا دورِ نشاۃ تھا، اوراق نہ ہونے کے باوجود جمعِ قرآن کی اس قدر حاجت نہ تھی جتنی کہ دورِ صدیقی اور دورِ عثمانی میں تھی۔

عہدِ نبوی کا اندازِ تحریر:

قرآن مجید عربی زبان کی پہلی تحریری کتاب ہے۔عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اس کی تحریر کیلئے کونسا خط استعمال ہوا؟ اس کے بارے میں علماء و خطاطین کی ایک رائے یہ ہے کہ؛

''اعلانِ نبوت کے وقت خطِ کوفی قدیم (جسے ہم خطِ حیری بھی کہہ سکتے ہیں) رائج تھا۔ یہ غیر منقوط اور غیر اعرابی تھا اور علامات واوقاف کا رواج ابھی نہ ہوا تھا، اس کا الف بھی ابھی سیدھا نہ تھا''۔ ①

مذکورہ رائے کی تائید رسول اللہ ﷺ کے مختلف امراء کو ارسال کردہ خطوط سے بھی ہوسکتی ہے کیونکہ وہ بھی خطِ کوفی ہی میں لکھے گئے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے اپنے مجموعہ میں دوسو چھیالیس (۲۴۶) خطوط عہدِ نبوی ﷺ کی طرف منسوب کیے ہیں۔ ②

استاذ الخطاطین کامل البابا لکھتے ہیں؛

"لقد عرف العرب الاوائل نوعين مختلفين من الكتابة هما الخط الكوفي وخط التحرير......به كتبت المصاحف كما نقش على الحجر، وأما خط التحرير ......ذكره صاحب الفهرست وأسماه ايضاً بالخط المدني ......الخ". ③

---

① عرفان راہی: تاریخ خطاطی: ص ۷۱

② ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم: مجموعة الوثائق السياسية فی العهد النبوی: مطبوعہ: لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، قاہرہ، ۱۹۴۱ء

③ کامل البابا: روح الخط العربی: ص ۲۴

Marfat.com

یعنی عرب آغاز میں دو مختلف خطوط: خطِ کوفی اور خطِ تحریر سے متعارف تھے۔ اسی (خطِ کوفی) پر مصاحف لکھے گئے جیسا کہ پتھروں پر نقوش تھے۔ جبکہ خطِ تحریر جس کو ابن ندیمؒ نے خطِ مدنی کا نام دیا ہے۔ پروفیسر سید محمد سلیم کی رائے ہے کہ:

"مکہ معظّمہ میں اس وقت کئی خط رائج تھے۔ آپ نے عربی خط کو اختیار کیا...... جہاں اسلام گیا وہاں ساتھ عربی خط بھی گیا...... وہ خط جو پہلے مکی کہلاتا تھا اب وہ مدنی کہلانے لگا"۔ ①

خطِ مدنی کے متعلق ابن ندیمؒ ② کی بیان کردہ خصوصیات، بعینہٖ خطِ نبطی کی خصوصیات ہیں ③۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مکی اور مدنی خط درحقیقت وہی نبطی خط تھا۔ جو خطِ نبطی سے خطِ حیری یا جزم، پھر خطِ کوفی، پھر خطِ حجازی، پھر خطِ مکی اور بالآخر خطِ مدنی کہلایا جس کو بعض لوگوں نے 'خطِ دارج' ④ کا نام بھی دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ساتھ، قرآن کے حفظ و کتابت کا پہلا مرحلہ اختتام پذیر ہوا جس میں اللہ رب العزت کی یہ کتاب نہ صرف مرتب صورت میں سینوں میں محفوظ ہوئی، مختلف اجزاء پر مرقوم ہوئی بلکہ اسلامی معاشرہ میں اس طرح رچ بس گئی کہ تحریف و تغییر کے ہر امکان کا سدِ باب ہو گیا!

کتاب اللہ مسلمانوں کے اعتقاد میں آسمانی کتاب ہے جس پر دین اسلام کی عمارت اپنی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے، دین اسلام کے جملہ احکامات و ہدایات کا

---

① پروفیسر سید محمد سلیم: تاریخ خط و خطاطین: ص ۵۳، ۵۴

② ابن ندیم: الفہرست: ۵، ۶

③ پروفیسر سید محمد سلیم: تاریخ خط و خطاطین: ص ۵۵

④ کامل البابا: روح الخط العربی: ص ۲۴

Marfat.com

سرچشمہ ومنبع قرآن ہی ہے اور اسی کی تبلیغ اور ہدایتِ کاملہ کے ابلاغ کیلئے رسول اللہ ﷺ مبعوث کیے گئے لہٰذا ہر مسلمان کا یہ فرضِ اولین تھا کہ وہ ہدایت وفلاح کے کمال عروج پر پہنچی کتاب کی حفاظت ہر اُس صورت میں کرے جو اُسے میسر ہوں۔ اب ایسی صورت میں ناممکن ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کی حفاظت میں کسی قسم کی کمی کی ہو یا اُن وسائل سے استفادہ نہ کیا ہو جو اُس وقت موجود ہوں۔ رسولِ اکرم ﷺ کے تمام اقوال وافعال کے مجموعہ کا تنقید وتصحیح کے بعد مرتب کرنا جس طرح مسلم تاریخ کا ایک روشن باب ہے کیا کوئی اور مذہب اپنے بانیان کی ایسی مکمل ومنضبط تاریخ پیش کر سکتا ہے؟

Marfat.com

Marfat.com

فصل دوم

عہد صدیقیؓ میں کتابتِ قرآن

Marfat.com

صحابہ کرام ﷺ اور کتابت:

قرآن مجید کے الفاظ وکلمات کی کتابت اوران کی کیفیت میں صحابہ کرام ﷺ کا اختلاف منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام ﷺ متقنین ہونے کی بناء پر رسم الخط کی نزاکتوں، مناسب مواضعِ کتابت اور عبارات میں فصل ووصل کے متعلق سب سے زیادہ واقف الحال تھے اور کلماتِ قرآنی کے رسم وکتابت میں سب متفق تھے! علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں؛

"والظاهر ان الصحابة ﷺ كانوا متقنين رسم الخط عارفين ما يقتضى ان يكتب وما يقضى ان لا يكتب، وما يقتضى ان يوصل وما يقتضى ان لا يوصل الى غير ذلك، لكن خالفوا القواعد فى بعض المواضع لحكمة". ①

لیکن اگر کسی حکمت کی بنیاد پر صحابہ کرام ﷺ نے قواعدِ معروفہ کی مخالفت کی ہے تو یہ اُن کا حق ہے کیونکہ تلقی قرآن کا پہلا واسطہ صحابہ کرام ﷺ کی ذواتِ قدسیہ ہیں، وہ ہر اُس بات کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے جس میں اُمت کیلئے خیر کا پہلو غالب تھا۔ بایں وجہ صحابہ کرام ﷺ نے اس کام کی انجام دہی سے امت کو ہمیشہ کیلئے نزاع سے محفوظ فرمادیا۔

عہدِ صحابہ ﷺ میں خلفاء کا اسلامی وغیر اسلامی ریاستوں کے امراء والیان کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ اور دیگر امورِ مہمہ مثلاً عقود، بیع وشراء، ضمان وعطا وغیرہ میں باہم معاملات بذریعہ کتابت ہوتے تھے، اگر صحابہ ﷺ قواعدِ کتابت سے واقف نہ ہوتے تو امورِ مذکورہ میں التباسِ خطاء کا امکان ضروری ہے کیونکہ

---

① روح المعانی: ۱/۱۳

Marfat.com

"فإن اختلفت كتابة اختلف اللفظ، فاختلف المعنى فاختلط الأمر عليهم". ①

یعنی اگر صحابہ کی کتابت میں اختلاف ہوتا تو یقیناً لفظ میں بھی اختلاف ہوتا اور معنی کا اختلاف صحابہ پر کسی کام کو مشتبہ کر دیتا۔ اس کے علاوہ اختراعِ حرکات اور دورِ تشکیل و تنقیط سے قبل بین الحرفین فرق کرنا صحابہ ﷺ کی معرفتِ کتابت کی بیّن دلیل ہے۔ مثلاً عُمَرُ اور عَمْرو میں فرق ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ ②

صحابہ ﷺ سے منسوب چند مکتوبات و مخطوطات آج بھی دارالکتب (مصر) میں موجود ہیں جو احجار و جلود کے علاوہ اوراقِ بُردِیہ پر مرقوم ہیں ③۔ ورقِ بُردی اُس وقت ایک درخت 'سیبیرس' کی چھال سے تیار کیا جاتا تھا جو اُس دور میں کاغذ کی جدید ترین صورت تھی ④۔

لہٰذا یہ بات بعید از عقل ہے کہ صحابہ کرام ﷺ اپنے دور کے لحاظ سے کتابت و رسم الخط کے قواعد سے ناواقف ہوں جبکہ عربی رسم الخط کا ارتقاء اور اس کی تجدید صحابہ کرام ﷺ کے ہی ہاتھوں ہوئی ہو۔ مزید براں صحابہ ﷺ صرف اسی چیز کو لکھتے تھے جس کو وہ قطعی طور پر رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مقدس سے سماع فرما لیتے یا پھر اس پر یقینی شہادت موجود ہوتی:

"والمسلمون مجمعون على أن الصحابة ما كانوا يكتبون إلا ما كانوا يقطعون بسماعه من النبي صلى الله عليه وسلم". ⑤

---

① الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۱۷

② مرجعِ سابق ③ مرجعِ سابق

④ بلیاوی: ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ: **مصباح اللغات**: ص ۵۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی

⑤ د۔ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۴

Marfat.com

فصلِ ہٰذا میں جمع وکتابتِ قرآن کے دوسرے اور تیسرے مرحلہ کی تفصیلات پیش خدمت ہیں۔ کیونکہ دورِ خلفاء ﷺ میں، جمع وکتابتِ قرآن اور اس کی کیفیت کی تفصیلات اُن تمام نظریات کو ابدی نیند سلا دیتی ہیں جن کی بناء پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ قرآن کی جمع وکتابت صرف دورِ نبوی ﷺ ہی میں ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت قرآن مجموع ومکتوب شکل میں بین اللوحین اور مجلد صورت میں موجود تھا۔

☆......عہدِ صدیقی ﷺ میں جمع وکتابتِ قرآن:

رسول اللہ ﷺ کے رفیق اعلیٰ سے ملنے کے بعد، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل کے اوائل ہی میں چند قبائلِ عرب کے ارتداد اور بعض حقوقِ اسلام مثلاً زکوٰۃ کے انکار جیسے فتنِ عظیمہ، دولتِ اسلامیہ میں فتنہ پرداز سرگرمیوں کا باعث بنے، جن کی سرکوبی کیلئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر روانہ فرمائے۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے تاریخی الفاظ کتبِ احادیث وتاریخ میں منقول ہیں:

"واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونه إلی رسول اللہ ا لقاتلتهم علیه، ولو لم أجد احداً أقاتلهم به لقاتلتهم وحدی، حتی یحکم اللہ بینی وبینکم، وهو خیر الحاکمین". ①

''خدا کی قسم! اگر لوگوں نے ایک رسی بھی زکوٰۃ سے روکی جو وہ رسول اللہ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس بات پر ان سے قتال کروں گا۔ اگر ان کے خلاف کوئی ایک بھی مجھے اپنے ساتھی نہ ملا تو میں اکیلا ہی ان کے خلاف لڑتا رہوں گا

---

① خلیفہ بن خیاط: **تاریخ خلیفہ**: ۹۷/۱، دمشق، ۱۹۶۷ء...... مزید دیکھئے: البخاری: الجامع الصحیح: کتاب الزکوٰۃ...... القاضی ابی بکر بن العربی: **العواصم من القواصم**: ص ۴۶، ط۲، الدار السعودیۃ للنشر، جدہ، ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ؛

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے''۔

مزید براں بعض مرتد لوگ مدعیانِ نبوت کے ساتھ جا ملے جن کے خلاف روانہ کیے گئے لشکر، صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد پر مشتمل تھے، بہت کم عرصے میں تمام جزیرۂ عرب دینِ حق کی طرف لوٹ آیا① مدعیٔ کاذب مسیلمۂ کذاب کی سرکوبی کیلئے معرکۂ یمامہ پیش آیا، یہ معرکہ حروب الردۃ میں دولتِ اسلامیہ کو درپیش خطرات کی سرکوبی، تادیر اثرات اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں میں اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے لیکن اس معرکہ میں حفاظ کی ایک قابلِ لحاظ ② تعداد سمیت بارہ سو مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا③۔

ابن کثیر کے مطابق: تقریباً ایک لاکھ مرتدین، مسیلمہ سے جا ملے جس کے لئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں تیرہ ہزار نفوس پر مشتمل لشکر روانہ فرمایا جن میں اکثر تعداد نومسلموں اور دیہاتیوں کی تھی جس کے سبب کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کی تقسیم کا مشورہ دیا۔ شدید لڑائی کے بعد مسیلمہ واصلِ جہنم ہوا اور مسلمان فتح یاب ہوئے لیکن پانچ سو قرّاءِ کرام رضی اللہ عنہم بھی شہید ہوئے④۔

روایات کی تصدیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی بناء پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

---

① ابن الاثیر: ابوالحسن علی بن ابی المکرم محمد عزالدین: **الکامل فی التاریخ**: ۲/۲۳۱۔۲۶۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، مصر، ۱۳۴۹ھ

② ''.....انه قتل منهم فی ذلك الیوم سبعمائة''. القرطبی: محمد بن احمد بن ابی بکر: **الجامع لأحکام القرآن**: ۱/۴۹، ط۲، دار الکتب المصریۃ، ۱۹۵۲ء..... الطبری: تاریخ الأمم والملوک: ۳/۲۵۲

③ ابن الکثیر: ابوالفداء اسماعیل: **فضائل القرآن**: ص ۲۵، مطبعۃ المنار، ۱۳۴۷ھ

④ المصدر السابق: ص ۱۵

Marfat.com

مکانِ واحد میں جمع و کتابتِ قرآن پر متنبہ فرمایا جو کہ مفرق صورت میں مختلف مواضع میں موجود تھا۔

خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع القرآن سے متعلق مشہور و متواتر روایت ابن الشہاب الزہری (۵۰ھ۔۱۲۷ھ) عن عبید بن السباق (تابعی مدینہ) عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (م ۴۵ھ) کی سند سے کتبِ احادیث و تاریخ میں مروی ہے۔ جس کو ابو عبید قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ) نے اپنی کتاب فضائل القرآن ①، امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح ②، اور دیگر مؤلفینِ صحاح ستہ کے علاوہ ابن ندیم نے الفہرست ③، علامہ سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القرآن ④ اور علامہ ابو عمرو الدانیؒ نے المقنع ⑤ میں نقل فرمائی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کی تفصیلات سے مجھے آگاہ فرمایا۔ ان کے ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ یمامہ کی معرکہ آرائی میں قرّاء کو سخت نقصان پہنچا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ لڑائی کے یہ شعلے دوسرے مقامات تک نہ پھیل جائیں اور وہاں بھی قرّاء سے یہی سلوک نہ روا رکھا جائے اور پھر اس

---

① ابو عبید القاسم بن سلّام البغدادی الہروی (م ۲۲۴ھ): فضائل القرآن و معالمه و أدبه: ص ۵۳۔ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۶ھ

② بخاری م: الجامع الصحیح: کتاب فضائل القرآن: ۷۴۵۔۷۴۶، اصح المطابع کراچی، ط۲، ۱۹۶۱ء

③ ابن الندیم: الفہرست، ص ۲۴،

④ السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۶۵،

⑤ الدانی: ابو عمرو عثمان بن سعید (م ۴۴۴ھ): المقنع فی رسم مصاحف الامصار: ص ۱۳۔۱۴، تحقیق: محمد الصادق قمحاوی، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، قاہرہ

Marfat.com

کا نتیجہ خدانخواستہ یہ نکلے کہ قرآن کے ذرائع حفظ و صیانت کو گزند پہنچے۔ میں نے عمرؓ کو جواب دیا کہ میں وہ کام کیسے انجام دے سکتا ہوں جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں نہیں فرمایا؟ تو عمرؓ نے جواب دیا کہ: بخدا یہ تجویز عمدہ اور خیر پر مبنی ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا برابر تبادلۂ خیال ہوتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے شرح صدر سے نوازا۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم نوجوان اور سمجھ دار ہو، مزید براں قرآن کے بارے میں تمہارا کردار بے داغ ہے۔ تم نے رسول اللہ ﷺ کے کاتبِ وحی کی حیثیت سے بھی کام کیا ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ قرآن سے متعلق تفحص و تحقیق سے کام لو اور اس کو ایک مصدقہ جلد کی صورت میں تیار کرو۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ میرے لیے اس عظیم ذمہ داری کا بار اٹھانا بہت مشکل تھا۔ میں یہ تو کر سکتا تھا کہ کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ پر نصب کر دوں، مگر جمعِ قرآن کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہرگز آسان نہیں تھا۔ میں نے جواب دیا کہ: آپ وہ کام کیونکر کر سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو بکرؓ کا اس کے مقابلے میں ایک ہی جچا تُلا جواب تھا کہ یہ کارِ خیر ہے۔ مسلسل تبادلۂ خیال کے بعد، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرح، اللہ نے میری رائے کو بھی شیخینؓ کے موافق فرما دیا۔ میں نے قرآن کو کھجور کی مکتوب شاخوں، پتھر کے چٹیل ٹکڑوں اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ نوشتوں سے اکٹھا کرنا شروع کیا۔ جمع و تفحص کے دوران مجھے سورۂ توبہ کی آخری آیت صرف ابو خزیمہؓ کے پاس ملی۔ میں نے اُن کی اکیلی شہادت کی بنیاد پر اس کو جمع کر لیا، چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ابو خزیمہؓ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا۔

Marfat.com

یہ روایت عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں جمعِ قرآن کے جملہ قضایا کی طرف مشیر ہے مثلاً جمع القرآن کا بنیادی سبب، قرآن کے متواتر حصہ کی گمشدگی کا خوف تھا اور ثانیاً ''کیف نفعل شیئاً '' کے الفاظ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے پہلے قرآن اس جیسی صورت (یعنی موضعِ واحد) میں موجود نہ تھا، بایں وجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ''کیف نفعله شیئاً لم یفعله رسول الله '' کے الفاظ سے تردّد کا اظہار فرمایا، اور ثالثاً اس روایت سے اُن تمام روایات کی بھی نفی ہوتی ہے جن میں ''اوّل مَن جمع القرآن '' سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور مراد لیا گیا ہو۔ ذیل میں مختلف مسائل کی تحقیق پیشِ خدمت ہے:

❶ ◀ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ __ اوّل جامع قرآن:

مستشرقین اور شیعہ مفکرین نے بعض روایات کو بنیاد بنا کر، اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے بھی کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو جمع کیا تھا۔ ہم مختصراً اِن روایات کی تنقیح کر کے یہ واضح کریں گے کہ قرآن کو بین الدفتین اور مجلد صورت میں سب سے پہلے خلیفہ اوّل، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا تھا۔

۱۔ شیعہ عالم، ملا حسن فیض الکاشانی، اپنی تفسیر الصافی میں لکھتے ہیں:

''......أن علیاً جمع القرآن......فلما فتحه ابو بکر ،خرج فی أول صفحة فتحها فضائح القوم ،فوثب عمر، وقال: یا علیّ!ارْدُده، فلا حاجة لنا فیه، وتقول القصة : ان عمر دبّر فی قتل علیّ، علی ید خالد بن ولید، وإن علیاً قال لعمر لما سألته إحضار مصحفه: ان القرآن الذی عندی لا یمسه إلا المطهرون والأوصِیاء من وُلدی،

Marfat.com

فقال عمر: فهل وقت لإظهاره معلوم ؟ قال عليّ: نعم، إذا قامَ القائم من وُلدی يُظهره، ويحمل الناس عليه، فتجری ألسنة به". ①

یعنی حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے قرآن کو جمع کیا ہوا تھا...... جب ابو بکر [رضی اللہ عنہ] نے اس کا پہلا صفحہ کھولا تو اس میں چند لوگوں کی برائیوں کا ذکر تھا، عمر [رضی اللہ عنہ] اُچھلے اور کہا کہ اے علی [رضی اللہ عنہ]! اس کو لوٹا دے، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ قصہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر [رضی اللہ عنہ] نے حضرت خالد بن ولید [رضی اللہ عنہ] کے ہاتھ پر قتل علی [رضی اللہ عنہ] کی تدبیر کی۔ حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے حضرت عمر [رضی اللہ عنہ] کے مصحف کے بارے میں سوال کرنے پر کہا تھا کہ میرے قرآن کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں اور اس کے وارث میری اولاد میں سے ہوں گے۔ عمر [رضی اللہ عنہ] نے کہا کہ کیا اس مصحف کے ظاہر ہونے کا وقت معلوم ہے؟ تو حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے کہا کہ ہاں۔ میری اولاد میں سے ایک فرد اُٹھے گا اور لوگوں کو اس پر جمع کرے گا اور لوگوں کی زبانوں پر وہ کلام جاری ہو جائیگا۔

اِس روایت کی بنیاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب وہ روایت ہے جس کو ابن ابی داؤد نے بھی المصاحف میں نقل کیا ہے:

لما توفي النبی صلی اللہ علیہ وسلم أقسم عليّ أن لا يرتدي برداء إلا لجمعة حتى يجمع القرآن فی مصحف ②

"رسول اللہ کی وفات کے وقت حضرت علیؓ نے قسم کھائی کہ وہ جمعہ کے علاوہ اپنی چادر نہیں

---

① الکاشانی ملا حسن فیض: **کتاب الصافی فی تفسير القرآن** : المقدمۃ السادسۃ: ۲۷/۱، منشورات المکتبۃ الاسلامیۃ، تہران، س۔ن۔ شیعہ عالم، ملا حسن نے اس کے علاوہ بھی کئی دیگر موضوع روایات کا مجموعہ نقل کر کے اس حقیقت سے چشم پوشی کی ہے کہ سب سے پہلے قرآن حضرت ابو بکر نے جمع فرمایا تھا۔

② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۶

اوڑھیں گے، یہاں تک انہوں نے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کر دیا''۔

یہ روایت تین طرق سے مروی ہے۔اول:عن طریق ابن سیرین، دوم:عن ابی حیان التوحیدی،سوم:عن ابی الضریس،

علامہ آلوسی کی تصریح کے مطابق: پہلے طریق سے یہ روایت ضعیف ہے، اسی طرح ابوحیان توحیدی کے طریق سے بھی یہ موضوع ہے۔ البتہ ابوالضریس کی سند سے یہ روایت فضائل علیؓ میں صحیح ہے لیکن فمحمول علی الجمع فی الصدر، أی علی الحفظ عن ظهر قلب. ① یعنی یہ جمعِ صدر پر محمول ہے جس کا مطلب ہے کہ پختہ حفظ اور یاد کرنا۔

ملاحسن کاشانی کے بیان کردہ قصّہ پر کسی محقق کا مثبت تبصرہ موجود نہیں؛

"والوضع ظاهر فی هذه القصة الحاشذة بالأقوال الخطيرة". ②

مذکورہ بالا قصہ کے ضعیف اور موضوع ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر ایسے شواہد موجود ہیں جس سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کیا تھا۔جیسا کہ علامہ سیوطیؒ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کتاب میں ناسخ ومنسوخ وغیرہ کے متعلق احکام مذکور تھے ③۔اس کے علاوہ جمعِ ابی بکر رضی اللہ عنہ پر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رضاء اور تائید موجود ہے؛

"أعظم الناس فی المصاحف أجراً ابو بکر ، رضی الله عنه! رحمة الله علی أبی بکر اهو أول من جمع بین اللوحین". ④

---

① الآلوسی: روح المعانی: ۲۱/۱

② د۔لبیب السعید: الجمع الصوتی الاوّل للقرآن: ص۴۰

③ السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۵۸/۱

④ نفس المرجع؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص۱۱

صحائف کے معاملہ میں اجر کے لحاظ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں بڑھ کر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر اپنی رحمت نازل کرے کہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو دوگتوں کے درمیان جمع کیا''۔

انقطاعِ سند کے ساتھ ساتھ روایاتِ صحیحہ سے متضاد ہونے کی وجہ سے، ملا حسن الکاشانی کی نقل کردہ، روایت کسی بھی طرح قابل قبول نہیں۔

۲۔ ابن ابی داؤد نے راوی 'حسن' کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے:

''أن عمر بن الخطاب [ﷺ] سأل عن آية من كتاب الله، فقيل كانت مع فلان فقتل يوم اليمامة فقال: إنا لله وأمر بالقرآن فجمع، وكان أول من جمعه في المصحف''. ①

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کی کسی آیت کے بارے میں سوال کیا، تو کہا گیا کہ اس آیت کے حامل صحابی، جنگِ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اِنّا للّٰہِ پڑھا اور قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے سب سے پہلے قرآن کو مصحف میں جمع کیا۔

امام سیوطیؒ نے اس روایت کو منقطع السند قرار دیا ہے ② اور اگر اس روایت کو بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں تاویل کا امکان موجود ہے۔ جیسا کہ ابن حجر فرماتے ہیں:

''......أن عمر هو فعلاً صاحب فكرة الجمع الأول، وأنه اشار بها على أبى بكر، ولم يزل حتى شرح الله لها صدره''. ③

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۶

② السیوطیؒ: الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۵

③ ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۰

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کا مطب ہے کہ سب سے پہلے اُنہوں نے جمع القرآن کی طرف خلیفۃ المسلمین کی توجہ مبذول کرائی؛

"......وهو محمول علىٰ ما سبق من اشارته على الصديق بجمع القرآن". ①

۳۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہے کہ؛

"......أن سالم مولىٰ ابى حذيفة ___ كان اوّل من جمع القرآن في مصحف". ②

اس روایت کو منقطع السند قرار دینے کے بعد علامہ سیوطیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"وهو محمول على انه كان احد الجامعين بامر ابى بكر". ③

یعنی اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سالمؓ حضرت ابو بکرؓ کے حکم سے جمع کرنے والوں میں سے تھے۔

لیکن علامہ سیوطیؒ کی یہ تاویل درست نہیں کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ جنگِ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جیسا کہ علامہ ذہبیؒ کے الفاظ ہیں: استشهد يوم اليمامة ④

٤۔ مستشرق آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) نے ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں؛

---

① محمد حسین ہیکل: **الصديق ابو بكر**: ص ۳۰۶، ط ۵، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، ۱۹۶۴ء

② السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۲۰۹

③ مرجعِ سابق

④ الذہبی: محمد بن احمد بن عثمان: **سير اعلام النبلاء**: ۱/۱۲۲، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۵۶ء نیز ملاحظہ ہو: آلوسی: روح المعانی: ۱/۲۲

"إن اسم ابن عباس [رضی اللہ عنہ]ورد فی قوائم الذین جمعوا القرآن فی حیاة النبیﷺ". ①

یعنی رسول اللہﷺ کی حیاتِ طیبہ میں قرآن کو جمع کرنے والے بنیادی افراد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔

آرتھر جیفری کی نقل کردہ یہ روایت، مبنی بر خطا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، راجح قول کے مطابق، ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور رسول اللہﷺ کے انتقال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر صرف تیرہ برس تھی ②۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اس صغر سنی میں اتنا اہم کام کیونکر سپرد ہو سکتا ہے؟

② ◄ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول "فقدت آیة" کا معنی:

مذکورہ قول کے مفہوم کے تعین سے قبل اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جمعِ قرآن کے حوالہ سے روایات میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کے کتابی صورت میں مفقود ہونے کا ذکر ملتا ہے:

اوّل:

سورۂ توبہ کی آخری دو آیات ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ......الخ. ③﴾ کے بارے میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فالتمستها فوجدتها مع أبی خزیمة فأثبتها۔ یعنی یہ آیات حضرت ابوخزیمہ بن اوس بن زید النجاری الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس

---

① دیکھئے: Arthur Jeffery: **Materials for the history of the Text of the Quran**, p.193.

② ابن حجر: الأصابة فی تمییز الصحابة: ۴/۹۰

③ التوبة: ۱۲۸

Marfat.com

موجود تھیں۔ جو کہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی ①۔

دوم:

سورۂ احزاب کی آیت ۲۳ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا......الخ. ②﴾ کے بارے میں قول ہے کہ فوجدتها عند خزيمة بن ثابت ③ ۔یعنی یہ آیات حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھیں۔ ان کا پورا نام ابو عمارۃ خزیمہ بن ثابت بن الفاکہ الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ تھا۔ ۳۷ھ میں وفات پائی ④۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا ⑤۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اُن کے الفاظ "فقدت آية" (یعنی میں نے سورۂ توبہ کی آخری آیت کو نہ پایا) کو بنیاد بنا کر بعض مستشرقین نے قرآن کے نامکمل اور محرّف ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مستشرق جان برٹن (John Burton) حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت رقم کرنے کے بعد لکھتا ہے:

---

① شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل: ابوشامہ المقدسی: المرشد الوجیز: ص ۵۱، ط ۲، دار وقف الديانة التركي، انقرہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء؛ احمد عادل کمال: علوم القرآن: ص ۴۰

② الاحزاب: ۲۳

③ ابو محمد مکی بن ابی طالب (۳۵۵ھ۔۴۳۷ھ): الأبانة عن معانی القراءات: ص ۲۳، ۲۴، ط ۱، دار المامون للتراث، دمشق، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء؛ الزرکشی: البرہان: ۲۳۳/۱

④ ابن حجر: الإصابه فی تمييز الصحابة: ۴۲۵/۱

⑤ البخاری: الجامع الصحیح: كتاب المغازی

Marfat.com

"all these elements predispose one to an expectation that the edition prepared by Zaid might be incomplete"....."The Qur'an texts which come down to us from `Umar's day are unquestionably incomplete".①

جان برٹن اور دیگر مستشرقین کا یہ نظریہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو نہ سمجھنے کی بنیاد پر استوار ہے۔ کیونکہ قولِ زید کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے یہ آیت حالتِ کتابت میں کسی کے پاس نہ پائی۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ سورۂ توبہ کی آیات، حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ اور سورۂ احزاب کی آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یاد نہ تھیں۔ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے کہ قرآن کے تواتر کی اصل بنیاد تلقی اور مشافہت ہے، اور ظاہر ہے کہ نہ صرف ان دو صحابہ رضی اللہ عنہما، بلکہ ہزاروں حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں میں یہ آیات محفوظ تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ تحقیق دراصل اس اصولِ کتابت کے پیش نظر تھی جو انہوں نے جمعِ قرآن سے قبل طے کیا تھا کہ ہر آیتِ قرآنی کا صورتِ حفظ اور صورتِ کتابت میں ہونا لازمی تھا۔ علامہ ابو شامہؒ اس کی تصریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"ومعنى قوله: ((فقدت آية كذا فوجدتها مع فلان...)) أنه كان يتطلب نسخ القرآن من غير ما كتب بأمر النبي صلى الله عليه

---

① ملاحظہ ہو: John Burton: **The Collection of the Qur'an**: p.119, Cambridge University Press, New York, London.

وسلم ، فلم يجد كتابه تلك الآية مع ذلك الشخص ، وإلا فالآية كانت محفوظة عنده وعند غيره". ①

''حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن لکھنے کیلئے رسول اکرم ﷺ کے لکھوائے ہوئے نسخے کے علاوہ کتابت کی شرط طے کی تھی۔ اس شرط کے مطابق یہ آیت مصحفِ نبوی کے علاوہ کسی کے پاس لکھی ہوئی نہ پائی۔ ورنہ آیت مذکورہ خود حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ لوگوں کو یاد تھی''۔

لیکن یہ آیات حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ مثلاً: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بھی محفوظ تھیں۔ جیسا کہ ابن حجرؒ نے اس کی وضاحت کی ہے:

''إن ابا خزيمة لم ينفرد بها، بل كان معه عمر، وزيد بن ثابت، وعثمان، وأبي بن كعب". ②

دراصل حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حفظ و کتابت کے علاوہ خارجی ذرائعِ انضباط کا بھی لحاظ رکھا اور اس وقت تک کوئی سورت یا آیت درجِ مصحف نہ فرمائی جب تک اس کی توثیق خارجی شہادتوں سے نہ ہو جائے۔ چنانچہ علامہ زرکشیؒ کا یہ کہنا بہت معقول ہے کہ: ''كان للإستظهار ولا للإستحداث العلم" ③۔ یعنی بر بنائے توثیق ایسا کیا گیا نہ یہ کہ ان کو پہلی دفعہ یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت بھی من جملہ دوسری آیات کی طرح سورۂ توبہ کا حصہ ہے۔ جیسا کہ علامہ ابوشامہ المقدسی نے اس کی وضاحت کی ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا آیت مذکورہ کو تلاش کرنا توثیق کی

---

① ابوشامہ المقدسی: المرشد الوجیز: ص ۵۱

② ابن حجرؒ: فتح الباری: ۹/۱۱

③ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۳۲۸

Marfat.com

غرض سے تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیات پہلے سے ان کے علم میں تھیں:

"فکان یتتبعها من صدور الرجال لیحیط بها علماً ، دلیل ذلک أنه کان عالما بالآیتین اللتین". ①

محققین کے اقوال کی روشنی میں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمعِ قرآن کیلئے، تمام صحابہ کرام (کے معیارِ حق ہونے کے باوجود ان) کو بعض طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا اور قرآنی نصوص صرف طبقہءِ اولیٰ کے صحابہ سے ہی اخذ کی جاتی تھیں۔ لہٰذا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ ان کو حضرت خزیمہ یا ابو خزیمہ کے طبقہ کا کوئی اور صحابی نہ ملا۔ علامہ زرکشیؒ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"فأما قوله: ((وجدت آخر براۃ......الخ))؛یعنی ممن کانوا فی طبقة خزیمةممن لم یجمع القرآن". ②

جمہور علماء کے اِن اقوال سے جہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت ہوتی ہے وہاں مکی بن ابی طالبؒ (۴۳۷ھ) کی رائے بھی قولِ صحیح سے بعید نظر آتی ہے کہ ''صحابہ رضی اللہ عنہم سورۂ توبہ کی آیات کو بھول گئے تھے''۔ مکی بن ابی طالبؒ لکھتے ہیں:

"......ومعنی هذا أن زیدا وغیره کانوا یحفظون الآیة لکنهم أنسوها فوجدوها فی حفظ ذلک الرجل ، فتذاکروها". ③

یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ آیت یاد تھی لیکن وہ اس کو بھول گئے تھے، جب انہوں نے اس کو اس آدمی کے ہاں پایا تو وہ ان کو یاد آ گئی۔ اس کے جواب میں

---

① ابو شامہ المقدسی: المرشد الوجیز: ص ۵۶

② الزرکشیؒ: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۳۳۲، ۳۳۳

③ مکی بن ابی طالب: الإبانة عن معانی القراءات: ص ۴۶

علامہ زرکشیؒ کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"لیس...... کذلک غیرہ من الصحابة ثم نسیها، فلما سمع ذکرہ......فقد ثبت أن غیرهم حفظه، وثبت أن القرآن مجموعه محفوظ کله فی صدور الرجال أیام حیاة النبی، مولفا علی هذا التالیف......الخ". ①

یعنی ایسی بات نہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بھول گئے ہوں اور جب سنی ہو تو وہ یاد آ گئی ہو، کیونکہ یہ بات متحقق ہے کہ حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی حفاظ موجود تھے اور قرآن، اپنی مکمل شکل میں، رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہو چکا تھا، مزید براں اس کی کتابت بھی ہو چکی تھی۔ ان سب خصوصیات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی آیت کو بھلا دیں؟

الحارث المحاسبی ②، فهم السنن میں لکھتے ہیں:

"بمنزلة أوراق وُجدت فی بیت رسول الله ﷺ، فیها القرآن منتشراً، فجمعها جامع، وربطها بخیط، حتی لا یضیع منها شیء". ③

یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مصدر وہ صُحف تھے جو منتشر حالت میں رسول اللہ ﷺ کے خانۂ

---

① الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۳۲۸/۱

② ان کا پورا نام الحارث بن اسد ابو عبد اللہ المحاسبی ہے، کئی کتب کے مولف ہیں، مشہور یہ ہے کہ یہ شافعی تھے۔ ۲۴۳ھ میں وفات پائی (ابن حجرؒ: تہذیب التہذیب: ۱۳۴/۲)۔ علامہ محاسبی کی کتاب فہم السنن عصرِ حاضر تک نہیں پہنچ سکی، اس بات کا امکان ہے کہ ان کا یہ قول ان کی کتاب فہم القرآن سے ہو جو کہ **"رسالتا العقل وفهم القرآن"** کے نام سے، حسین القوتلی کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر بیروت سے ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں شائع ہو چکی ہے (الدکتور یوسف عبد الرحمن المرعشلی: ہامش البرہان فی علوم القرآن: ۳۳۲/۱)

③ الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۳۳۲/۱؛ السیوطیؒ: الاتقان فی علوم القرآن: ۱۶۸/۱

Marfat.com

مبارک میں موجود تھے، جس کو جمع کیا گیا اور ایک دھاگے کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا۔

لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول "فـقـدت الآية" کا ہرگز وہ معنی نہیں جو مستشرقین نے مراد لیا ہے بلکہ اس سے مقصود مزید اطمینان کا حصول تھا تاکہ قرآنِ مقدس کو غیرِ قرآن سے محفوظ رکھا جا سکے۔

❸ ◀ جمعِ صدیقی رضی اللہ عنہ کا دستور اور اس کی شرائط:

جمعِ صدیقی کے متعلق مروی روایات اور اس کے جملہ پہلوؤں پر غور وخوض کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمعِ قرآن میں ملحوظ رکھا گیا دستور اور اس کی شرائط حسبِ ذیل تھیں:

❖......تلقی از رسول اللہ:

جمعِ صدیقی کی اولین شرط یہ تھی کہ قرآن کا پیش کردہ جزء، براہِ راست، رسول اللہ ﷺ سے سماع کیا گیا ہو۔

"كان كل من تلقى من رسول الله شيئا من القرآن يأتي به". ①

❖......موافقتِ عرضۂ اخیرہ:

کسی بھی قرآنی آیت کے اندراج کیلئے اس کا عرضۂ اخیرہ کے موافق و مطابق ہونا ضروری تھا۔ جیسا کہ علامہ قسطلانیؒ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے:

"وما ثبت أنه عرض على النبي، ﷺ، عام وفاته، دون ما كان مأذوناً فيه قبلها". ②

---

① ابن قیم الجوزیۃ: ابوعبداللہ محمد بن بکر بن ایوب الدمشقی: (م ۷۵۱ھ): تاریخ عمر بن الخطاب: ص ۱۲۹، ط ۱، المکتبۃ الحسینیۃ، مصر، ۱۹۲۸

② القسطلانی: لطائف الاشارات: ص ۴۶

Marfat.com

❖ ......**صحفِ نبویہ کی موافقت:**

رسول اللہ کے ارقام شدہ صحیفوں میں اس آیت کا مندرج پایا جانا لازمی قرار دیا گیا، حضرت زید بن ثابت کے قول "فتتبعت القرآن من العسف واللحاف" کا یہی مطلب ہے، کہ جمعِ صدیقی کا اولین کتابی مصدر، صحفِ نبویہ تھے۔

❖ ......**مطابقت حرف از احرفِ سبعہ:**

سیدنا صدیق اکبرؓ کا جمع کردہ مصحف، سبعہ احرف کو شامل تھا۔ جیسا کہ ابن قیم کے درجِ ذیل قول سے واضح ہے:

"ومعلوم أن ذلک کان بکل الأحرف السبعة التی نزل بها القرآن". ①

❖ ......**وجوہِ نزول سے ثبوت:**

جمعِ قرآن کیلئے یہ شرط بھی موجود تھی کہ پیش شدہ قرآنی جزء، اُن وجوہِ نزول کے بھی موافق ہو جن میں قرآن نازل ہوا تھا۔ جیسا کہ امام سیوطیؒ نے اس کو اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"وما ثبت أنه من الوجوه التی نزل بها القرآن". ②

❖ ......**حفظِ صدور:**

کتابت کے ساتھ ساتھ حفاظ کی تائید، جمعِ قرآن کا، سب سے بڑا مصدر رہی۔ حضرت زید بن ثابت کے الفاظ ہیں کہ "فتتبعت القرآن أجمعه من...... وصدور الرجال". یعنی میں نے جمعِ قرآن کیلئے حفاظ کے سینوں سے تائید حاصل کی۔

---

① ابن قیم: تاریخ عمر بن الخطاب: ص ۱۲۹

② السیوطیؒ: الاتقان فی علوم القرآن: ۵۸/۱

Marfat.com

❖ ......رسول اللہ کی مقرر کردہ ترتیبِ آیات وسُوَر کی مطابقت:

دورِ صدیقی میں کتابتِ قرآن کیلئے وہی ترتیب اور طریقہ کار ملحوظ رکھا گیا جس کو مسلمانوں نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا۔ جیسا کہ ابن حجرؒ کے الفاظ ہیں:

"وكانت كتابة الآيات والسور على الترتيب والضبط اللذين تلقاهما المسلمون عن رسول الله، صلى الله عليه وسلم". ①

❖ ......دو عادل گواہوں کی گواہی:

کسی بھی قرآنی آیت یا جزء کو قبول کرنے سے پہلے، حامل کے علاوہ، دو مزید عادل گواہوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی۔ تاکہ خبرِ آحاد کے ذریعہ سے کوئی جزء داخلِ قرآن نہ ہو سکے۔ کیونکہ بعض صحابہ اپنے صُحف میں رسول اللہ ﷺ کی وضاحتیں یا کسی فرمانِ الٰہی کی تفسیر رقم فرمالیتے تھے۔ جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے ایک واقعہ اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے:

"((حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى))......من أن حفصة أم المؤمنين وابنة عمر بن الخطاب __ كما اسلفنا __ قالت: إذا انتهيتم إلى هذه الآية فأخبروني، فلما بلغوا إليها، قالت: اكتبوا ((والصلاة الوسطى وهي صلاة العصر))، فقال لها عمر أبوها: ألك بينة بهذا؟ قالت: لا، قال: فوالله لاندخل في القرآن ما تشهد به امرأة بلا إقامة بينة". ②

یعنی جب کاتبین سورۃ البقرۃ کی آیت ((حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ)) کی کتابت کرنے لگے تو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کاتبین سے کہا کہ: تم جب

---

① ابن حجرؒ: فتح الباری: ۱۲/۹

② السیوطیؒ: الدر المنثور:

Marfat.com

اس آیت کی کتابت کرنے لگو تو مجھے آگاہ کرنا، چنانچہ جب وہ اس آیت پر پہنچے تو حضرت حفصہؓ نے اس کو (والصلاة الوسطى وهى صلاة العصر) لکھنے کیلئے کہا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے؟ تو حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ نہیں! اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ: بخدا ہم کسی عورت کے قول کو قرآن میں داخل نہیں کر سکتے جبکہ وہ بلا دلیل بھی ہو۔ چنانچہ صحابہ کے تمام اقوالِ تفسیریہ کو قرآن میں داخل نہ کرنے کا حکم دیا گیا اور خالص متواتر نصِ قرآنی پر مشتمل مصحف تیار کیا گیا۔

"شهيدين" کے مطلب کو واضح کرتے ہوئے، د۔لبیب السعید رقمطراز ہیں:

"وكان لا يقبل من أحد شيء حتى يشهد شهيدان، أى أنه لم يكن يُكتفى بمجرد وجدان الشيء مكتوبا حتى يشهد به من تلقاه سماعا". ①

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وكان المراد بالشاهدين الحفظ والكتابة". ②

امام سخاوی کے نزدیک

"المراد أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدى رسول الله ﷺ، أو أنهما يشهدان على أن ذلك من الوجوه نزل بها القرآن". ③

جبکہ امام سیوطیؒ کے نزدیک شاہدین کی گواہی اس بات پر تھی کہ قرآن کا یہ جزء،

---

① د۔لبیب السعید: الجمع الصوتی الاوّل للقرآن: ص ۳۸

② ابن حجر: فتح الباری: ۹/ ۱۱

③ د۔لبیب السعید: الجمع الصوتی الاوّل للقرآن: ص ۳۸

رسول اللہ کے عام الوفاۃ میں آپ پر پیش کیا گیا۔

"المراد أنهما يشهدان على أن ذلك مما عُرض على النبي ﷺ، عام وفاته". ①

چنانچہ جمعِ قرآن کے حوالہ سے نہ صرف مطلق حفظ و کتابت پر اعتماد کیا گیا بلکہ کسی قرآنی آیت کے دعویدار سے دو عادل گواہوں کی شہادت بھی طلب کی گئی اور یہ شہادت مسجد میں لی جاتی، بالفاظِ دیگر مسجدِ نبوی میں حلف برداری کے بعد کسی آیت کے اندراج کا فیصلہ ہوتا۔ جیسا کہ ابن ابی داؤد کی روایت ہے؛

"عن هشام بن عروة عن أبيه قال: لما استحر القتل بالقراء ...... فقال لعمر بن الخطاب ولزيد بن ثابت، أقعدا على باب المسجد، فمن جاء كما بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه". ②

یہ تمام شرائط بر بنائے احتیاط تھیں تا کہ التباس اور اخبارِ آحاد سے اجتناب ہو سکے۔ جب کتابتِ مصحف کیلئے اتنی کڑی شرائط ہوں تو نعوذ باللہ اس کے نامکمل یا محرف ہونے کا دعویٰ کرنا کیونکر ممکن ہے؟

---

① السیوطیؒ: الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۲۱۰

② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۲

Marfat.com

فصل سوم

خلافت عثمانؓ میں جمع وکتابتِ قرآن

Marfat.com

قرآن کریم کی حفاظت اور صیانت کے تیسرے مرحلے کا آغاز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اُن مساعی سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں انجام دیں۔قرآن حکیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا یہ کرشمہ وفیض خاص طور پر غور طلب ہے کہ یہاں تاریخ وتشریع کی مصلحتیں ساتھ ساتھ کارفرما ہیں اوران میں نظم ونسق کا ایسا نظام پایا جاتا ہے جس سے قرآنِ حکیم محفوظ سے محفوظ تر ہوتا جاتا ہے۔

یعنی پہلے تو قرآن سینہءِ جبریل سے قلبِ پیغمبر ﷺ میں منتقل ہوا، پھر تئیس سال کے طویل عرصہ میں تعلیم وتدریس اور تبلیغ وافتاء کے تقاضوں نے اُسے پوری طرح اسلامی معاشرے میں رواج دیا۔چنانچہ نورِ نبوت سے اپنے سینے روشن کرنیوالوں نے قرآنی کرنوں سے اسے مزید منور بنایا، پھر عہدِ صدیقی میں، کتابت کی حد تک: ہڈیوں، پتھروں، چمڑے کے ٹکڑوں پر مرقوم نص قرآنی کا انتقال جلدِ واحد کی طرف ہوا۔

لیکن دورِ عثمانی میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر امتِ مسلمہ کو منقول ومتواتر قرآن پر جمع کیا گیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام اپنے رموز وفوائد اور دیرپا اثرات کے لحاظ سے بے نظیر ومثال تھا۔کیونکہ مصاحف عثمانیہ سے قبل لکھے جانیوالے مصاحف میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوالِ تفسیریہ اور شاذ قراءات شامل تھیں جن کی اجازت رسول اللہ ﷺ نے عرضہءِ اخیرہ سے قبل مرحمت فرمائی رکھی تھی۔

ہم اپنی اس بحث کو اُن اسباب ومحرکات کے تذکرہ سے شروع کریں گے جن کی بناء پر خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ازسرِنو جمع القرآن کی ضرورت درپیش تھی، اس کے بعد ہم اس جمع کے طریقہ کار اوراس کے دستور وشرائط کا ذکر کریں گے۔

Marfat.com

اسباب ومحرکات:

(دورِ صدیقی میں حفظِ صدور کے ساتھ ساتھ ایک ایسا نسخہ بھی تیار ہو گیا جودارالخلافہ، مدینہ منورہ، میں موجود رہتا اور بیرونی مسلمانوں کیلئے 'امام' اور معیار کی حیثیت پہچانا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحاتِ اسلامی کا دائرہ ہر جانب وسیع تر ہوتا گیا تو نومسلموں میں عجمی لوگوں کی کثیر تعداد شامل ہوئی، جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن پڑھنا اور سیکھنا شروع کیا۔ ہر صحابی، اپنے حلقہ درس میں، قرآن مجید کو انہی قراءات کے ساتھ پڑھاتا جو اُس نے براہِ راست نبیءِ کریم سے سن رکھی تھیں۔ تابعین کے طبقہ نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے براہِ راست قراءات اور اسکی مختلف وجوہ سیکھیں۔ جس کی بنیاد پر، قراءات کے اولیٰ اور غیر اولیٰ ہونے کے دعوے منظرِ عام پر آنے لگے۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت ① میں یہ صورتِ حال شدید سے شدید تر ہوتی گئی، میدانِ جنگ کے ساتھ ساتھ میدانِ تعلیم بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا اور کلماتِ قرآنیہ کا اندازِ قراءۃ شدید نزاع میں بدلتا ہوا دکھائی دیا۔ ایسی صورتِ حال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فکرمند ہونا ایک فطری عمل تھا۔

شہرِ کوفہ میں، جلیل القدر صحابی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معلّم وفقیہ کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متعلمین کو مختلف لہجات میں قرآن پڑھایا کرتے تھے، جو عرضۂ اخیرہ سے قبل مشروع تھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمایا کہ قرآن صرف لغتِ قریش ہی میں عام کیا جائے ورنہ اختلاف کے شدید ہونے کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ ابن حجرؒ نے اس کو نقل کیا ہے:

---

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ماہِ محرم ۲۴ ہجری سے ذوالحجہ ۳۵ ہجری تک ہے (تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۴۶)

Marfat.com

”......أن عمر أنكر على ابن مسعود قراءته (عتىٰ حين) ، أى (حتى حين) وكتب اليه: ان القرآن لم ينزل بلغة هذيل ، فأقرىء الناس بلغة قريش، ولا تقرئهم بلغة هذيل، وكان ذلک قبل أن يجمع عثمان الناس على قراءة واحدة“. ①

اسی اختلاف کو ابن ابی داؤد نے بھی بیان کیا ہے:

”......أن ناساً كانوا بالعراق ،يسأل أحدهم عن الآية. فإذا قرأها ، قال: إنى اكفر بهذه، ففشا ذلک فى الناس ، واختلفوا فى القرآن“. ②

یعنی اہلِ عراق جب ایک دوسرے سے کسی آیت کے بارے میں سوال کرتے تو وہ (ان کو کسی اور وجہ پر) پڑھ کر سناتا،تو (سُننے والا) کہتا کہ میں اس (اندازِ قراءۃ میں پڑھنے والے کو کافر کہتا ہوں کیونکہ اس وقت کے مصحف میں ایسا رسم موجود نہیں تھا جس میں مختلف قراءات سما سکیں ③ ۔ یہ صورت الحال لوگوں میں عام ہوتی چلی گئی اور وہ قرآن میں اختلاف کرنے لگے۔

اس اختلاف کے ساتھ ساتھ قرآن کی مختلف قراءات کو صحابہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا تھا۔ابن ابی داؤد نے ایسی کئی روایات نقل کی ہیں،ابوالشعثاء کی روایت ہے:

” كنت جالسا عند حذيفة وأبى موسىٰ وعبدالله بن مسعود، فقال حذيفة: أهل البصرة يقرأون قراءة أبى موسىٰ ، وأهل الكوفة يقرأون قراءة عبد الله ، أما والله أن لو قد أتيت أمير المومنين لقد أمرته بغرق هذه المصاحف“. ④

اس کے علاوہ ، یہ اختلاف اُن مکاتیب اور مدارس میں داخل ہوگیا جہاں پر

① ابن حجر: فتح الباری: ۴۰۲/۱
② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۳۰
③ د۔سید احمد خلیل: دراسات فی القرآن: ص ۹۳
④ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۲۸

Marfat.com

چھوٹے بچے قرآن سیکھتے تھے ①۔ لہٰذا ان اسباب و محرکات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فکر مند ہونے پر مجبور کیا کہ وہ لوگوں کو، تمام قراءاتِ متواترہ کے جامع رسم اور ہجاء کے لحاظ سے مکمل، مصحفِ واحد پر جمع کر دیں۔ لیکن حضرت حذیفۃ ابن الیمان رضی اللہ عنہ (م ۳۷ھ) کے مشاہدے اور اس اختلاف کی نشان دہی پر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فکر میں مزید اضافہ ہوا اور انہوں نے جمعِ قرآن کا حکم ارشاد فرمایا②۔ اسی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے علاوہ، دو اضافی خصوصیات ذکر کی گئیں:

"عن عبد الرحمٰن بن مهدی یقول: خصلتان لعثمان بن عفان، لیستا لأبی بکر ولا لعمر: صبره نفسه حتی قُتل مظلوماً، وجمعه الناس علی المصحف". ③

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو، ابن شهاب الزهریؒ (م ۱۲۴ھ) عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ (م ۹۳ھ) کی سند سے، امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ نے اپنی کتاب فضائل القرآن ④، امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح ⑤، ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف ⑥، ابن ندیم نے الفهرست ⑦، علامہ دانی نے المقنع ⑧، امام سیوطیؒ

① طبری: الجامع لاحکام القرآن: ۱/۶۱؛ المصاحف: ص ۲۸؛ الدانی: المقنع: ص ۷۔

② علامہ ابن حجر کی تصریح کے مطابق یہ جمع ۲۵ ہجری میں ہوا (فتح الباری: ۹/۱۷) ۳۰ ہجری کے متعلق اقوال کو علامہ سیوطی نے غیر مستند قرار دیا ہے (الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۲۱۲)

③ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۹، ۔ سید احمد خلیل: دراسات فی القرآن: ص ۹۷

④ فضائل القرآن و معالمہ و ادبہ:

⑤ الجامع الصحیح: کتاب فضائل القرآن: باب جمع القرآن: حدیث نمبر ۴۹۸۷

⑥ کتاب المصاحف: ص ۲۶ ⑦ ابن ندیم: الفہرست: ص ۲۴

⑧ المقنع: ص ۱۳

Marfat.com

نے الاتقان فی علوم القرآن ① میں جبکہ ان کے علاوہ اکثر مفسرین نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فتح آرمینیہ ② اور آذربیجان ③ کے محاذات پر تھے کہ انہوں نے اہلِ شام اور اہلِ عراق کے مابین، قراءۃ کے اختلاف کو دیکھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور عرض کی۔اے امیر المؤمنین! امت کو بچا لیجئے اس سے پہلے کہ وہ کتاب اللہ میں یہود ونصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگ جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنا مصحف ارسال فرمائیں۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مصحف بھیجا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مصاحف لکھیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مؤخر الذکر تینوں حضراتِ قریش سے کہا جب کسی لفظ کی کتابت پر تمہارے اور زید رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف ہو تو اس کو لغتِ قریش پر لکھو، کیونکہ قرآن ان کی لغت پر نازل ہوا ہے۔جب مصاحف تیار ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مصحف واپس کرنے کے بعد تیارہ شدہ مصاحف تمام بڑے شہروں کی طرف روانہ فرما دیے اور ساتھ ہی یہ حکم نامہ بھیجا ان مصاحف کے علاوہ ہر صحیفہ تلف کر دیا جائے''۔

---

① الاتقان: ۱/۱۶۹

② اِرمینیۃ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت کے دوران سن ۲۴ ہجری میں فتح ہوا (معجم البلدان: ۱/۲۰۳)

③ أذربیجان بلادِ عراق میں موجود معروف پہاڑ کی طرف منسوب ایک علاقہ ہے، اس کی مغربی سرحد اِرمینیۃ کے ساتھ ملتی ہے۔(معجم البلدان: ۱/۱۵۹)

Marfat.com

عہدِ عثمانی میں قرآن کی کتابت اور رسم کی تعیین کے حوالے سے چند اہم مسائل کی تحقیق پیشِ خدمت ہے:

1 قراءات کا بنیادی اختلاف اور اس کی صورتیں:

رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم تبلیغِ اسلام کیلئے مختلف علاقوں کی طرف تشریف لے گئے اور کتاب اللہ کی تعلیم اسی طریق پر دینا شروع کی جس طرح رسول اللہ ﷺ سے سماع فرمایا تھا۔ اہلِ دمشق میں حضرت مقداد ابن الاسود رضی اللہ عنہ، اہلِ کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اہلِ بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جبکہ اہلِ شام میں حضرت اُبیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءات متداول تھیں ①۔ دورِ خلافت میں، مدینہ کے علاوہ، مذکورہ شہر اسلام کے مرکز تھے۔ تابعین کی ایک بڑی تعداد نے ان قراءات کو براہِ راست صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا، لیکن دورانِ تلقی، قراء کے درمیان معمولی اختلاف واقع ہوا جس کی مندرجہ ذیل اقسام تھیں:

اقسامِ اختلاف	مثالیں
۱۔ ازروئے سماع، الفاظ کا اختلاف "إما بالفاظ مختلفة فی السمع لا فی المعنی"②	((جذوة③)) میں حرفِ جیم کی مختلف حرکات④
۲۔ ازروئے سماع، معنی کا اختلاف	((يُسَيِّرُكُمْ)) و ((يَنْشُرُكُمْ⑤)).⑥

---

① احمد عادل: علوم القرآن: ص۴۳

② د۔ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص۴۴

③ القصص: ۲۹

④ ابن الجزری: النشر فی القراءات العشر: ۲/۳۴۱

⑤ یونس: ۲۲

⑥ النشر فی القراءات العشر: ۲/۲۸

Marfat.com

۳۔ **الفاظ کی زیادتی وکمی کا اختلاف** ((وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ)) ①، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ اس آیت سے خَلَقَ کا لفظ ساقط کرتے تھے۔ ②

۴۔ **اختلافِ حرکات** ((فَيَقْتُلُوْنَ)) و ((يُقْتَلُوْنَ)) ③۔

۵۔ **تبدیلیٔ حروف کا اختلاف** ((طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ)) ④ و ((طلع منضود))

۶۔ **خط کا اختلاف** ((يُسَيِّرُكُمْ)) و ((يَنْشُرُكُمْ)) ⑤

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں صحابہؓ کے مابین ایسا کوئی اختلاف موجود نہیں تھا کہ وہ ایک دوسری کی تنکیر وتکفیر کرتے۔ بلکہ یہ اختلاف صحابہؓ سے سیکھنے والے لوگوں میں پھیلا ⑥۔ لیکن یہ اختلاف اتنا سنگین نہیں تھا کہ اس کو تحریف کا نام دے دیا جائے بلکہ کلماتِ قرآنیہ کی ادائیگی کے طریقہ کار میں تھا۔ چنانچہ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے د۔ سید احمد خلیل لکھتے ہیں:

”والإختلاف الذی حدث فی عهد عثمان لم یکن إلا اختلافاً فی طریقة الأداءِ“. ⑦

---

① اللیل: ۳

② القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۸۱/۲۰

③ التوبۃ: ۱۱۱

④ الواقعۃ: ۲۹ ⑤ یونس: ۲۲

⑥ مکی بن ابی طالب: الابانۃ عن معانی القراءات: ص ۳۶ و ۳۷

⑦ دراسات فی القرآن: ص ۹۲

Marfat.com

2◄ اہلِ شام اور اہلِ عراق کے مابین اختلاف اور حضرت حذیفہ ؓ کا ردِّعمل:

۲۵ ہجری، حضرت عثمان ؓ کی خلافت کا دوسرا سال تھا۔ اسی سال اِرمینیۃ فتح ہوا ① جس میں شام اور عراق کے مسلمان لڑائی میں شریک تھے جبکہ حضرت حذیفہ ابن الیمان ؓ ② ان کی امارت فرما رہے تھے۔ ابن حجر، اہلِ عراق اور اہل شام کے مابین اختلاف کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”وتنازع أهل الشام وأهل العراق فی القرآن: أهل الشام یقرأون بقراءة ابیّ بن کعب، فیأتون بما لم یسمع أهل العراق، وإذا أهل العراق یقرأون بقراءة عبد الله بن مسعود، فیأتون بما لم یسمع أهل الشام، فیکفّر بعضهم بعضا“. ③

یعنی اہلِ شام اور اہل عراق نے قرآن کے بارے میں اختلاف کیا، اہل شام حضرت ابی بن کعب ؓ کی قراءۃ پڑھتے تھے، جس سے اہل عراق واقف نہ تھے۔ جبکہ اہلِ عراق حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی قراءۃ پڑھتے تھے جس سے اہلِ شام واقف نہ تھے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔

حضرت حذیفہ ؓ کی موجودگی میں، لوگوں کے درمیان اختلاف کس آیت پر ہوا؟ اس کے بارے میں ابن ابی داؤد رقمطراز ہیں:

---

① واضح رہے کہ ارمینیۃ کی لڑائی دو مرتبہ ہوئی ہے: پہلی مرتبہ خلافتِ عمر ؓ کے دوران سن اٹھارہ ہجری جبکہ دوسری دفعہ دورِ عثمانی ؓ میں ۲۵ ہجری کو۔ جبکہ امام طبری نے یہ واقعہ سن ۳۱ھ کا لکھا ہے۔ (الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۵۲)

② جلیل القدر صحابی ہیں، غزوۂ اُحد میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے، رسول اللہ کے ہمراز تھے، سن ۳۷ ہجری میں وفات ہوئی (مزید تفصیلات کیلئے: ابن حجر: الاصابہ فی تمییز الصحابۃ: ۳۳۲/۱ و ۳۳۳)

③ ابن حجر: فتح الباری: ۱۴/۹

"واختلفا فی آیة من سورة البقرة، قرأ هذه ﴿وَاتِمّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلْبَيتِ﴾ وقرأ هذا ﴿وَاتِمّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ①﴾". ②

یعنی اہل عراق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءۃ کے مطابق پڑھا جبکہ اہل شام نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءۃ کے مطابق پڑھا۔ جس کے نتیجے میں یہ اختلاف پیدا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراز حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے، فتنہ کے ڈر سے، اختلافِ مذکور کو غیر مناسب خیال کرتے ہوئے غصہ کا اظہار فرمایا، کیونکہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ رضی اللہ عنہ کو اس فتنہ سے آگاہ کر دیا ہو۔ اس کے بارے میں علامہ کردیؒ لکھتے ہیں:

"...... إنه لا يبعد أن يكون النبى ﷺ، قد أسرّ إلى حذيفة بدعوة عثمان إلى جمع القرآن على حرف واحد إذا رأى اختلاف الناس فی قراءته، فكتم حذيفة هذا الأمر حتى جاء وقته". ③

چنانچہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے اختلاف کی اس نوعیت کو دیکھ کر پریشان ہوئے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اسی طرح تم سے پہلے لوگوں نے اپنی کتب میں تحریف کی تھی، بخدا میں امیر المؤمنین کو اس کی اطلاع دوں گا"۔ ④

جمعِ عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت میں ہے کہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت

---

① البقرۃ: ۱۹۶

② القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۳۶۹/۲؛ الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۴۶؛ کتاب المصاحف: ص ۱۸

③ تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۴۷

④ د۔ محمد سعید رمضان البوطی: من روائع القرآن: ص ۴۴؛ قاری طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۰۷؛ ابوشامہ المقدسی: المرشد الوجیز: ص ۵۴؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۱۸

Marfat.com

عثمان ﷛ کو اس اختلاف سے مطلع کیا تو آپ ﷛ کے الفاظ یہ تھے کہ اے امیر المومنین! اس امت کو بچا لیجئے، اس سے پہلے کہ یہ بھی اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح تحریف و تصحیف کرنے لگیں:

"فقال له: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهودِ والنصارى". ①

حافظ ابن کثیرؒ، حضرت حذیفہ کے اس قول کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

"وذلك أن اليهود والنصارىٰ مختلفون فيما بأيديهم من الكتب: فاليهود بأيديهم نسخة من التوراة. والسامرة يخالفونهم في ألفاظ كثيرة ومعان أيضا. وليس في التوراة السامرة حروف الهمزة، ولا حرف الهاء، ولا الياء. والنصارىٰ ايضاً بأيديهم توراة يسمّونها (العتيقة)، وهي مخالفة لنسختي اليهود والسّامرة. وأما الاناجيل التي بأيدي النصارىٰ فأربعة: إنجيل مرقس، وإنجيل لوقا، وإنجيل متى، وإنجيل يوحنا. وهي مختلف ايضا اختلافاً كثيراً". ②

یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا۔ یہود کے پاس تورات تھی جبکہ سامری لوگ اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی میں بھی اختلاف کرنے لگے، نتیجتاً سامری توراۃ میں ہمزہ، ہاء اور یاء کے حروف نکال دیے گئے۔ جبکہ بعض عیسائیوں کے پاس تورات تھی جس کا نام 'عتیقہ' رکھا گیا تھا۔ اور جن عیسائیوں کے پاس انجیل تھی تو انہوں نے بھی اس کو چار اقسام میں تقسیم کر رکھا تھا جن کے نام انجیلِ مرقس، انجیلِ لوقا، انجیلِ متی اور

---

① کتاب المصاحف: ص ۲۷؛ احمد عادل: علوم القرآن: ص ۴۴

② فضائل القرآن: ص ۱۹

Marfat.com

انجیلِ یوحنا، اوران میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا تھا۔

چنانچہ کتاب اللہ کو تصحیف سے بچانے کی خاطر صحابہ ؓ نے قرآن مجید کو ایسے انداز میں جمع کیا جس میں تمام قراءاتِ متواترہ شامل ہوں اور وہ اقوالِ تفسیریہ وشاذہ سے پاک ہو، تاکہ امت میں اٹھنے والے نزاع کا بروقت تدارک ممکن ہو سکے۔

3 حضرت عثمان ؓ کی صحابہ کرام ؓ سے مشاورت اور صحابہ کرام ؓ کا اجماع:

حضرت حذیفہ ؓ نے جب امیر المومنین ؓ کو اہل امصار کے اختلاف کی خبر دی تو حضرت عثمان ؓ کا شک یقین میں بدل گیا ① جس کیلئے حضرت عثمان ؓ نے پچاس ہزار کے قریب صحابہ کرام ؓ سے مشاورت فرمائی ② جس کی عکاسی علامہ ابن حجرؒ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

”واستشار عثمانُ الصحابة، قال: ما تقولون فی هذه القراء ة، فقد بلغنی أن بعضهم يقول إن قراء تی خير من قراء تک، وهذا يكاد أن يكون كفراً؟ قال الصحابة: فما ترى؟ قال: أرى أن نجمع الناس على مصحف واحد، فلا تكون فرقة ولا اختلاف. قال الصحابة: فنعم ما رأيت!“. ③

یعنی حضرت عثمان ؓ نے صحابہ ؓ سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنی قراءۃ کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہنے لگیں۔ صحابہ ؓ نے کہا کہ آپ کا خیال ہے؟ آپ ؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں ہمیں لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دینا چاہئے تاکہ کسی قسم کا تفرقہ اور اختلاف باقی نہ رہے۔

---

① د۔لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۴۷

② قاری طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۰۷

③ فتح الباری: ۹/۱۵؛ ابن ابی داود: کتاب المصاحف: ص ۳۰

Marfat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو مستحسن قرار دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اِس جلیل القدر فیصلہ سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر اپنے مثبت خیالات کا اظہار بھی فرمایا۔علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

"وذلک کلّہ بمشورۃ الصحابۃ من حضرہ من الصحابۃ وارتضاہ علیّ بن ابی طالب، وحمد أثرہ فیہ". ①

یعنی یہ تمام کام صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ان کے مشورہ سے انجام پایا۔اس پر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی راضی تھے اور اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت بھی صراحتاً اس پر دلالت کرتی ہے:

"وقال علیّ: لو وُلّیت مثل الذی ولي، لصنعت مثل الذی صنع، وفی روایۃ: یرحم اللہ عثمان، لو کنت أنا لصنعت فی المصاحف ما صنع عثمان". ②

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح یہ کام میرے ذمہ ہوتا تو میں بھی اِسے انہی کی طرح انجام دیتا۔دوسری روایت میں ہے کہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے !اگر میں ہوتا تو میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح یہ فعل انجام دیتا۔ابن ابی داؤد کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"......أن سوید بن غفلۃ الجعفي قال : سمعت علیّ بن ابی طالب یقول: یأیھا الناس لاتغلوا فی عثمان ،ولا تقولوا لہ إلا خیراً". ③

---

① البرہان فی علوم القرآن:۳۲۹/۱

② ابوشامہ:المرشد الوجیز:ص۵۴؛ابن ابی داؤد:کتاب المصاحف:ص۳۰؛ابن حجر:فتح الباری:۱۵/۹

③ کتاب المصاحف:ص۳۰

Marfat.com

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاورت اور ان کی تائید کے ساتھ مصاحف تیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آغاز میں اختلاف کیا لیکن وہ بھی بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گئے۔ اس کی تفصیلی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے انشاء اللہ۔

4 کتابتِ مصاحف کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ کمیٹی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت اور اجماعِ صحابہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابتِ مصاحف کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی، جس کی سربراہی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ① کے سپرد ہوئی جبکہ باقی ارکان میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ②، حضرت سعید ابن

---

① آپ کا پورا نام حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری الخزرجی ہے۔ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت مسائلِ وراثت کو زیادہ جانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد سے قبل ہی آپ رضی اللہ عنہ کو سترہ قرآنی سورتیں زبانی یاد تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر سریانی رسم الخط پر بھی عبور حاصل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تین دفعہ اپنی غیر موجودگی میں خلیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حج پر روانہ ہوئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلفیہ مقرر فرمایا۔ جنگ یمامہ میں شرکت کی اور آپ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس سے آپ رضی اللہ عنہ زخمی نہیں ہوئے۔ سن ۴۵ھ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے: "الیوم مات حبر هذه الأمة" (ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابۃ: ۲/۳۴۳)

② حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن العوام حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بیٹے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ ہجرت کے پہلے یا دوسرے سال پیدا ہوئے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد پیدا ہونے والے پہلے مہاجر مسلمان بچے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ افصح العرب کے لقب سے مشہور تھے۔ سن ۷۳ھ میں عبد الملک کے عہدِ حکومت میں شہید کیے گئے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۴۵۷)

العاص رضی اللہ عنہ① اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ② شامل تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن الجزری نے اس کی وضاحت کی ہے:

"وأمر عثمان زيدَ بن ثابت، وعبد الله بن الزبير، وسعيد بن العاص، وعبد الرحمٰن ابن الحارث بن هشام. فنسخوا هذه الصحف في المصاحف. ".③

بعض روایات میں مزید پانچ ارکان کے نام بھی ملتے ہیں کہ ضرورت کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید پانچ ارکان ملا دیے۔

"......بحسب الحاجة إلى عدد المصاحف التي ترسل إلى الآفاق، فاضافوا إلى زيد جماعة، منهم: مالك بن ابى عامر، كثير بن افلح، وابى ابن كعب④، وانس بن مالك،

① حضرت سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار سخاوت اور فصاحت میں مشہور اشرافِ قریش میں ہوتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کا لہجہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہ تھا، طبرستان کی لڑائی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی امارت میں لشکر روانہ فرمایا اور طبرستان کو فتح فرمایا۔ سن ۵۹ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں وفات پائی۔ (الاستیعاب:۲۱۱)

② حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام بن المغیرۃ المخزومی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے ہوا۔ شبابِ قریش میں سے آپ بھی کتابت مصاحف کیلئے منتخب ہوئے۔ ابن سعد کے مطابق آپ بھی اشراف قریش میں سے تھے۔ ابن حبان کے مطابق آپ کا انتقال ۴۳ھ میں ہوا (الاصابۃ: ۱/۱۴۶)

③ النشر فی القراءات العشر: ۱/۷؛ ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۵؛ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص۲۶

④ جمعِ عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی شرکت پر بھی اختلاف ہے علامہ ذہبی فرماتے ہیں: "والظاهر وفاة أُبَيّ في زمن عمر، حتى أن الهيثم بن عدى وغيره ذكر موته سنة تسع عشر" (سیر اعلام النبلاء: ۱/۳۸۷)، ابن قتیبہ لکھتے ہیں: "ويروى أن عمر قال يوم موته: اليوم مات سيد المسلمين" (ابن قتیبہ: المعارف: ص۱۱۳)

Marfat.com

وعبداللہ بن عباس". ①

یعنی مضافات میں بھیجے جانے والے مصاحف کی تعداد کے پیش نظر انہوں نے حضرت زید کی کمیٹی میں چند افراد مالک بن ابی عامر، کثیر بن افلح، ابی بن کعب، انس بن مالک اور عبداللہ بن عباس کو بھی شامل کیا۔

جبکہ بعض روایات میں مزید تین صحابہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے اسماء کا بھی ذکر ہے۔

"أن هذه اللجنة ضمت ايضاً عبد الله بن عمر بن الخطاب، وعبد الله بن عمرو بن العاص، وأبان بن سعيد②". ③

چنانچہ روایاتِ بالا کی روشنی میں اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد بارہ ہو جاتی ہے۔

غالباً اسی لیے بعض علماء نے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے جس میں ان ارکان کی تعداد بارہ تک پہنچ جاتی ہے:

"وعن محمد بن سيرين: أن جمع اثنى عشر رجلامن قريش والأنصار...الخ". ④

---

① ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۵و۱۶

② حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کے اس جمع میں شریک ہونے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ علامہ ابو شامہ المقدسی کے نزدیک آپ کی وفات سن ۱۳ھ میں ہوئی: "وقد ذكر في بعض الروايات أن الذى نصبه عثمان لإملاء المصحف، والسيرة تشهد بأن ذلك غلط، لأن اهلها قد رووا أن أبان بن سعيد متقدم الموت، وأنه قد هلك قبل جمع عثمان المصحف بزمان طويل، وأنه قُتل بالشام في وقعة اجنادين في سنة ثلاث عشر" (المرشد الوجیز: ص ٦٦)

③ عبدالصبور شاہین: تاریخ القرآن: ص ۱۱۵؛ د۔ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۴۸و۴۹

④ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۳/۵۰۲؛ ابن حجر: فتح الباری: ۹/۱۵و۱۶؛ ابن ابی داوٗد: کتاب المصاحف: ص ۳۳

Marfat.com

5 کتابتِ مصاحف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج اور دستور:

جمعِ عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی روایات و آثار کی روشنی میں، مصاحف کی تیاری اوران کی کتابت کیلئے ملحوظ رکھے گئے دستوراور شرائط کا بیان حسبِ ذیل ہے:

❖......ا......جمعِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اعتماد:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عہدِ صدیقی میں، مصحفِ واحد کی صورت میں، جمع کیے گئے نسخہ پر اعتماد رکھتے ہوئے اسی کو اپنا مصدر بنایا جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیرِ تصرف رہا اوران کی شہادت کے بعدان کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زیرِ نگرانی رہا۔ مروان بن حکم نے اپنے دورِ حکومت میں اس کو جلا دیا۔

"......عن ابن شهاب......وكانت تلك الكتب عند ابى بكر حتى توفّي، ثم عند عمر حتى توفّي، ثم كانت عند حفصة زوج النبى ﷺ، فأرسل إليها عثمان ......فبعث بها إاليه فنسخها عثمان فى هذه المصاحف ثم ردّها إليها فلم تزل عندها حتى أرسل مروان فأخذها فحرقها". ①

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پڑے ہوئے مصحفِ صدیقی کو منگوا کراس کے مطابق مصاحف میں قراءاتِ متواترہ کی شمولیت کا امکان پیدا کرتے ہوئے ان کو لغتِ قریش پر لکھوایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

---

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص۱۶

Marfat.com

"......الأعتماد على عمل اللجنة الأولى التى تولت الجمع على عهد ابى بكر، أى على رَبعة حفصة التى أشرنا إليها". ①

❖ ۲...... کتابِ مصاحف پر مشتمل جماعت کی ذاتی سربراہی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ترتیب دی گئی جماعت کی خود نگرانی فرمائی اور کسی بھی اختلافی قضیہ کا فیصلہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، مثلاً: لفظِ تابوت میں ہونے والے اختلاف کا فیصلہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ رقمطراز ہیں:

"......أن يتعاهد اللجنة خليفة المسلمين نفسه". ②

❖ ۳...... براہِ راست سماع من الرسول ﷺ کی شرط:

مصاحف میں قراءات کی شمولیت کیلئے اس کا براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سماع اور عرضۂ اخیرہ میں اس کی اجازت کے ثبوت کا ہو③۔ اس دوران اگر کسی کلمہ میں اختلاف ہوتا تو کسی ایسے شخص کو تلاش کیا جاتا جس نے وہی کلمہ رسول اللہ ﷺ سے اسی قراءۃ کے ساتھ سنا ہوتا۔ جیسا کہ علامہ دانی نے لکھا ہے:

"إذا اختلفوا فى أية آية، قالوا: هذه أقرأها رسول الله ﷺ. فلاناً، فيُرسَل أليه، وهو على رأس ثلاث اميال من المدينة، فيقال له: كيف أقرأك رسول الله آية كذا و كذا؟ فيقول: كذا و كذا. فيكتبونها". ④

---

① فتح الباری: ۱۵/۹

② الاتقان فی علوم القرآن: ۲۱۳/۱

③ ابن ابی داوٗد: المصاحف: ۲۹

④ الدانی: المقنع: ص ۱۶

یعنی جب کسی آیت میں اختلاف ہوتا تو صحابہ کہتے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ نے فلاں آدمی کو پڑھائی تھی، چنانچہ اس کو بلایا جاتا اگرچہ وہ مدینہ سے کئی میل کے فاصلے پر ہوتا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں فلاں آیت کیسے پڑھائی تھی؟ تو وہ کہتا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح پڑھائی تھی۔ اس توثیق کے بعد صحابہ اس آیت کو لکھ لیتے۔

❖ ......۴......لسانِ قریش پر جمعِ قرآن:

جمعِ عثمانی سے قبل تمام قبائل عرب اپنے اپنے لہجات اور لغات کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿إِنَّا جَعَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا ①﴾ اس اختلافِ لہجات ولغات کی وجہ سے قرآنی کلمات میں بظاہر تغیر نظر آنے لگا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے مختلف فیہ کلمات کو لغتِ قریش کے مطابق لکھنے کا ارشاد فرمایا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی مادری زبان تھی اور قرآن لسانِ قریش ہی میں نازل ہوا تھا لیکن سہولت کی خاطر عرضۂ اخیرہ سے قبل عرب قبائل کو اپنے لہجات اور زبانوں میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ لسانِ قریش پر جمعِ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی کلمات کا بڑا حصہ لسانِ قریش کے موافق ہے ورنہ دیگر قبائل کے کئی الفاظ بھی قرآن مجید میں موجود ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام پر آئیگی۔ قاضی ابوبکر الباقلانی کا قول ہے:

"معنى قول عثمان نزل القرآن بلغة قريش أي معظمه: وإن لم تقم دلالة قاطعة على أن جميعه بلسانِ قريش". ②

روایات میں صرف لفظِ 'تَابُوت' کی ایک ایسی مثال ملتی ہے جس کے بارے میں کتّاب کے مابین اختلاف واقع ہوا۔ اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ابن ابی داؤد، ابن شہاب زہریؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

---

① یوسف:۲ ② الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۴۸

Marfat.com

”قال الزهري: واختلفوا يومئذٍ في التابوت والتابوة، فقال النفر القرشيون التابوت، وقال زيد التابوه. فرفع اختلافهم إلى عثمان فقال اكتبوه التابوت فإنه بلسان قريش“. ①

یعنی اصحابِ قریش نے کہا کہ التابوت یعنی تائے مفتوحہ کے ساتھ لکھا جائے جبکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ اس کو ہاء کے ساتھ التابوۃ لکھا جائے۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے التابوت لکھنے کا حکم دیا کیونکہ یہ لسانِ قریش کے مطابق تھا اور اسی طرح اس کا طریقِ نزول تھا۔

لغتِ واحد پر جمع سے مراد یہ تھا کہ لغتِ مذکور میں، رسول اللہ ﷺ سے ثابت قراءاتِ متواترہ جمع ہو سکے اگرچہ اس کے وجوہ میں اختلاف موجود رہے۔ اس کا مقصد تفرقہ و اختلاف کو ختم کرنا تھا جس کی بنیاد پر لوگ ایک دوسری کی تکفیر پر اُتر آئے تھے۔ چنانچہ لبیب السعید لکھتے ہیں:

”والمقصود من الجمع على لغة واحدة: الجمع على القراءة المتواترة المعلوم عند الجميع ثبوتها عن النبى صلى الله عليه وسلم، وإن اختلفت وجوهها، حتى لا يكون فرقة فيها“. ②

مذکورہ بالا بحث یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کا اکثر حصہ لغتِ قریش کے مطابق لکھا گیا کیونکہ اسی کے مطابق اس کا نزول ہوا تھا۔

❖ ۵...... کتابتِ لفظ میں تواترِ سماع کا لحاظ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھواتے وقت مطلق کتابت کو ہی کافی قرار نہیں

① کتاب المصاحف: ص ۲۶؛ ابن حجرؒ: فتح الباری: ۹/۱۶؛ ابوعمرو الدانی: المقنع: ص ۴

② الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۵۹

Marfat.com

دیا بلکہ کسی لفظ کے اندازِ تکلم کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف اَوجہ کو بھی مدِ نظر رکھا جو عرضۂ اخیرہ میں رسول اللہ ﷺ سے منقول تھیں۔مختلف الوجوہ لفظ کو عمداً کسی علامت سے مجرد رکھا گیا تاکہ اس میں تمام اَوجہ کا امکان باقی رہ سکے۔اس کی وضاحت مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

"وعند كتابة لفظٍ تواتر. عن النبي ﷺ. النطق به، وعلى أكثر من وجه، تُبقى اللجنة هذا اللفظ خالياً من أية علامة تَقْصِر النُطق به على وجه واحد① ((لتكون دلالة اللفظ الواحد على كلا اللفظين المنقولين المسموعين المتلوين شبيهة بدلالة اللفظ الواحد على كلا المعنين المنقولين المفهومين". ②

آغازِ اسلام میں حرکات وعلامات کے وجود کا انکار کرتے ہوئے علامہ ابن الجزریؒ فرماتے ہیں:

"وواضح أن الكتابة العربية كانت بطبيعتها خالية وقتئذ من النقط والشكل". ③

یعنی یہ بات واضح ہے کہ کتابتِ عربی اپنے مزاج کی وجہ سے اس وقت نقاط و علامات سے خالی تھی۔

❖......٦......فساد اور شبہ کے خوف سے چند اشیاء کا ترک:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور جماعتِ کتّاب نے فساد اور شبہ کے اندیشہ کی وجہ سے مندرجہ ذیل کو مصاحف میں درج کرنے سے اجتناب کیا:

الف......منسوخ التلاوۃ آیات۔مثلاً: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیتِ رجم (الشیخ

---

① مرجعِ سابق

② ابن الجزریؒ: النشر فی القراءات العشر: ۳۳/۱۔

③ المرجع السابق

Marfat.com

والشیخۃ إذا زنیا فارجموھا البتۃ) کے دخول کا مطالبہ کیا لیکن اس آیت کے منسوخ التلاوۃ ہونے کی وجہ سے مصحف میں شامل نہ کیا جاسکا۔①

ب...... عرضۂ اخیرہ کے عدمِ مطابق کلمات والفاظ۔②

ج...... روایاتِ آحاد اور قراءاتِ شاذہ۔③

د...... اقوالِ تفسیریہ۔④

❖......۷......مصاحف میں، منزّل علیہا اور عرضۂ اخیرہ کے غیر متبدّل حروف کی شمولیت:

مصاحف میں صرف انہی الفاظ کو جگہ دی گئی جن پر قرآن کا نزول ہوا اور جو عرضۂ اخیرہ میں بھی باقی رہے:

"یشتمل الجمع علی الأحرف التی نزل علیها القرآن، والتی لم تغیّر فی العرضتین الأخیرتین". ⑤

6 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اختلاف اور ان کی رضامندی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ قرآن کو جاننے والے کبار صحابہ میں شمار ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آواز میں تلاوتِ قرآن سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو

---

① الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص۵۹

② السیوطیؒ: الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۲۱۳و۲۱۴

③ "وما لم یثبت من القراءات، وما کانت روایته آحاداً"، (الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص۵۹)

④ "وما لم تُعلم قرآنية، أو ما ليس بقرآن، كالذى كان يكتبه بعض الصحابة فى مصاحفهم الخاصة" (الزرکشیؒ: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۲۳۵)

⑤ د۔لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص۶۰

جاتیں ①۔ لیکن حضرت زید بن ثابت ﷛ کو حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ پر ترجیح دینے کی کئی وجوہات حضرت عثمان ﷛ کے پیشِ نظر تھیں۔ مثلاً: جمعِ قرآن کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ میں قیام پذیر تھے ②، حضرت زید بن ثابت ﷛ دورِ صدیقی میں بھی قرآن کو جمع فرما چکے تھے اور وہ اس کام کی بہتر ادائیگی کو زیادہ جانتے تھے ③، حضرت زید ﷛ عرضہ اخیرہ کے شاہد تھے جس میں قرآن کے منسوخ اور غیر منسوخ کلمات بین کیے گئے ④، حضرت زید ﷛ رسول اللہ ﷺ کے کاتبِ وحی تھے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مختلف بادشاہوں کو لکھے گئے خط بھی آپ ہی نے لکھے تھے ⑤۔

بعض روایات کے مطابق، حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ نے حضرت عثمان ﷛ کے امرِ جمع سے اختلاف کیا۔ جیسا کہ ابن ابی داؤد نے اس کو ذکر کیا ہے:

"عن حميد بن مالك عن عبد الله قال: لما أمر بالمصاحف ساء ذلك عبد الله بن مسعود ......الخ". ⑥

لیکن یہ اختلاف ہرگز اس قدر نہیں تھا جتنا مستشرقین اور معاندینِ اسلام نے اسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کو جب

---

① البخاری: الجامع الصحیح: كتاب فضائل القرآن: باب البكاء عند قراءة القرآن:

② ابن حجر: فتح الباری: ۱۶/۹

③ مرجعِ سابق

④ الذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲۳۷/۱

⑤ مرجعِ سابق

⑥ کتاب المصاحف: ص ۲۱

Marfat.com

مصاحف عثمانیہ کے لکھے جانے کا مقصد معلوم ہوا تو انہوں نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے قول سے رجوع فرمایا:

"عن فلفلة الجعفي قال: فزعت فيمن فزع إلى عبد الله في المصاحف، فدخلنا عليه فقال رجل من القوم إنا لم نأتک زائرين، ولكنا جئنا حين راعنا هذا الخبر فقال: إن القرآن أنزل على نبيكم من سبعة ابواب على سبعة أحرف وإن الكتاب قبلكم كان ينزل من باب واحد على حرف واحد معناهما واحد". ①

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپ سے فقط ملاقات کیلئے نہیں آئے بلکہ ہم آپ کے اختلاف کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا تھا جبکہ اب یہ ایک ہی حرف پر ہے۔

احمد عادل کمال لکھتے ہیں:

"ثم عاد عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، أخيراً إلى حظيرة الجماعة حين ظهرت له مزايا المصاحف العثمانية واجتماع الأمة عليها وتوحيد الكلمة بها". ②

یعنی جب مصاحفِ عثمانیہ کے فوائد ظاہر ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آخر میں جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے سے اتفاق کرلیا۔ لہٰذا اس پر امت کا اجماع واقع ہوا۔

---

① نفس المصدر: ص ۲۵

② علوم القرآن: ص ۴۶

Marfat.com

7 مصاحفِ صحابہ ﷺ:

مستشرق آرتھر جیفری نے ،قرآن میں وجودِ اختلاف کو ثابت کرنے کیلئے ،مختلف مصاحفِ صحابہ ﷺ کو مصاحفِ عثمانیہ کے مدمقابل رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہر ایک صحابی کا جمع کردہ قرآن دوسروں کے جمع کردہ قرآن سے مختلف تھا: ''وما جمعہ واحد لم یتفق حرفیا مع ما جمعہ الآخرون''. ①

لیکن اس باطل دعویٰ کی بنیاد فقط قراءاتِ شاذہ اور اقوالِ تفسیریہ ہیں اور موصوف نے ان کو قرآن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور تقریباً تین سو ساٹھ (360) کے قریب صفحات میں صحابہ کرام کے درمیان اسی اختلاف کو بیان کیا ہے۔ ② ۔اسی طرح ابن ابی داوٗد نے بھی متناقض ومختلف روایات کے مجموعہ کو ﴿باب اختلاف مصاحف الصحابة﴾ کے جلی حروف کے ساتھ بیان کیا ہے۔اور لکھا ہے:

''إنما قلنا مصحف فلان لما خالف مصحفنا هذا من الخط ، أو الزيادة ، أو النقصان''. ③

اوّلاً تو صحابہ ﷺ کی طرف نصِ قرآنی میں زیادتی ونقصان کی نسبت کرنا باطل ہے۔لیکن اگر اِن روایات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ صرف روایاتِ تفسیریہ ،قراءاتِ خاصہ یا پھر قراءاتِ شاذہ ہی ہوں گی۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے د۔اسماعیل لکھتے ہیں:

''......وكيف تنسب إلى بعض الصحابة مصاحف ، فيها زيادة

① آرتھر جیفری: **مقدمہ کتاب المصاحف**:ص۶: ط۱،المطبعۃ الرحمانیۃ ،مصر،۱۹۳۶ء

② د۔اسماعیل سالم: المستشرقون والقرآن:ص۶۲

③ کتاب المصاحف:ص۶۰

Marfat.com

عن القرآن أو نقصان؟ إنه إن صحت نسبة هذه المصاحف أو بعضها إلى الصحابة فإن ما نسب إليهم لا يعدو أن يكون بعض الروايات التفسيرية أو بعض أوجه القراءات الخاصة أو الشاذة......فهل يجوز في مثل هذا أن تضع عنواناً ضخما يوحي باختلاف المصاحف ،وكأنها قرآن آخر غير قرآننا". ①

یہ بات قابلِ وضاحت ہے کہ بعض مؤلفین نے ''مصحفِ فلاں'' کو بطور اصطلاحی استعمال کیا ہے: جیسا کہ دکتور عبدالصبور شاہین نے اس کی وضاحت کی ہے:

"قد يرى بعض المؤلفين إطلاق لفظ ((مصحف فلان)) على بعض القراءات التي تُنسب إليه كما نسب إلى حمزة بن عبد المطلب مصحفا". ②

یعنی بعض مولفین کا خیال ہے کہ ''مصحفِ فلاں'' کے لفظ کا اطلاق بطورِ اصطلاح ان قراءات پر ہوتا ہے جو کسی طرف منسوب ہوں۔ جیسا کہ حضرت حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف مصحف منسوب کیا جاتا ہے جبکہ وہ نزولِ قرآن کی تکمیل سے آٹھ سال قبل غزوۂ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ لہٰذا اسی بنیاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف مکمل مصاحف منسوب کرنا درست نہیں۔

مندرجہ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف قراءات مروی ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

① المستشرقون والقرآن: ص ٦٢

② عبدالصبور شاہین: تاریخ القرآن: ١٢٦، ط١، دار القلم بیروت، ١٩٦٦ء

Marfat.com

صحابہؓ	قراءاتِ ائمہ سبعہ میں سے منسوب قراءات کی تعداد
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	پانچ قراءات
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	ایضاً
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	تین قراءات
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	ایضاً
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	دو قراءات
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	ایضاً
حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ	ایک قراءۃ
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ	ایک قراءۃ ①

چنانچہ اگر بظاہر اختلاف موجود ہے تو وہ مذکورہ بالا قراءات یا پھر اقوالِ تفسیریہ ہیں۔ جیسے:

1. **مصحفِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:** ابن ابی داؤد نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف مصحف منسوب کیا ہے ② لیکن اس میں سوائے تین آیات کے کوئی مثال ذکر نہیں کی گئی۔ جبکہ یہ تین مثالیں بھی قراءات کی مختلف وجوہ ہیں۔ لہٰذا روایات، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی مصحف کو منسوب کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ ③

2. **مصحفِ علی رضی اللہ عنہ:** ابن ابی داؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف مصحف منسوب کیا ہے ④،

---

① المستشرقون والقرآن: ص ۶۲

② کتاب المصاحف: ص ۶۰

③ الدکتور صبحی صالح: مباحث فی علوم القرآن: ۸۲

④ کتاب المصاحف: ص ۶۳

Marfat.com

اور اس کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے: ﴿آمن الرسول بما أنزل إليه و آمن المؤمنون ①﴾ لیکن ظاہر ہے کہ یہ روایت تفسیری ہے۔②

3. مصحفِ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مصحف کا نام 'لباب القلوب' مذکور ہے۔ لیکن ابن ابی داؤد نے 'لباب القلوب' کے حوالے سے صرف چار اختلافی صورتوں کو بیان کیا ہے ③، جن میں سے دو (۲) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی قراءات ہیں جبکہ دوسری دو روایاتِ تفسیریہ ہیں ④۔ لہٰذا ان چار صورتوں کی بنیاد پر کس طرح ایک مستقل مصحف قائم ہو سکتا ہے؟⑤

4. مصحفِ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ: اس کے ذیل میں، ابن ابی داؤد کی نقل کردہ روایت کے یہ الفاظ ہیں: "فقال......ألا أخرج لک مصحف عبد الله بن عمرو بن العاص، فأخرج حروفا تخالف حروفنا......الخ" ⑥، لیکن ابن ابی داؤد نے ان حروفِ مخالفہ میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔

اس اعداد و شمار سے وہ تمام دعوے باطل ہو جاتے ہیں جن میں مصاحف صحابہ رضی اللہ عنہم کا مصحفِ عثمانی کے ساتھ اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے برعکس، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے مصحفِ عثمانی سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ اس کی کتابت و اشاعت

---

① البقرۃ:۲۸۵۔ جبکہ مصحفِ عثمانی میں یہ آیت اس طرح ہے: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

② المستشرقون والقرآن: ص۶۴

③ کتاب المصاحف: ۶۳

④ المستشرقون والقرآن: ص۶۴

⑤ عبد الصبور شاہین: تاریخ القرآن: ۱۲۷

⑥ کتاب المصاحف: ص۹۳

Marfat.com

میں بھی شریک رہے:

"لقد أجمع الصحابة ...... رضی اللہ عنہم ...... علی المصحف الإمام، ولم يتخلف عبد الله بن مسعود عن ذلک الإجماع". ①

8 احراقِ صحف کا حکم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مستند مصاحف کی تیاری کے بعد باقی مصاحف کے تلف کرنے کا حکم دیا② ۔ چنانچہ حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"أدركت الناس متوافرين حين حرق عثمان المصاحف فأعجبهم ذلک ،ولم ينكر عليه أحد". ③

یعنی میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے جلانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کو عجیب خیال کیا لیکن کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ علامہ ابن القیم الجوزیہؒ کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم نے مصلحتِ امت کی خاطر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اعتماد کا اظہار فرمایا:

"كان رأيا اعتمدوا فيه على مصلحة الأمة". ④

لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ حکم مبنی بر مصلحت تھا کیونکہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امت کو مصحفِ واحد پر جمع نہ فرماتے تو لوگوں میں اختلاف کے شدید ہونے کا اندیشہ تھا۔ ⑤

---

① د۔ صبحی صالح: مباحث فی علوم القرآن: ص۸۲؛ المستشرقون والقرآن: ص۶۵

② لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص۵۴

③ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص۱۹

④ لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص۵۴

⑤ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص۱۹

9◄ جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی میں فرق:

گزشتہ ابحاث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو مصحفِ واحد کی صورت میں جمع کیا جس کا مقصد قرآنِ مکتوب کی حفاظت تھی۔ جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو قراءاتِ متواترہ منقولہ پر جمع کیا جس سے امت میں اختلاف اور اس کے تمام اسباب معدوم ہو گئے۔ اس فرق کو واضح کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ، قاضی ابو بکر باقلانی کا قول نقل کرتے ہیں:

”ولم يقصد عثمان قصدَ أبي بكر في جمع نفس القرآن بين اللوحين، وإنما قصد جمعهم على القراءات الثابتة المعروفة عن النبي ﷺ وإلغاء ما ليس كذلك، وأخذهم بمصحف لا تقديم ولا تأخير، ولا تأول أُثبت مع تنزيل، ومنسوخ تلاوته كُتب مع مثبت رسمه ومفروض قراءته وحفظه، خشية دخول الفساد والشبهة على من يأتي بعده“.①

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعِ صدیقی کی طرح مطلق نصِ قرآنی کو بین اللوحین جمع نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول قراءاتِ متواترہ پر لوگوں کو جمع فرمایا۔ فساد اور شبہہ کے خوف سے، قراءۃ، حفظ اور رسم کو جامع ایسا مصحف تیار کروایا جو تقدیم و تاخیر، تاویل و تفسیر اور منسوخ التلاوۃ آیات سے پاک تھا۔

علامہ ابن التینؒ اس فرق کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”الفرق بين جمع أبي بكر و جمع عثمان: أن جمع أبي بكر: كان لخشية من القرآن شيء بذهاب حَملتيه، لأنه لم يكن

---

① البرہان فی علوم القرآن: ۱/۲۳۰

Marfat.com

مجموعا فی موضع واحد، فجمعه فی صحائف مرتّبا لآیات سُوره علی ما وفقهم علیه النبی ﷺ. وجمع عثمان: کان لما کثر الإختلاف فی وجوه القراءة......فنسخ تلک الصحف فی مصحف واحد مرتّبالسوره، واقتصر من سائر اللغات علی لغة قریش......الخ". ①

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حاملینِ قرآن کی وفات کے ڈر سے عہدِ نبوی میں لکھے گئے مختلف ٹکڑوں سے قرآن بین اللوحین موضعِ واحد میں رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب سے جمع فرمایا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے متواتر وجوہِ قراءۃ، آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب کے مطابق، لغتِ قریش پر قرآن لکھوایا۔

چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی میں تالیف ہوا، عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں مصحف کی صورت میں جمع ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو نزاع سے بچانے کی خاطر ایسے تمام مصاحف تلف کروا دیے جو شاذ قراءات اور تفسیری اقوال پر مشتمل تھے! ②

① السیوطیؒ: الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۲۱۳؛ الزرکشیؒ: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۲۳۵؛ ابوشامہ المقدسیؒ: المرشد الوجیز: ص ۷۰

② الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۲۳۵؛ د۔ اسماعیل سالم عبدالعال: المستشرقون والقرآن: ص ۵۳

Marfat.com

باب سوم

مصاحف عثمانیہ، ان کے اختلافات اور اس کے اسباب

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول

....

مصاحف عثمانیہ کی تعداد

Marfat.com

عہدِ نبوی کے بعد عہدِ صدیقی اور عہدِ عثمانی میں قرآن کریم کے جمع و کتابت کے تذکرہ کے بعد مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد اور امصار کی تعیین ایک بنیادی مسئلہ ہے جس کی بحث و تحقیق میں علماء و مورخین کے ہاں مختلف اقوال و آراء پائی جاتی ہیں۔ تعدادِ مصاحف اور مُرسل اِلیہا مقامات کی تعیین میں کسی حتمی قول کے عدمِ وجود کا سب سے بنیادی سبب، تعداد اور مقامات کے بارے میں روایات کا اختلاف ہے کیونکہ جمعِ عثمانی کے ضمن میں مروی روایات میں کسی مقام کی تعیین کی بجائے "بعث عثمان إلى كل افق" ①، یا "إلى كل جند من أجناد المسلمين" ②، یا "بعث بها إلى الآفاق" ③، یا "فرقها فى الناس" ④ یا "قسمها فى الأمصار" ⑤ وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں۔

مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد اور مقامات کی تعیین پر اوّلین مصدر، جمعِ عثمانی کی روایات ہیں لیکن ان میں مصاحف کی مخصوص تعداد اور مُرسل الیہا مقامات کی واضح نشاندہی

---

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۲۶

② المصدر السابق: ص ۲۷

③ المصدر السابق: ص ۲۸

④ المصدر السابق: ص ۳۱

⑤ مرجعِ سابق

Marfat.com

ماننا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ندیمؒ (م ۳۸۴ھ) نے بھی اس بحث کو کسی محاکمہ کے بغیر ذکر کیا ہے①۔ اسی طرح ابن الاثیرؒ نے بھی ابو الفداء ابن کثیرؒ اور علامہ ابن خلدونؒ کی طرح اس بحث کو کسی فیصلہ کے بغیر نقل کیا ہے②۔

ذیل میں تعدادِ مصاحف کے متعلق مروی روایات کو ذکر کرنے کے بعد ان میں راجح قول کی وجوہِ ترجیح ذکر کی جاتی ہیں۔

مصاحفِ عثمانیہ، چار ہونے کے دلائل:

قراءِ سبعہ میں سے قاریٔ کوفہ حمزہ الزیاتؒ (م ۱۵۶ھ) کا موقف یہ ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد چار تھی، کیونکہ حمزہؒ نے مصاحفِ عثمانیہ میں سے کوفہ کی طرف روانہ کیے گئے مصحف سے دیکھ کر اپنا مصحف لکھا تھا:

"حدثنی قبیصة بن عقبة قال: سمعت حمزة الزيات يقول: أنه كتب مصحفه الخاص به نقلا عن النسخة الرسمية التي أرسلها عثمان إلى الكوفة والتي كانت إحدى أربع نسخ أمر بكتابتها". ③

---

① ملاحظہ ہو: الفہرست: ص ۲۵

② عبداللہ خورشید البری، الدکتور: القرآن وعلومه في مصر: ص ۴۶، دار المعارف، مصر، س۔ن...... عصر حاضر میں مستشرق راڈویل (Rodwell) (م ۱۸۶۱ء) نے قرآن مجید کے انگلش ترجمہ The Koran Rodwell's Translation, London, 1950، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا نے مادۂ قرآن کے ذیل میں Ency. Britinica: Vol. 13, p.484 (14th edition) اور امین خولی (م ۱۹۶۶ء) نے دائرة معارف الشعب: القرآن الکریم میں بھی بحث کی ہے۔ ﴿القرآن وعلومہ فی مصر: ص ۴۶﴾

③ کتاب المصاحف: ص ۴۳

Marfat.com

لیکن حمزہؒ نے ان چار مصاحفِ عثمانیہ میں سے باقی تین کی وضاحت نہیں کی کہ وہ کہاں بھیجے گئے؟ لیکن اس کمی کو علامہ دانیؒ نے ان الفاظ میں دور کیا ہے:

''اكثر العلماء على أن عثمن بن عفان رضى الله عنه لما كتب المصحف جعله على أربع نسخ وبعث إلى كل ناحية من النواحى بواحدة منهن، فوجّه إلى الكوفة إحداهن، وإلى البصرة أخرى، وإلى الشام ثالثة وأمسك عند نفسه واحدة''. ①

یعنی اکثر علماء کا خیال ہے کہ عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے چار نسخے تیار کروائے اور اطراف میں سے ایک کوفہ، دوسرا بصرہ، تیسرا شام اور چوتھا نسخہ اپنے پاس رکھا۔

مؤرخ ابن بشکول الاندلسیؒ (م ۵۷۸ھ) جامع مسجد قرطبہ کے نسخہ کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''أن هذه المصحف هو أحد المصاحف الأربعة التى بعث بها عثمان إلى الأمصار: مكة، والبصرة، والكوفة، والشام''. ②

علامہ قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) نے بھی چار مصاحف والے قول کو نقل کیا ہے ③ عصرِ حاضر میں مستشرقین میں سے بوہل (Buhl) ④ اور بروکلمان ⑤ کی رائے بھی یہی

---

① المقنع: ص ۱۹

② البری: القرآن وعلومہ فی مصر: ص ۳۶

③ الجامع لأحکام القرآن: المقدمۃ: ۱/۴۷

④ ملاحظہ ہو: Buhl F.; Koran, Ency. Islam, Vol.2, p.1979

⑤ بروکلمان (کارل) **تاریخ الادب العربی**: ۱/۱۴۰، دار المعارف مصر، ۱۹۵۹ء، مترجم: د۔ عبدالحلیم النجار

Marfat.com

ہے۔علامہ دانیؒ نے بھی مصاحف عثمانیہ کی تحدید چار تک کرتے ہوئے کہا کہ یہی قول صحیح ہے ①۔لیکن علامہ دانیؒ اپنی تصنیف کی بنیاد چار کی بجائے پانچ مصاحف پر رکھنے کا اظہار فرماتے ہیں۔المقنع کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''هذا كتاب أذكر فيه إن شاء الله ما سمعته من مشيختي، ورويته عن أئمتي من مرسوم خطوط مصاحف اهل الأمصار: المدينة ومكة والكوفة، والبصرة، والشام وسائر العراق''. ②

یعنی اس کتاب (المقنع) میں،مَیں وہی بیان کروں گا جو میں نے اپنے شیوخ سے سنا ہے اور مصاحفِ اہلِ امصار مدینہ،مکہ،کوفہ،بصرہ،شام اور عراق کے رسم الخط کے بارے میں اپنے ائمہ سے لیا ہے۔

مصاحفِ عثمانیہ،پانچ ہونے کے دلائل:

علامہ ابن جبیر المکیؒ کے مذہب پر بنیاد رکھتے ہوئے علامہ ابن حجر العسقلانیؒ نے مصاحف کی تعداد پانچ ہونے کی رائے کو منتخب کیا ہے۔یہ مصاحف 1.مدینہ،2. مکہ، 3.شام،4.بصرہ اور 5. کوفہ کی طرف روانہ کیے گئے:

''......ابن مجاهد صنف كتابا في القراء ات فاقتصر على خمسة اختار من كل مصر إماما. وإنما اقتصر على ذلك لأن المصاحف التي ارسلها عثمان كانت خمسة إلى هذه الأمصار......الخ''. ③

ابن حجرؒ کے مذکورہ قول کی بنیاد پر علامہ سیوطیؒ اور علامہ قسطلانیؒ نے بھی یہی رائے

---

① المقنع:ص۱۹

② نفس المصدر:ص۱۲

③ فتح الباری:۹/۱۷و۲۶

قائم کی ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد پانچ تھی ① ۔عبدالوہاب حمودہ نے علامہ ابن الجزریؒ کے حوالے سے مصاحفِ خمسة کی رائے کومشہور قرار دیا ہے:

"واختلفوا في عدة هذه المصاحف، والمشهور أنها خمسة؛ فأرسل إلى مكة، وإلى الشام، وإلى البصرة، وإلى الكوفة، وحبس بالمدينة واحداً". ②

عبدالہادی الفضليؒ نے بھی اسی قول کواختیار کیا ہے۔القراءات القرآنیہ میں رقمطراز ہیں:

"وقد اختلف في عدد المصاحف التي كتبها عثمان ، والمشهور أنها خمسة ..... كما عزاه السيوطي إلى السخاوي". ③

مصاحفِ عثمانیہ، چھ ہونے کی دلیل:

ابن القاصحؒ، تلخیص الفوائد میں رقمطراز ہیں:

"وقال صاحب زاد القراء: لما جمع عثمان رضي الله عنه القرآن في مصحف سماه ((الإمام)) نسخ منه المصاحف فأنفذ منها مصحفاً إلى مكة ومصحفاً إلى الكوفة، ومصحفاً إلى البصرة، ومصحفاً إلى الشام، وأمسك مصحفاً بالمدينة". ④

جرجی زیدان نے بھی علامہ ابن حجرؒ کی رائے سے اتفاق کیا ہے لیکن اس

---

① الاتقان فی علوم القرآن: ۶۰/۱؛ الزرقانی: مناہل العرفان: ۳۹۶/۱

② عبدالوہاب حمودہ: **القراء ات واللهجات**: ص۹۶، ط۱، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، قاہرہ، ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

③ دکتور عبدالہادی الفضلي: **القراء ات القرآنية تاريخ وتعريف**: ص۲۳، دارالقلم بیروت، لبنان

④ ابوالبقاء علی بن عثمان بن محمد بن القاصح: **تلخيص الفوائد وتقريب المتباعد على عقيلة اتراب القصائد للشاطبيؒ**: ص۱۶، ط۱، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء

Marfat.com

میں صرف اس قدر اضافہ کیا ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے ایک مصحف اپنے لیے مخصوص فرمایا تھا جس کی بنیاد پر مصاحف کی تعداد چھ تک پہنچ جاتی ہے۔

"...... مصحفا سادسا احتفظ به عثمان لنفسه وهو الذی یسمونه ((الإمام))". ①

علامہ زاہد الکوثری (م ۱۳۷۱ھ)، اپنے مقالات میں اسی رائے کی طرف مائل نظر آتے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی مصاحفِ عثمانیہ کو چھ شمار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"وقد استمر عمل الجماعة فی نسخ المصاحف مدة خمس سنین، من سنة خمس وعشرین إلى سنة ثلاثین فی التحقیق، ثم أرسلوا المصاحف المکتوبة إلى الأمصار، وقد احتفظ عثمان بمصحف منها لأهل المدینة، وبمصحف لنفسه، غیر ما أرسل إلى مکة والشام والکوفة والبصرة". ②

یعنی مصاحف عثمانیہ کی کتابت میں جماعت صحابہ ؓ نے تقریباً پانچ برس اپنی کوششیں صرف کیں۔ محقق قول کے مطابق مصاحف کی تیاری ۲۵ ہجری سے ۳۰ ہجری میں مکمل ہوئی تھی ③۔ پھر مصاحف مذکورہ مختلف امصار کی طرف روانہ کیے گئے، جن میں سے حضرت عثمان ؓ نے ایک اہل مدینہ، دوسرا ذاتی استعمال کیلئے، تیسرا مکہ، چوتھا شام، پانچواں کوفہ اور چھٹا اہل بصرہ کی طرف ارسال فرمایا۔

---

① جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغة العربیة: ۱/ ۱۸۶، دار الہلال، ۱۹۵۷ء، تحقیق ڈاکٹر شوقی ضیف

② محمد زاہد الکوثری (م ۱۳۷۱ھ): مقالات الکوثری: ص ۱۰، ط ۱، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۳۷۲ء

③ مصاحف عثمانیہ کی تیاری کی مدت سے متعلق تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو: الابیاری: القرآن وعلومہ فی مصر، ص ۳۲ تا ...

علامہ زرقانیؒ نے بھی مصاحف کی تعداد چھ ہونے کا قول نقل کیا ہے:

"قال صاحب زاد القراء: لما جمع عثمان القرآن فی مصحف سماه الإمام ونسخ منه مصاحف فأنفذ منها مصحفا إلى مكة، ومصحفا إلى الكوفة، ومصحفا إلى البصرة، ومصحفا إلى الشام، وحبس بالمدينة". ①

"مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف المدينة المنورة" نے 1417 ہجری میں عثمان طٰہٰ خطاط کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف، وزارة الشئون الاسلامية کی وساطت سے مصحف المدینة النبویة شائع کیا۔ اس مصحف اور علاماتِ ضبط کے تعارف، جو کہ مصحف کے آخر میں بطور تتمہ شامل ہے، میں لکھا ہے:

"وأُخذ هجاؤه مما رواه علماء الرسم عن المصاحف التی بعث بها الخليفة الراشد عثمان بن عفان رضی الله عنه إلى البصرة والكوفة والشام ومكة، والمصحف الذی جعله لأهل المدينة، والمصحف الذی اختص به نفسه". ②

متأخرین میں سے مولانا محمد حنیف ندویؒ نے بھی مصاحف کی تعداد چھ ذکر کی ہے۔ ③

مصاحفِ عثمانیہ، سات ہونے کے دلائل:

حمزة الزیاتؒ سے ایک صدی بعد جبکہ علامہ دانیؒ (م۴۴۴ھ) سے دو صدیاں قبل ہمیں ایک اور شخصیت کی رائے معلوم ہوتی ہے جس کے مطابق مصاحفِ عثمانیہ سات

---

① الزرقانی: مناہل العرفان: ۱/۳۹۶

② مصحف، ص: أ

③ مطالعۂ قرآن، ص: ۲۶۱

تھے۔ ابو حاتم السجستانی (م ۲۵۰ھ)، امام اصمعیؒ کے مشہور شاگرد تھے۔ مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد کے بارے میں ان کا قول حسبِ ذیل ہے:

"حدثنا عبد الله قال: سمعت أبا حاتم السجستانی قال: لما کتب عثمان المصاحف حین جمع القرآن کتب سبعة مصاحفِ، فبعث واحدا إلی مکة، وآخر إلی الشام، وآخر إلی الیمن، وآخر إلی البحرین، وآخر إلی البصرة، وآخر إلی الکوفة، وحبس بالمدینة واحداً". ①

یعنی ابو حاتم السجستانیؒ کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سات مصاحف لکھوائے جن میں سے 1. مکہ، 2. شام، 3. یمن، 4. بحرین، 5. بصرہ، 6. کوفہ بھیجے اور 7. ایک نسخہ مدینہ میں رکھ لیا۔

ابن کثیر الدمشقیؒ (م ۷۷۴ھ) بھی ابو حاتمؒ کے قول سے مطمئن نظر آتے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی بعینہٖ انہی مقامات کا ذکر کیا ہے ②۔ یہی وجہ ہے کہ امام رافعیؒ نے اسی کو قولِ مشہور قرار دیا ہے ③۔ علامہ شمس الحق افغانیؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے ④۔ الدکتور محمد رمضان البوطیؒ لکھتے ہیں:

"إلا أن الباحثین اختلفوا فی عدد المصاحف التی استنسخها، والراجح الذی علیه اکثرهم أنها سبعة مصاحف، استبقی واحدا

---

① ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۴۳

② فضائل القرآن: ص ۲۹

③ تاریخ آداب العرب: ۲/۲۰، ۲۱

④ علوم القرآن: ص ۱۱۸ و ۱۱۹

Marfat.com

منها عنده وهو الذى سمي بالمصحف الإمام ووزع سائرها على الكوفة والبصرة والشام واليمن ومكة والبحرين". ①

لیکن علامہ جعبری اور سیوطیؒ کے قول کے مطابق "لم يسمع لمصحفي اليمن والبحرين خبر". ② یعنی یمن اور بحرین کے مصاحف کے بارے میں کوئی خبر نہیں سنی گئی۔

مصاحفِ عثمانیہ، آٹھ ہونے کے دلائل:

علامہ ابن الجزریؒ (م۸۳۳ھ) نے مصاحفِ عثمانیہ کو آٹھ شمار کیا ہے۔ علامہ ابن الجزریؒ کی رائے دراصل ابوحاتم السجستانیؒ کے قول پر مبنی ہے لیکن اس میں اُس ایک مصحف کا اضافہ کیا گیا ہے جس کو حضرت عثمان ؓ نے مصحفِ مدنی کے علاوہ، ذاتی استعمال کیلئے مخصوص فرمایا تھا۔

"......المصحف الإمام الذى احتجزه الخليفة لإستعماله الشخصي. وهو غير المصحف الذى استبقى فى ((المدينة)) عاصمة الخلافة للإستعمال العام". ③

لیکن علامہ ابن الجزریؒ نے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، پانچ مصاحف کی رائے کو بھی مشہور قرار دیا ہے۔

مصاحفِ عثمانیہ، نو ہونے کی دلیل:

مذکورہ بالا سب اقوال سے مختلف ایک اور قول ہمارے سامنے آتا ہے جس کے

---

① جمع، بائع القرآن، ص ۴۵

② غانم: رسم المصحف، ص ۱۲۴

③ النشر فی القراءات العشر: ۱/۷

مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے گئے مصاحف کی تعداد نو (۹) تھی۔ یہ رائے مؤرخ الیعقوبیؒ (م ۲۸۴ھ) کی ہے۔علامہ یعقوبیؒ نے ابوحاتم کے ذکر کردہ سات مصاحف کے علاوہ مزید دو (۲) مصاحف کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک 'مصر' جبکہ دوسرا 'الجزیرۃ' کی طرف روانہ کیا گیا①۔

لیکن دکتور عبداللہ خورشید البری، علامہ یعقوبی کی رائے پر اعتماد کرنے کیلئے تیار نہیں کیونکہ ان کے نزدیک 'مصر' میں کسی مصحف کا وجود متحقق نہیں، اور بعض علماء نے وہم کی بنیاد پر لفظِ مصر سے ملکِ مصر مراد لیا ہے۔شاید یہ مغالطہ عبارت کی وجہ سے یا پھر نقل کی وجہ سے ہوا ہے۔لکھتے ہیں:

"......لا نستطيع قبول أخباره في هذا الموضوع ومن بينها إرسال مصحف إلى مصر وآخر إلى الجزيرة بالإضافة إلى الجهات السبع التي يقول بها ابو حاتم......طرأ على العبارات التي تذكر أن عثمان لما كتب مصحفه أرسل منه نسخة إلى كل ((مصر)) من الأمصار". ②

راجح قول:

راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق مصاحفِ عثمانیہ کو تعداد کے لحاظ سے چھ (۶) قرار دینا اقرب الی الصواب ہے کیونکہ روایات کی ایک بڑی تعداد اسی کی شاہد ہے۔ مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد چھ قرار دینے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

---

① الیعقوبی: احمد بن یعقوب بن ابی واضح الکاتب: **کتاب البلدان** :۲/۱۴۷، لیدن، ۱۸۹۱ء (علامہ یعقوبی کی یہ کتاب ابن رستہ کی کتاب الاعلاق النفسیۃ کے آخر میں شامل ہے جو کہ لیدن سے شائع ہوئی)۔

② القرآن وعلومہ فی مصر: ص ۵۶

وجہِ اوّل...... مصاحف کے ساتھ بھیجے جانیوالے قرّاء کی تعداد:

مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد چھ قرار دینے کی پہلی اور سب سے بنیادی وجہ اُن قرّاء صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ہے جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے ساتھ مراکزِ خمسہ کی طرف روانہ فرمایا۔ روایات کے مطابق اِن قرّاء کی تعداد پانچ تھی۔ ذیل میں ان قرّاء کے اسماء پیشِ خدمت ہیں:

۱۔	حضرت عبداللہ بن سائب المخزومی (م ۷۰ھ) رضی اللہ عنہ	مکہ معظّمہ کے مصحف کے ساتھ بھیجے گئے۔
۲۔	حضرت ابوعبدالرحمٰن السُّلَمی (م ۴۷ھ) رضی اللہ عنہ	کوفہ کی طرف روانہ کیے گئے۔ ان سے قبل خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف بھیجا تھا۔
۳۔	حضرت عامر بن عبد قیس (م ۵۵ھ تقریباً) رضی اللہ عنہ	بصرہ کی طرف روانہ کیے گئے۔
۴۔	حضرت مغیرۃ بن ابی شہاب المخزومی رضی اللہ عنہ	شام کی طرف بھیجے گئے۔
۵۔	حضرت زید بن ثابت (م ۴۵ھ) رضی اللہ عنہ	مدینہ میں متعین ہوئے۔ ①

① محمد بن القاصح: تلخیص الفوائد: ص ۱۶؛ القراءات القرآنیۃ: ص ۲۲؛ الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۸۰؛ مولانا محمد حنیف ندوی: مطالعہ قرآن: ص ۸۹؛ تاریخ خط وخطاطین: ص ۵۹

Marfat.com

چنانچہ مذکورہ بالا تصریح سے مصاحفِ امصار کے ساتھ بھیجے جانیوالے قرّاء کی تعداد پانچ (۵) متعین ہوتی ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ یہ مصاحف پانچ مقامات: مکہ، کوفہ، بصرہ، شام اور مدینہ کی طرف روانہ کیے گئے۔ جبکہ ایک مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی استعمال کیلئے بھی لکھوایا① ، جس کو 'الإمام' کے نام سے پکارا گیا۔ جس سے مصاحف کی مجموعی تعداد چھ (۶) ہو جاتی ہے۔

وجہِ دوم...... جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے مصاحف کی روانگی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کی روانگی کیلئے اسلامی سلطنت کو تین بنیادی حصوں میں تقسیم فرمایا:

اوّل:- جزیرۂ عرب (جس کے مراکز مکہ اور مدینہ تھے)،

دوم:- مشرقی علاقے (بصرہ اور کوفہ ان کے مراکز تھے)

سوم:- مغربی علاقے (جن کا مرکز ملکِ شام تھا)۔

اِن مراکزِ خمسہ میں سے ہر ایک شہر میں ایک مصحف بھیجا گیا جبکہ ایک مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے باقی رکھا②۔ اسی وجہ سے مصاحف کیلئے مخصوص اصطلاحات کا استعمال شروع ہوا:

ا۔ مدنیین: مدنی مصحف اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذاتی مصحف کے دونوں نسخوں کو اکٹھا ذکر کرنے کیلئے۔

---

① مقالات الکوثری: ص ۱۰

② ملخص از: پروفیسر حافظ احمد یار: **قرآن وسنت۔ چند مباحث**: ص ۵۰، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور، جون ۲۰۰۰ء

Marfat.com

۲۔الحجازیۃ/الحرمیۃ: مذکورہ دونوں اور مکی مصحف کو مجموعی طور پر ذکر کرنے کیلئے۔

۳۔العراقیین: کوفی اور بصری مصاحف کو اکٹھا ذکر کرنے کیلئے۔ ①

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی سلطنت کے بڑے پانچ مراکز کی طرف ایک ایک مصحف روانہ کیا گیا جب کہ چھٹا مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی تھا جس سے مصاحف کی مجموعی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔

وجہِ سوم......دیگر اقوال میں امکانِ تاویل:

۱۔ مصاحف کی تعداد چھ ہونے کی رائے کے علاوہ دیگر اقوال میں تاویل کا احتمال بہر حال موجود ہے مثلاً:

چار مصاحف سے مراد وہ مصاحف ہیں جو مدینہ سے باہر بھیجے گئے تھے، جیسا کہ ابن بشکول نے مسجدِ قرطبہ کے نسخہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

"أن هذه المصحف هو أحد المصاحف الأربعة التى بعث بها عثمان إلى الأمصار: مكة، والبصرة، والكوفة، والشام". ②

جبکہ دو مصاحف مدینہ میں موجود تھے۔

۲۔ پانچ مصاحف والے قول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذاتی نسخہ کا ذکر نہیں اور روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے ایک ذاتی نسخہ تیار کروایا تھا۔ جس کے اضافہ سے مصاحفِ عثمانیہ کی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔

۳۔ سات مصاحف کے قول میں 'یمن' اور 'بحرین' کے مصاحف کا ذکر ہے لیکن اختلافِ

---

① مرجعِ سابق

② المقری: نفح الطیب: ۲/۹۹، ۱۳۵

مصاحف کی بحث میں ہمیں کہیں بھی اِن مصاحف کا ذکر نہیں ملتا①۔

۴﴾ آٹھ مصاحف والا قول علامہ ابن الجزریؒ کی طرف منسوب ہے لیکن خود علامہ ابن الجزریؒ نے پانچ مصاحف والے قول کو مشہور قرار دیا ہے۔ لہٰذا اگر ان مصاحفِ خمسہ میں مصحفِ امام کو شامل کیا جائے تو مصاحف کی تعداد چھ ہوتی ہے۔

۵﴾ جبکہ مؤرخ الیعقوبی کے نو مصاحف والے قول پر الدکتور عبداللہ خورشید البری کا تبصرہ ذکر کیا جاچکا ہے۔

اس کے علاوہ علامہ زرقانیؒ نے بھی چھ مصاحف والے قول کو اَولیٰ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ولعل القول بأن عددها ستة، هو أولىٰ الأقوال بالقبول". ②

علامہ ابوطاہر السندیؒ بھی چھ مصاحف والے قول کو اولیٰ اور اصح قرار دیتے ہیں:

"وتكونت مصاحف ستة ــ على اصح الاقوال ــ ووزعت على الأمصار المشهورة المركزية، وهي: مكة، والشام، والكوفة، والبصرة، وخصص مصحف المدينة وأمسك عثمان رضي الله عنه لنفسه مصحفًا". ③

عبدالواحد بن عاشر الاندلسیؒ رسم وقراءات کے جلیل القدر امام ہیں، اپنی تصنیف "تنبيه الخلّان على الأعلان بتكميل مورد الظمآن" میں لکھتے ہیں:

"......المصاحف العثمانية المتعارفة عند أهل الرسم وهي ستة،

---

① ملاحظہ ہو: الدانی: المقنع: ص ۱۰۶ تا ۱۲۵؛ کتاب المصاحف لابن ابی داوٗد؛ امام جعبری نے الاہوازی کے حوالے سے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں: "فلم نسمع لهما خبرا ولا علمنا من نفذ معهما" بحوالہ: ابومحفوظ الکریم معصومی: مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: مجلہ علومِ اسلامیہ، علی گڑھ یونیورسٹی، دسمبر ۱۹۶۱ء؛ شامل بطور تتمہ در 'مذاہبِ عالم کی آسمانی کتابیں' از پرویز۔

② مناہل العرفان: ۱/۳۹۶

③ صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۷

Marfat.com

وإن كان في عددها خلاف ذكرناه في شرح مورد الظمآن. الاوّل: الإمام وهو مصحف الذي احتسبه سيدنا عثمان لنفسه وعنه ينقل ابو عبيد القاسم بن سلام، الثاني: المدني وهو المصحف كان بأيدي أهل المدينة وعنه ينقل نافع. الثالث: المكي وهو واللذان قبله هي المرادة بالمصاحف الحجازية والحرمية عند الإطلاق. الرابع: الشامي. الخامس: الكوفي. السادس: البصري. وهذان عراقيان وهما المرادان بمصاحف أهل العراق عند الإطلاق". ①

یعنی اہل رسم کے نزدیک مشہور مصاحف عثمانیہ کی تعداد چھ ہے اگرچہ ان کی تعداد میں اختلاف موجود ہے جس کو ہم نے موردالظمآن کی شرح میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک تو وہ مصحف ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا اور اسی سے ابوعبید قاسم بن سلّام نے نقل کر کے اپنا مصحف لکھا۔ دوسرا مدنی مصحف جو کہ اہل مدینہ کے پاس تھا جس سے امام نافع نے اپنا مصحف لکھا۔ تیسرا مکی مصحف، کہ اس مصحف اور پہلے ذکر کردہ دو مصاحف کو مطلقاً 'مصاحفِ حجازیہ' اور 'حرمیہ' کہا جاتا ہے۔ چوتھا شامی مصحف۔ پانچواں کوفی مصحف اور چھٹا بصری مصحف۔ کوفی اور بصری مصاحف کو 'عراقی مصاحف' بھی کہا جاتا ہے جو اہل عراق کے مصاحف کے طور پر مشہور ہیں۔

درج بالا وجوہ کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لکھوائے گئے مصاحف کی تعداد چھ (٦) تھی جو مرکزی بلادِ اسلامیہ کی طرف روانہ کیے گئے اور علمائے رسم نے رسمِ عثمانی کے قواعد اور مصاحف کے باہمی اختلاف کو بیان کرنے کیلئے انہی مصاحف کو بنیاد بنایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

① الشیخ عبدالواحد بن عاشر الاندلسیؒ، **تنبيه الخلان على الاعلان بتكميل مورد الظمآن**: ص ۱، ط ۱، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

Marfat.com

مصاحفِ عثمانیہ کی تاریخ:

دورِ جدید میں، قرطاس یا کھال پر مکتوب ہر ایسا مصحف جس کے خط کی قدامت مسلّمہ ہو، جو نقط و اعراب سے معرّیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ صحابہ، تابعین اور قرّاء کی روایتی تقطیع اور رسمِ عثمانی کے عین موافق ہو۔ غرض اس میں وہ تمام خصوصیات جمع ہوں جو کسی مصحفِ عثمانی میں پائی جاتی ہیں، اِن سب کے باوجود کسی قدیم مصحف کو اصل نسخہءِ عثمانی مشہور کر دینا جس قدر آسان ہے اس کی اصلیت ثابت کرنا اسی قدر کٹھن اور مشکل ہے، کیونکہ کسی بھی مصحف کو مصحفِ عثمانی ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیلِ قطعی موجود نہیں۔ جیسا کہ علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں:

"لیس بین أیدینا قاطع علی وجود المصاحف العثمانیة الآن فضلا عن تعیین أمکنتها". ①

احمد کمال عادل بھی دورِ حاضر میں مصاحفِ عثمانیہ کے وجود کے قائل نہیں۔ رقمطراز ہیں:

"لا یقوم بین أیدینا دلیل علی وجود المصاحف العثمانیة الآن. وما یقال عن المصاحف الأثریة الموجودة بخزائن الکتب والآثار بمصر من أنها مصاحف مما کتب عثمان فهو عارٍ عن الصحة، لأن بها زخرفة ونقوشاً وضعت کعلامات للفصل بین السور ولبیان أعشار القرآن، وقد کانت المصاحف العثمانیة خالیة من هذا". ②

---

① مناہل العرفان: ۱/۳۹۷

② علوم القرآن: ص ۵۷

Marfat.com

اسی بنیاد پر بعض اہل علم دورِ حاضر میں کسی بھی مصحفِ عثمانی کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ پروفیسر سید محمد سلیمؒ، ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''عام طور پر علماء ان کو قدیم ترین مصاحف کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں مگر جدید محققین کی رائے ان کے خلاف ہے۔ ان کی نظر میں ان میں سے کسی ایک کا خط بھی مدنی خط نہیں ہے۔ مدنی خط کی خصوصیات سے یہ قرآن مجید عاری ہے۔ ان کا خط بعد کے دور کا ترقی یافتہ خط ہے اس لئے ماہرین ان کو دورِ عثمانی کے مصاحف تسلیم کرنے کو تیار نہیں''۔③

اس کے باوجود ہمارے پاس انکار کی گنجائش بھی اتنی ہی کم ہے جتنا کہ کسی مصحف عثمانی کے اثبات کیلئے یقین کرنا مشکل ہے۔ دورِ حاضر میں مصاحفِ عثمانیہ کے نام سے مشہور مصاحف کی تعداد کے بارے میں پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں:

''اس وقت دنیا میں چار قرآن مجید ایسے ہیں جن کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مصاحفِ عثمانی کے اولین نسخے ہیں:

- تاشقند میوزیم ترکستان میں موجود ہے۔
- مشہدِ حسینی قاہرہ میں موجود ہے۔
- دار الآثار قسطنطنیہ میں موجود ہے۔
- توپ کاپی سرائے استنبول ترکی میں محفوظ ہے''۔①

① تاریخ خط وخطاطین: ص ۶۰

② مرجع سابق

Marfat.com

...... تاشقند میں موجود مصحفِ عثمانی: ......①

''اسلامی تعلیمات کی ایک قدیم اور بیش قیمت یادگار 'پیٹرز برگ' میں محفوظ ہے جو کہ قرآنِ عثمانی یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ تسلیم کیا جاتا ہے''۔ یہ معلومات 1869ء میں روسی پریس نے شائع کیں۔ خواجہ اخرار (Khoaja Akhrar) کی مسجد میں محفوظ اس مصحف کو تاشقند کے جیّد علماء نے روسی میجر جنرل ابراموف (Abramove) کے حوالے کیا۔ اس سپردگی کا ذکر کرتے ہوئے ابراموف اپنے حکامِ بالا کے نام ایک خط میں لکھتا ہے:

''ان تمام حالات کا ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت ہے کہ اس قرآنی نسخہ کی دستیابی، سائنسی اور علمی دنیا کے لیے ہماری بہت اہم دریافت شمار ہوگی۔ میں نے میجر سیروف (Serove) سے ہر ممکن طریقے سے اس قرآن کو اپنی تحویل میں لینے کیلئے دلچسپی ظاہر کی اور بالآخر اس میں کامیابی ہوگئی۔ جو امام یہ قرآن میرے پاس لیکر آئے انہوں نے یہ بات خود دہرائی کہ ہم دو (۲) وجوہات سے یہ قرآن خوشی کے ساتھ آپ کے حوالے کر رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ خزانے کی ملکیت ہے اور دوسرا یہ کہ کسی بہترین مصرف کے

---

① راقم الحروف، اپنے قلمی دوست اور اسلامی اسپرانتو ایسوسی ایشن (UIEA) پاکستان کے جنرل سیکرٹری محترم جناب امجد بٹ صاحب کا ممنون ہے کہ انہوں نے تاشقند سے 'اسپرانتو' زبان میں چھپنے والے جریدہ "Uzbek Kontakto" میں چھپنے والے مقالے ''قرآنِ عثمانی'' کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے کے بعد احقر کو روانہ فرمایا۔ مقالۂ مذکورہ میں ازبک خاتون Dinara Hazieva اور روسی ماہرِ شرقیات B.V. Lunin کی تحقیق سے مدد لی گئی ہے۔ اسی مضمون پر اعتماد کرتے ہوئے چند معلومات پیشِ خدمت ہیں۔

Marfat.com

بغیر ہمارے پاس رکھا ہوا ہے۔ میں نے مسجد کے لئے 500 Kokans (مقامی کرنسی، تقریباً 100 روبل) کا عطیہ دے کر سمرقند کے چوٹی کے علماء کی رضامندی کیساتھ یہ معاملہ طے کرلیا ہے"۔

معروف روسی ماہرِ شرقیات B. V. Lunin نے بھی اپنی کتاب ① میں اس خط پر اظہارِ خیال کیا ہے۔

تاشقند میں محفوظ مصحفِ عثمانی ایک دفعہ روسی حدود سے منتقل ہو کر روم بھی پہنچا تھا لیکن پھر اس کو روم سے واپس لایا گیا۔ اس واپسی کی کہانی روسی ماہرِ شرقیات اے۔ایل۔کوہن (A.L.Kuhn) کی زبانی معلوم ہوتی ہے۔وہ، ترکستان کے گورنر جنرل کاؤف مان (K.P.Kauffmann) کے نام 21 اکتوبر 1869ء کی اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے:

"اس قرآن کو، میں عزت مآب کی خدمت میں مزید پیش رفت اور غور وفکر کے لئے پیش کرتا ہوں۔ قریباً چار سو برس پہلے کی بات ہے کہ تاشقند میں ایک پیر خواجہ عبیداللہ المعروف 'اخرار' رہتے تھے۔ ان کے والد خواجہ محمود تاجر تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کے عارفانہ استغراق اور مختلف ریاضتی میلان دیکھتے ہوئے اُنہیں اللہ کی راہ میں وقف کردیا۔ عبیداللہ کی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی عارفانہ شہرت میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ **20** سال کی عمر میں وہ سلسلہ نقشبندیہ کے توحید پرست پیروکار شیخ محمدی نامی پیر کے مرید بن گئے۔ اپنے پیر کی وفات پر خلیفہ کی حیثیت سے عبیداللہ خرار نے تمام امور اپنے ہاتھ میں

---

① ملاحظہ ہو: B.V.Lunin: **Central Asia In Pre-Revolutionary And Soviet Orientology**, Nauka Pub. House, Uzbek SSR, Tashkent,1965.

Marfat.com

لے لیے۔ ایک دفعہ جب انہیں زندگی میں ہی جانشین پیر تسلیم کیا گیا تو اُن کے مریدوں کے چند گروہ حج پر گئے۔ رواج کے مطابق ہر حاجی مختلف تبرکات اور جڑی بوٹیاں وغیرہ اپنے ہم وطنوں کو دینے کے لیے لاتا ہے حج سے واپسی پر خواجہ اخرار کے ایک مرید نے روم کا دورہ کیا۔ اُس وقت ریاست روم (ترکی) کا خلیفہ بیمار تھا۔ اور کوئی مقامی طبیب اس کا علاج نہ کر سکا۔ ناامید ہو کر طبیبوں کی درخواست پر قریبی ریاستوں سے ڈاکٹر بلائے گئے۔ اس اثناء میں روم میں چرچا ہو چکا تھا کہ ترکستان کے ایک مرید کے روحانی علاج میں بہت شفاء ہے۔ خلیفہ نے یہ سنتے ہی اس مرید کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ اخرار کے مرید کو بہت شان و شوکت سے لایا گیا۔ جس نے کلام اللہ کی عبادت کے ذریعے خلیفہ کا علاج شروع کیا۔ ابھی تین روز نہیں گزرے تھے کہ خلیفہ کی طبعیت سنبھل گئی اور جب وہ مکمل صحت یاب ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ مرید کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ لہٰذا جو چاہے مانگو۔ قرآنِ عثمانی کی موجودگی کا تذکرہ کافی عرصہ سے ترکستان کے طول و عرض میں چلا آ رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نسخہ اس وقت خلیفہ روم کے خزانے میں محفوظ تھا۔ مرید نے ممنون خلیفہ سے بدلے میں اس نسخے کی فرمائش کر دی۔ اس فرمائش نے خلیفہ کو پریشان کر دیا۔ وہ اس نسخے کو خود سے الگ نہیں کرنا چاہتا تھا اور شاید وہ یہ فرمائش پوری نہ کرتا لیکن وزراء و رفقاء کے اصرار اور تین دن میں اسی نسخہ کی خریداری کے ذریعہ اس کی محفوظ واپسی کی یقین دہانی پر خلیفہ نے قائل ہو نسخۂ قرآن دینے کا حکم جاری کیا۔ قرآن حکیم ملتے ہی مرید نے فوراً اپنے ایک ہم وطن کے ذریعہ اس نسخہ کو خواجہ اخرار کیلئے روانہ کر دیا۔ شاہِ روم اور اس کے وزراء اس نسخہ کی واپسی میں ناکام رہے۔

Marfat.com

اس نسخہ کی دستیابی کے باعث خواجہ احرار کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ کئی سال تک تاشقند میں یہ نسخہ ان کی تحویل میں رہا پھر وہ نیکی اور بھلائی کے لیے عازمِ سمرقند ہوئے جہاں انہوں نے مدرسہ، مسجد اور قرآنِ عثمانی جیسا عظیم ترکہ چھوڑا۔ خواجہ احرار نے **80** سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنی بنائی گئی مسجد میں دفن ہوئے۔

24 اکتوبر 1869ء کو جنرل کاؤف مان (K.P.Kauffmann) نے روس کے وزیرِ تعلیم کے نام ایک تحریر پیش کی جس میں نسخہ کی دستیابی کی کہانی بیان کرنے کے بعد اسے شاہی پبلک لائبریری پیٹرز برگ کو تحفہ دینے کی اجازت چاہی۔ بعدازاں اجازت کے بعد یہ نسخہ تحفہ سمیت پیٹرز برگ لائبریری میں بھیج دیا گیا۔

روس میں موجود مصحفِ عثمانی کے سلسلہ میں پہلا تفصیلی مطالعہ روسی ماہرِ شرقیات اور مصر کیلئے سفارتی خدمات انجام دینے والے الیکسی شبونن (Alexi Shabunin) کی کوششوں کا مرہونِ منت ہے، جو اپنی تصنیف "Kufic Korans" کے باعث خاصی شہرت رکھتے ہیں۔

مصحفِ عثمانی کا یہ نسخہ 53 x 68 سینٹی میٹر سائز کے 353 صفحات پر مشتمل ہے جبکہ تحریری متن 40 x 50 مربع انچ پر پھیلا ہوا ہے۔ خشک موٹے چمڑے کو کاغذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ کئی جگہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ یہ نسخہ خطِ کوفی کے واضح اور دلکش انداز میں لکھا گیا ہے جو ہر زاویے سے برابر نظر آتا ہے۔ پورے مسودے میں سطروں کی یکسانیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

اس مصحف کی مزید داستان بھی خوش قسمتی اور دلچسپی سے خالی نہیں۔ اکتوبر 1917ء کے انقلاب کے بعد مسلم عوام نے روسی حکومت کو درخواست دی کہ انہیں ان کے

Marfat.com

تبرکات واپس کر دیئے جائیں۔اس کا مثبت جواب ملا اور یہ قرآن مجید ''اوفا'' لایا گیا جو بعد ازاں تاشقند منتقل کر کے تاریخی عجائب گھر میں محفوظ کر دیا گیا۔ابھی 1990ء کی بات ہے کہ یہ نسخہ وزارتِ مذہبی امور کے حوالے کر دیا گیا جو کہ تاشقند شہر میں ''مسلم بورڈ آف سنٹرل ایشیا'' کی لائبریری میں محفوظ ہے۔بورڈ کے چیئرمین 'محمد صادق مامایوسوپوف' نے اکتوبر 1991ء میں بتایا تھا کہ یہاں اسے ائیر کنڈیشنڈ ماحول میں ہوا بند شفاف صندوق میں محفوظ کرلیا گیا ہے۔

نسخہ تاشقند کی ایک عکسی کاپی نیشنل میوزیم کراچی (پاکستان) میں بھی محفوظ ہے①۔غالباً تاشقند میں موجود مصحف کے عکس کو ہی خطاط کامل البابا نے قطر کے پایہ تخت 'دوحہ' میں دیکھا تھا②۔

...... مشہدِ حسینی کے مصحفِ عثمانی کے بارے میں احمد کمال عادل لکھتے ہیں:

''أما المصحف المحفوظ بخزانة المسجد الحسيني والمنسوب إلى عثمان فهو مكتوب بالخط الكوفي القديم مع تجويف حروفه وسعة حجمه. ورسمه يوافق رسم المصحف المدني أو الشامي حيث رسمت فيه كلمة (مَنْ يَرْتَدّ) من سورة المائدة بدالين اثنين مع فك الأدغام وهو رسمها، فمحتمل أن يكون منقولا من المصاحف العثمانية''.③

① راقم نے کراچی سے اپنے محسن مولانا ثناء اللہ واحدی کی خصوصی شفقت کی وجہ سے اس کا فوٹو حاصل کیا، جزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدارین

② کامل البابا: روح الخط العربی: ص ۲۸

③ علوم القرآن: ص ۵۷

Marfat.com

مذکورہ اقوال کے علاوہ، ذیل میں ہم مختلف تاریخی روایات کی روشنی میں یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دیگر مصاحف کہاں ہیں؟ اور کیا اب بھی کوئی مصحف کسی جگہ موجود ہے؟

مصحفِ خاص:

مصحفِ خاص سے مراد وہ مصحف ہے جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ذاتی استعمال کیلئے تیار کروایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے زیرِ نظر تھا اور اسی پر خونِ ناحق گرا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس روایت کو اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''عن ابی سعید مولی بنی اسید قال لما دخل المصریون علی عثمان ضربوه بالسیف علی یده فوقعت علی (فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) فمد یده وقال والله انها لاول ید خطت المفصل''.①

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ذاتی مصحف کو مورخین اور علماءِ رسم نے ''امام'' سے موسوم کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب حمّودہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یریدون بذلک المصحف الذی کتب بأمر الإمام عثمان فإنهم کانو یسمونه الإمام من حیث اتباعه رسماً وغیره''. ②

ابراہیم الابیاریؒ نے 'الامام' کی وجہ تسمیہ میں ایک اور وجہ بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''......مما أفزعه وجعله یقوم بین الناس خطیباً ویقول: أنتم

---

① ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر: **فضائل القرآن**: ص ۴۹، ط ۱، مطبعۃ المنار مصر، ۱۳۴۸ھ

② القراءات واللہجات: ص ۱۰۰

عندی مختلفون فیه فتلحنون فمن نأی عنی من الأمصار أشد فیه اختلافًا وأشد لحناً، اجتمعوا یا أصحاب محمد واکتبوا للناس إماماً، من أجل ذلک سُمی مصحف عثمان: الإمام". ①

یعنی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اختلافات کا خوف کھاتے ہوئے لوگوں میں کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس اختلاف اور غلطی کرتے ہو جبکہ تم سے دور شہروں والے تو اس اختلاف میں زیادہ فحش غلطی کرنے والے ہیں۔ اے اصحابِ رسول ﷺ! لوگوں کیلئے ایک 'امام' لکھو۔ اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کا نام ''امام'' رکھا گیا۔

بہر حال علامہ سمہودیؒ کی رائے میں یہ ''نسخۂ امام'' یومِ شہادت تلف ہوگیا تھا کیونکہ جب حجاج بن یوسفؒ نے منقوط مصاحف کی اشاعت کے سلسلہ میں ایک نسخہ مدینہ کی طرف ارسال کیا اور ساتھ یہ حکم بھیجا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی نسخہ واپس کیا جائے تو آلِ عثمان رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ وہ نسخہ تو یومِ شہادت تلف ہوگیا تھا② ۔شاید اسی وجہ سے امام مالکؒ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مصحف کے بارے میں فرمایا کہ وہ ضائع ہوگیا ہے:

"حدثنا عبد اللہ، حدثنا أبو الطاهر، حدثنا ابن وهب قال: سألت مالکا عن مصحف عثمان رضی اللہ عنه، فقال لی: ذهب". ③

---

① ابراہیم الابیاری: **تاریخ القرآن**: ص ۹۷، دار القلم، قاہرہ، ۱۹۶۵ء

② السمہودی: وفاء الوفاء: ص ۴۸۱، بحوالہ: مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۴۹

③ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۴۴...... ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر: فضائل القرآن: ص ۴۹

Marfat.com

امام مالکؒ کے اسی قول کی بنیاد پر ابوجعفر النحاس (م ۳۳۸ھ) نے مصحفِ خاص کے وجود سے انکار کر دیا لیکن امام شاطبیؒ نے ابوجعفر النحاس کے انکار کو غلط قرار دیا ہے ①۔

لیکن دوسری طرف امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) ② اور ان کے بعد علامہ ابن الجزریؒ نے خود اس مصحف کا مشاہدہ کیا تھا۔ ابوعبید القاسم بن سلامؒ اور ابن قتیبہؒ جیسے بلند پایہ محققین کی آراء کے بعد چوتھی صدی ہجری میں دو مشہور جغرافیہ نویس اصطخری اور ابن حوقل نے جہاں 'طرطوس' کے علاقہ کے احوال بیان کیے ہیں وہاں خصوصیت سے اس اثری نسخہ کی نشاندہی کی ہے ③۔ مزید براں محرز بن ثابت کے قول کے مطابق مصحفِ عثمانؓ خالد بن عمرو بن عثمان کے پاس محفوظ تھا ④۔

ابو محفوظ معصومی کے مطابق، مسلسل و مربوط اطلاعات کے ذریعہ، مصحفِ مذکور کا سراغ تقریباً چوتھی صدی ہجری کے وسط تک ملتا ہے ⑤۔ اس نسخہ کی قدیم ترین اطلاع عمرة بنتِ قیس العدویہ کی ہے جو امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد کی سند

---

① ابو محفوظ: مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۲

② امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ کے قول کے مطابق انہوں نے بعض امراء کے خزانے میں اس مصحف کو دیکھا لیکن یہ خزانہ کس امیر کا تھا؟ اس کی تصریح منقول نہیں البتہ ان کے خصوصی تعلقات جن مشہور شخصیات سے قائم تھے ان میں طاہر بن الحسین (م ۲۰۸ھ) اور ثابت بن نصر بن مالک الخزاعی (م ۲۰۸ھ) قابلِ ذکر ہیں۔ ثابت بن نصر سترہ (۱۷) سال تک ''ثغور الشام'' کے والی رہے اور امام ابوعبید بھی کم و بیش اٹھارہ سال تک طرسوس (شام) کے عہدۂ قضاء پر مامور رہے۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام ابوعبید نے یہ مصحف شام کے کسی علاقہ میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ ملخص از: مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۱

③ ابو محفوظ: مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۲

④ ابن قتیبہ: المعارف: ص ۹۹

⑤ مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۴۹

سے کتاب الزہد میں درج ہے۔ روایت کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"فرأينا مصحف الذى قتل وهو فى حجره، فكانت اول قطرة قطرت من دمه على هذه الآية، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، قالت عمرة: فما مات منهم رجل سويا". ①

یعنی ہم نے وہ مصحف دیکھا جو بوقتِ شہادت، آپ ﷺ کے حجرہ میں، آپ ﷺ کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ کے خون کا پہلا قطرہ ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ②﴾ کی آیتِ کریمہ پر گرا تھا۔

لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ حضرت عثمان ﷺ کی طرف منسوب موجود اکثر مصاحف پر خون کے داغ موجود ہونے کی روایات ملتی ہیں، اب ان مصاحف میں سے وہ کون سا نسخہ ہے جس پر واقعی حضرت عثمان ﷺ کا وقتِ شہادت خون گرا تھا؟ اس کا فیصلہ بہر حال ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ علامہ سمہودیؒ کی رائے میں بھی مصحف خاص سے مشابہت پیدا کرنے کیلئے بعد میں نسخوں کے اندر آیتِ مذکور 'خلوق' کے ذریعہ رنگ دی گئی ③۔

یقیناً یہی وجہ ہے کہ علامہ زاہد الکوثریؒ کسی بھی خون آلود نسخہ کو مصحفِ عثمانی ماننے کیلئے تیار نہیں کیونکہ ان کے الفاظ ہیں:

"وكثير من الماكرين يجترئون على تلطيخ بعض المصاحف القديمة بالدم ليظن أنه الذى كان بيد عثمان رضى الله عنه

① کتاب الزہد: ص ۱۲۷، جامعہ ام القریٰ، مکہ، ۱۳۵۷ھ

② البقرۃ: ۱۳۷

③ وفاء الوفاء: ۱/ ۴۸۲ بحوالہ: مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۲

Marfat.com

حینما قتل، وكم من مصاحف ملطخة بالدم فی خزانات الكتب". ①

مصحفِ خاص کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ابومحفوظ الکریم لکھتے ہیں:

''تیسری صدی کے اواخر میں ابن قتیبہ دینوریؒ (م ۲۷۶ھ) کی ذریعے اطلاع ملتی ہے کہ قرآن کریم کا وہ نسخہ جو حضرت عثمان کی گود میں تھا، خالد بن عثمان کے پاس، پھراس کی اولاد کے قبضے میں رہا مگر ان لوگوں کی نسل منقطع ہو گئی اور مصحف کے بارے میں ابن قتیبہ کو مشائخِ شام کی زبانی یہ اطلاع پہنچی کہ اب 'طرطوس' میں موجود ہے''۔ ②

......مصحفِ مدنی:

اندلسی سیاح ابن جبیرؒ ہی کو یہ اولیت حاصل ہے کہ 588ھ میں زیارتِ مدینہ سے مشرف ہونے کے بعد جو روداد قلمبند کی اس میں حجرۂ مبارکہ اور مقام النبی کے درمیان مصحفِ عثمانی کی جگہ متعین کر کے بتائی ہے، لیکن اس بات کی صراحت کردی کہ یہ نسخہ ان مصاحف میں سے ایک ہے جو حضرت عثمان ؓ کے زمانہ میں مدینہ سے باہر بھیجے گئے ③۔

ابن جبیر کے بعد مؤرخ خطیب ابن مرزوقؒ نے اس نسخہ کو مصحفِ عثمانی قرار دیا۔ انہوں نے 735ھ میں اسے دیکھا سرورق پر بقول خطیب مذکور عہدِ عثمانی کے مرتبین و کاتبین کے مندرجہ ذیل نام درج تھے:

---

① مقالات الکوثریؒ: ص ۱۳

② مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۱و۱۵۲

③ محمد بن جبیر الاندلسی: کتاب الرحلة: ۱۹۳، طلندن، ۱۹۰۷ء

Marfat.com

"هذا ما أجمع عليه جماعة من اصحاب رسول الله ﷺ منهم زيد بن ثابت وعبد الله بن الزبير وسعيد بن العاص". ①

جہاں یہ بات یقینی ہے کہ یہ تحریر بعد میں کسی نے درج کی ہے وہاں اس تحریر کی وجہ سے نسخہ مذکور کی اہمیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ بہر حال اس مصحف کی تاریخ بیان کرتے ہوئے علامہ طاہر رحیمی رقمطراز ہیں:

"یہ مصحف حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی کے پاس رہا۔ پھر خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کے سپرد ہوا۔ وہاں سے اندلس پہنچا، وہاں سے مراکش کے دار السلطنت فاس پہنچا، پھر کسی طرح مدینہ منورہ واپس پہنچا۔ جنگِ عظیم اول میں فخری پاشا گورنر مدینہ اس کو دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور تا حال وہاں موجود ہے"۔ ②

......مصحف مکی:

ابن جبیر کے سفر نامۂ مکہ معظّمہ کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے دور تک محفوظ رہا۔ ابن جبیر کے بقول "القبۃ العباسیہ" ③ کے متولی سے یہ معلوم ہوا کہ قحط وگرانی کے زمانہ میں اہلِ مکہ اس نسخہ شریفہ کو باہر نکالتے ہیں اور بیت اللہ کی چوکھٹ اور مقامِ ابراہیم کے درمیان رکھ کر دعا کرتے ہیں جس کا اثر بہت جلد ظاہر ہو جاتا ہے۔ ابن جبیر نے 1183ء میں عربوں کے ایک ایسے اجتماع کا خود مشاہدہ کیا۔ ④

---

① مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۱

② مقدمہ کشف النظر فی شرح کتاب النشر: ص ۱/۷۹...... مولانا سید شمس الحق افغانی: علوم القرآن: ص ۱۱۸

③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک مقام ہے جو کہ بیت اللہ کے مخزن کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ (مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۵۹)

④ کتاب الرحلۃ: ص ۱۶۰

Marfat.com

ابن جبیر کے بعد ابوالقاسم التجیبی نے 657ھ میں نسخہءِ مذکور کی زیارت کی۔اس کے بعد سیاح ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) نے غالباً 727ھ میں اس نسخہ کو دیکھا اور پھر 735ھ میں ابن مرزوق بھی اس نسخہ کے مشاہدہ کی شہادت دیتا ہے۔①

مکہ کی طرف روانہ کیے جانے والے مصحفِ عثمانی کے متعلق علامہ طاہر رحیمی کا خیال ہے کہ:

''مکی نسخہ ۶۵۷ھ تک مکہ معظّمہ میں رہا۔محمد جبیر اندلسی نے ۵۷۹ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔کشاف المہدی (ص ۱۵۷) میں ہے کہ سلطان عبدالحمید خان جو ۱۸۷۶ء میں تختِ نشین ہوئے اور تقریباً تیس برس تک انہوں نے حکومت کی۔ان کے زمانہ میں دمشق کی جامع مسجد کو آگ لگی جس میں یہ مصحف بھی جل گیا''۔②

مصحفِ شامی:

اس مصحف کے بارے میں علامہ زاہد الکوثریؒ کی رائے ہے کہ یہ مصحف طبریہ سے دمشق کی طرف منتقل ہوا۔علامہ ابن الجزریؒ کے دور میں مصحفِ مذکور 'مسجدِ توبہ' میں محفوظ تھا، حربِ عامہ تک یہ نسخہ الجامع الاموی کے حجرۃ الخطیب میں محفوظ رہا③۔الشیخ عبدالحکیم افغانیؒ نے مصحفِ مذکور کے رسم کے مطابق اپنا ذاتی نسخہ تیار کیا تھا، الشیخ افغانیؒ کا یہ نقل کردہ نسخہ آج بھی دمشق میں محفوظ ہے۔ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی کے خیال میں مصاحفِ عثمانیہ میں سے ایک نسخہ دمشق کی مسجد بنوامیہ الکبیر میں آٹھویں صدی ہجری تک محفوظ رہا ہے④۔

---

① ملخص از: مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۰

② مقدمہ کشف النظر فی شرح کتاب النشر: ص ۱/۷۹۔۔۔۔۔مولانا سید شمس الحق افغانی: علوم القرآن: ص ۱۱۸

③ مقالات الکوثریؒ: ص ۱۲

④ من روائع القرآن: ص ۴۷

Marfat.com

علامہ طاہر رحیمی کے مطابق:

''احمد مقری مؤرخ نے ۳۷۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس، پھر سلاطین موحدین، پھر سلاطین بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا۔ اہل قرطبہ نے سلطان عبدالمومن کو دیا۔ عبدالمومن کے حکم سے ابن بشکوال نے دارالسلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ یہ منتقلی 11 شوال 552ھ کو ہوئی۔ 645ھ میں خلیفہ علی بن مامون کے پاس رہا۔ اسی سال خلیفہ نے تلمسان پر فوج کشی کی اور مارا گیا۔ اسی جنگ میں وہ نسخہ گم ہو گیا لیکن تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے ایک تاجر خرید کر لایا، وہاں اب موجود ہے''۔①

حضرت عثمان کی طرف منسوب دیگر مصاحف:

مذکورہ مصاحف کے علاوہ چند دیگر مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں جن کا مختصر تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

۱...... خلیفہ معتصم باللہ (م ۶۵۶ھ) کی ایک زوجہ کے حکم پر تعمیر کیے جانیوالے مدرسہ بشیریہ کی تعمیر جب اختتام پذیر ہوئی تو اس کا افتتاح خود خلیفہ نے کیا۔ خلیفہ کی طرف سے نادر و نایاب نسخوں کے چھتیس (۳۶) صندوق اس مدرسہ کے کتب خانہ کو عطیہ میں دیے گئے۔ ان نسخوں میں ابن مقلہ اور ابن البواب کے نوشتہ دفاتر کے علاوہ قرآن مجید کے دو نایاب نسخے بھی شامل تھے جن میں سے ایک نسخہ کی خصوصیت یہ بتائی گئی کہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک کا نوشتہ تھا۔②

---

① مقدمہ کشف النظر: ۱/۷۹

② مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۲

Marfat.com

۲...... رمضان 661ھ میں الملک الظاہر بیبرس نے برکہ خان تاتاری ،فرمانروائے قبچاق ،کو جوتحائف ارسال کیے ان کی فہرست میں ابن واصل نے ایک مصحف کا تذکرہ کیا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نوشتہ تھا①۔

لیکن کسی روایت میں یہ نشاندہی نہیں ملتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اپنے دستِ مبارک سے بھی کوئی نسخہ رقم فرمایا ہو۔

۳...... ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) نے اپنے بصرہ کے سفر میں مسجدِ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ اس خزانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحفِ خاص موجود تھا، جس کے اوراق خون آلود تھے②۔

۴...... تاشقند کے نسخہ کے بارے میں ابو محفوظ الکریم رقمطراز ہیں:

”1917ء میں روسی انقلاب کے بعد انقلابی دستے کے مسلمان سپاہیوں نے اس کو اپنے قبضے میں کر لینا چاہا تا مگر عارضی حکومت کی فوج نے ان کو اس سے باز رکھا۔ بالآخر ”پیترو گراڈ صوبائی مسلم کانگریس“ نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا اور مجلس وزراء کے حکمنامہ مورخہ 9 دسمبر 1917ء کے مطابق یہ تاریخی مصحف روسی پارلیمان کے مسلم نمائندوں کے جلسہ میں 'اوفا' پہنچا۔ پھر اسے تاشقند لایا گیا جو اس ازبکستانی جمہوریہ کا پایہءِ تخت ہے۔ روسی نشریہ میں خون کے نشانات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ روسی مستشرقین نے اس کی قدامت کو تسلیم کیا ہے۔③

---

① السخاوی: الملوک فی معرفۃ دول الملوک: ۱/۴۹۷، ط۱، قاہرہ، ۱۹۳۶ء

② مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے: ص ۱۶۲

③ نفس المصدر: ص ۱۶۴

Marfat.com

۵...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک مصحف جامع سیدنا حسین رضی اللہ عنہ قاہرہ میں محفوظ ہے①۔

۶...... ایک مصحفِ عثمانی جامعہ ملّیہ دہلی میں موجود تھا۔ اگر ہنگامہ تقسیم ہندوستان میں تلف نہ ہوا ہو تو موجود ہوگا②۔

۷...... ایک نسخہ 'انڈیا آفس لائبریری لندن' میں محفوظ ہے، جس پر ''کتبہ عثمان بن عفان'' کے الفاظ مرقوم ہیں۔ یہ نسخہ شاہانِ مغلیہ کے پاس بھی رہا۔ اکبر بادشاہ کی مہر اس پر ثبت ہے۔ 1845ء میں یہ نسخہ میجر راونس کو ملا۔ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیا۔ اب انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔ اس کے 181 صفحات ہیں اور ہر صفحہ پر 16 سطور ہیں③۔

مصاحفِ عثمانیہ کی موجودگی کب تک اس قطعہءِ ارضی پر رہی؟ اس سوال کا کوئی حتمی جواب کسی مورخ یا محقق کے پاس نہیں اور یہ بھی کہ دورِ حاضر میں موجود مصاحف، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے میں محض ظن وتخمین ہی بنیاد ہے ورنہ قرآن کی حفاظت کا اصل ذریعہ اس کا سینہ بہ سینہ انتقال ہے اور ہر حافظِ قرآن کی سند کا منتہاء رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ چنانچہ مصاحف کی تاریخی بحث میں علامہ زرقانی کے الفاظ ہیں کہ:

''ثم ان عدم بقاء المصاحف العثمانية قاطبة لا يضرنا شيئا ما دام المعمول عليه هو النقل والتلقي ثقة من ثقة إماما عن إمام،

---

① علامہ شمس الحق افغانی: علوم القرآن: ص ۱۱۹

② مرجعِ سابق

③ مرجعِ سابق

إلى النبی ﷺ. وذلک متواتر مستفیض علی أکمل وجه فی القرآن حتی الآن". ①

مصاحفِ عثمانیہ کی تاریخی بحث میں یہ حقیقت نا قابلِ فراموش ہے کہ مسلمانوں کے مصاحفِ عثمانیہ کو اثری اہمیت نہ دینے کی وجہ یہی تھی کہ روزِ اوّل سے ہی قرآنِ مقدس نے حفظ وصیانت کا نہایت بلند درجہ مقام حاصل کر لیا تھا جس کے پیشِ نظر اس بات کی قدرے ضرورت محسوس نہ کی گئی کہ عہدِ عثمانی کے اِن نسخوں کو بعینہٖ محفوظ رکھا جائے۔ لیکن اس یقین کے باوجود یہ نسخے اسلامی معاشرہ میں مروّج رہے جن سے مسلمانوں نے مکتوب ومحفوظ کے مابین تصدیق وتصحیح کے عمل کو جاری رکھا۔

مصاحفِ عثمانیہ میں مستعمل خطِ کتابت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے گئے مصاحف خطِ کوفی قدیم یعنی خطِ حیری میں تحریر کیے گئے۔ بعض محققین نے اس کو خطِ جزم قرار دیا ہے۔ لیکن دونوں خط (کوفی اور جزم) مختلف ادوار میں دراصل ایک ہی خط کے دو نام رہے ہیں ②۔ تاریخی اعتبار سے اس کی شہادت ملتی ہے کہ اسلام کو ورثہ میں ملنے والے خط میں عہدِ عثمانی کے اختتام تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ③۔

علامہ کردیؒ کے مطابق، اس وقت ملکِ عرب میں رائج خطِ کوفی میں مصاحف عثمانیہ کی کتابت کی گئی جبکہ ان مصاحف کو نقاط، حرکات اور اجزاء کی تقسیمی علامات سے خالی رکھا گیا، لکھتے ہیں:

---

① مناہل العرفان فی علوم القرآن: ۳۹۸/۱

② عرفان راہی: تاریخِ خطاطی: ص ۷۳

③ نفس المصدر: ص ۷۲

Marfat.com

"والذی نراه أن المصاحف العثمانیه التی أرسلت إلی الأمصار کتبت علی الجلود وکتبت بالخط الکوفی الذی ما کانوا یعرفون من الخط سواه، وکتبت بغیر نقط ولا شکل، ولم یکن فیها علامات الأجزاء". ①

مشہور خطاط، کامل البابا اپنی تصنیف **روح الخط العربی** میں مصاحفِ عثمانیہ میں سے دو عکس پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ونلاحظ بسهولة بدائية هذا النوع من الكوفی الذی کتبت به صحیفتان، وعدم استواء الأسطر وشدة بُعد الحروف فی الکلمة الواحدة. کما أننا نلاحظ خلو الکتابة من النقط والشکل". ②

جیسا کہ پہلے باب میں اس کی تفصیلات لکھی جا چکی ہیں کہ خطِ کوفی دراصل خطِ نبطی کی ترقی یافتہ شکل تھی جو پہلے پہل خطِ حیری یا خطِ جزم سے مشہور ہوا اور پھر اسی خط کو خطِ اسلام یا خطِ کوفی سے موسوم کیا گیا۔

پروفیسر سید محمد سلیمؒ، اسی بناء پر، مصاحفِ عثمانیہ کے خطِ کتابت کے متعلق رقمطراز ہیں:

"یہ قرآن مجید کے نسخے اونٹ کی کھال کی جھلی پر سیاہ روشنائی سے اور خوش خط قلم سے لکھے گئے تھے۔ اس خط میں خطِ نبطی کی تمام خصوصیات موجود تھیں"۔ ③

غرضیکہ حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ مصاحف 'رِق' پر خطِ کوفی میں لکھے گئے اور کلمہ میں حروف کے مابین فاصلہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ نقط و شکل سے بھی خالی تھے۔

---

① تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۸۱

② روح الخط العربی: ص ۳۱

③ تاریخ خط وخطاطین: ص ۵۹

Marfat.com

فصل دوم

مصاحف عثمانیہ میں اختلاف کی نوعیت

Marfat.com

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ارسال کردہ مصاحف کے رسم میں چند الفاظ کا اختلاف موجود تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمام مصاحف میں اختیار کیا جانے والا رسم قواعدِ عربیہ کے موافق تھا، مگر کچھ کلمات کو عام قواعدِ عربیہ کے خلاف لکھا گیا جن میں سے بعض کے حِکم و مصالح معروف ہیں۔ لیکن جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتماد کرتے ہوئے تمام اختلافی کلمات کی پیروی ضروری ہے کیونکہ وہ ہماری نسبت قرآنی رسم کو بہتر سمجھنے والے تھے۔ علامہ دمیاطیؒ نے اِسی بات کو اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

”واکثر رسم المصاحف موافق لقواعد العربية إلا أنه قد خرجت أشياء عنها يجب علينا اتباع مرسومها . فمنها ما عرف حكمه ومنها ما غاب عنا علمه، ولم يكن ذلك من الصحابة كيف اتفق بل عن أمر عندهم قد تحقق“. ①

اس اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ جملہ متواتر قراءات رسمِ مصحف میں شامل ہو جائیں اور مختلف الفاظِ قرآنی کی وہ وجوہ بھی رسمِ مصحف میں سما جائیں جو رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنیں اور وہ عرضۂ اخیرہ میں باقی رکھی گئیں۔

مصاحف عثمانیہ کے رسم میں پائے جانیوالے اختلاف کا ایک قابلِ ذکر حصہ دراصل اختلافِ قراءات پر مشتمل ہے۔ مصاحفِ عثمانیہ کے رسم میں اختلاف کا سبب بیان کرتے ہوئے عبدالوہاب حمودہ لکھتے ہیں:

---

① اتحاف فضلاء البشر: ص۱۰

Marfat.com

"أما سبب اختلاف المصاحف العثمانية فيما بينها ، فيرجع في الأغلب إلى القراء ات، لنبين بذلك أن القراء ات دائرة على السنة الصحابة، ثابتة في رسوم مصاحفهم، بعد أن تلقوها من النبي ﷺ ، وسمعوها منه، أو أذن لهم فيها". ①

مصاحف عثمانیہ میں اختلاف کے اسباب میں راجح قراءات ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ قراءات صحابہ کرام کی زبانوں پر تھیں اوران کے مصاحف میں لکھی ہوئی تھیں جوانہوں نے (براہ راست) رسول اللہ ﷺ سے سنیں تھیں اور آپ ﷺ نے ان کے پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

رسم مصاحف عثمانیہ سے مستنبط قواعد رسم کا بیان ان شاء اللہ العزیز آئندہ فصل میں تفصیلاً ذکر کیا جائیگا۔ بحث ہذا میں انہی قواعد کی ترتیب کے ساتھ مصاحف امصار کے باہمی اختلاف کا ایک جدول پیش خدمت ہے:

اختلافِ مصاحف اہلِ امصار بلحاظ اثبات وحذف اور وصل وفصل:

قواعد رسم میں سے اثبات، حذف اور وصل وفصل کے لحاظ سے مصاحف عثمانیہ میں مختلف رسم کے ساتھ لکھے گئے۔ المقنع کی روشنی میں مختلف فیہ الفاظ کی فہرست درج ذیل ہے:

① القراءات واللہجات:ص۱۱۲

نمبر	سورہ	آیت نمبر	مختلف فیہ لفظ☆	مختلف فیہ لفظ کا متبادل رسم
۱۔	البقرة	اوّل تا آخر	إِبْرٰهٖمَ	لفظ ﴿إِبْـرٰهٖـمَ﴾ پوری سورۃ البقرہ میں ﴿إبرهيم﴾ کی بجائے ﴿إِبْرٰهٖمَ﴾ لکھا ہوا ہے، جبکہ باقی قرآن مجید میں ﴿إِبْرٰهِيْمَ﴾ لکھا ہوا ہے ......حدثنا ابو عبیدقال: تتبعت رسمه فی المصاحف فوجدته کتب فی البقرة خاصة((إِبْرٰهٖمَ)) بغیر یاء،① ☆☆
۲۔		۹۳	بِئْسَمَا	بعض مصاحف میں ﴿بِئْسَ مَا﴾ میں مرقوم تھا۔
۳۔		۲۴۵	فَيُضٰعِفَهٗ	بعض مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿فَيُضَاعِفَهٗ﴾ لکھا ہوا تھا۔
۴۔		۲۸۵	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿كتابه﴾ لکھا تھا۔
۵۔	آلِ عمران	۲۱	وَيَقْتُلُوْنَ	بعض مصاحف میں ﴿وَيقـاتلون﴾ مرقوم تھا۔

① المقنع: ص ۹۶

☆اس کالم میں دیے گئے الفاظ قراءۃ عاصم بروایۃ حفص لکھے گئے ہیں۔

☆☆علامہ ابن عاشر الاندلسی کے الفاظ ہیں: "إبرهيمَ في البقرة أثبت ياؤه فی المدنيين والمكي وحذفت في العراقيين والشامي"۔(تنبیہ الخلان: ص۴)

Marfat.com

۶۔	المائدۃ	۱۸	اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ	بعض مصاحف میں ﴿اَبۡـنـاءُ اللّٰهِ﴾ کی صورت میں لکھا ہوا تھا۔
۷۔		۵۲	نَّخۡشٰٓى	بعض میں الف کے ساتھ ﴿نخشا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۸۔		۹۵	مَسٰكِيۡنَ	بعض مصاحف میں ﴿مَسـاكِيۡن﴾، الف کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔
۹۔		۱۱۰	سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ	بعض مصاحف میں ﴿ساحر﴾ مرقوم تھا۔
۱۰۔	الانعام	۶۳	اَنۡجٰنَا	جبکہ دیگر مصاحف میں ﴿اَنۡجَيۡتَنَا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۱۱۔		۹۵	فٰلِقُ الۡحَبِّ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿فـالِـق﴾ مرقوم تھا۔ جبکہ اس سے اگلی آیت مبارکہ میں ﴿فـالِقُ الۡاِصۡبَاحِ﴾ بالالف لکھا ہوا ہے۔
۱۲۔		۹۶	وَجَعَلَ	دیگر مصاحف میں ﴿وَجاعل﴾ بھی تھا۔
۱۳۔	الاعراف	۲۶	وَرِيۡشًا	
۱۴۔		۳۸	كُلَّمَا	بعض مصاحف میں فصل کیا گیا ہے۔ یعنی ﴿كُلَّ مَا﴾
۱۵۔		۱۱۲	سٰحِرٍ	بعض مصاحف میں ﴿سحار﴾ ہے۔ اور بعض میں ﴿ساحِرٍ﴾ تھا۔
۱۶۔		۲۰۱	طٰٓئِفٌ	بعض میں ﴿طيف﴾ اور بعض میں ﴿طائف﴾ لکھا ہوا تھا۔
۱۷۔	براءۃ	۴۷	وَلَا اَوۡضَعُوۡا	بعض مصاحف میں ﴿وَلَا وۡضَعُوۡا﴾ الف کے بغیر تھا۔
۱۸۔	یونس	۷۶	لَسِحۡرٌ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿لساحر﴾ لکھا ہوا تھا۔
۱۹۔		۷۹	سٰحِرٍ	بعض میں ﴿سحارٍ﴾ مرقوم تھا۔

Marfat.com

۲۰۔	ھود	۷	سِحْرٌ	بعض میں ﴿ساحرٌ﴾ تھا۔
۲۱۔	ابراھیم	۵	بِاَیّٰمِ اللّٰهِ	بعض نسخوں میں ﴿بِاَیَّامِ اللّٰه﴾ تھا۔
۲۲۔	الحجر	۲۲	الرِّیٰحَ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿الرِّیَاحَ﴾ مرقوم تھا۔
۲۳۔	اسراء	۲۳	کِلٰهُمَا	بعض میں الف کے ساتھ ﴿کِلَاهُمَا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۲۴۔		۹۳	سُبْحٰانَ	بعض میں الف کے ﴿سُبْحٰن﴾ بغیر مرقوم تھا۔
۲۵۔	الکہف	۴۵	الرِّیٰح	بعض مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿الرِّیاح﴾ مرقوم تھا۔
۲۶۔		۸۸	جَزَاءَ	بعض میں واؤ کے اضافہ کے ساتھ ﴿جَزٰؤا﴾ درج تھا۔
۲۷۔		۹۴	خَرْجاً	بعض میں الف کے ساتھ ﴿خَرَاجاً﴾ مرقوم تھا۔
۲۸۔	طٰہٰ	۷۷	تَخٰفُ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿تَخَافُ﴾ درج تھا۔
۲۹۔	الانبیآء	۴	قٰلَ رَبِّیْ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿قَالَ﴾ لکھا ہوا تھا۔
۳۰۔		۸۷	اَنْ لَّا اِلٰهَ	بعض میں نون نہیں۔ یعنی ﴿اَلَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ﴾
۳۱۔		۱۰۲	فِیْ مَا اشْتَهَتْ	بعض میں وصل ہے۔ یعنی ﴿فِیْمَا اشْتَهَتْ﴾
۳۲۔	الحج	۳۸	یُدٰفِعُ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿یُدَافِعُ﴾ درج تھا۔

Marfat.com

۳۳۔	المؤمنون	۴۴	كُلَّمَا	بعض میں فصل ہے یعنی ﴿كُلَّ مَا﴾
۳۴۔		۷۲	خَرْجًا	بعض میں الف کا اضافہ ہے۔ یعنی ﴿خراجًا﴾
۳۵۔		۸۵	سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ	بعض میں ﴿سَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهِ﴾ لکھا تھا۔
۳۶۔		۸۷	ایضاً	ایضاً
۳۷۔		۸۹	ایضاً	ایضاً
۳۸۔		۱۱۲	قٰلَ كَمْ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿قالَ﴾ درج تھا۔
۳۹۔		۱۱۴	قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ	یہاں بھی الف کے ساتھ ﴿قالَ﴾ لکھا گیا۔
۴۰۔	الفرقان	۶۱	سِرٰجًا	بعض میں ﴿سِراجًا﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔
۴۱۔	الشعراء	۵۶	حٰذِرُوْنَ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿حاذِرُوْن﴾ درج کیا گیا۔
۴۲۔		۱۴۶	فِیْ مَا	بعض میں وصل کیا گیا۔ یعنی ﴿فِیْمَا﴾
۴۳۔		۱۴۹	فٰرِهِيْنَ	بعض میں ﴿فارِهِيْنَ﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔
۴۴۔	النمل	۳۵	فَنٰظِرَةٌ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿فَناظِرَةٌ﴾ لکھا گیا۔
۴۵۔		۸۱	بِهٰدِی الْعُمْيِ	بعض میں ﴿بِهادِی الْعُمْيِ﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔ جبکہ بعض میں 'باء' کی بجائے 'تاء' کے ساتھ ﴿تهدِی الْعُمْيِ﴾۔
۴۶۔	القصص	۴۸	سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا	بعض میں الف کے ساتھ ﴿سِحْرَانِ تَظاهَرَا﴾ درج کیا گیا۔

Marfat.com

۴۷۔	الروم	۳۹	مِّنْ رِّبًا	بعض میں واؤ کے ساتھ ﴿رِبوا﴾ لکھا گیا۔
۴۸۔		۵۳	بِهٰدِ الْعُمْيِ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿بِهَادِ الْعُمْيِ﴾ درج کیا گیا۔ اور بعض میں 'باء' کی بجائے 'تاء' کے ساتھ ﴿تِهْدِ الْعُمْيِ﴾ ہے۔ لیکن 'یاء' کے ساتھ کہیں مندرج نہیں۔
۴۹۔	الاحزاب	۲۰	يَسَاَلُوْنَ	بعض میں الف حذف کیا گیا۔ یعنی ﴿يَسْئَلُوْنَ﴾
۵۰۔	یٰس	۳۵	عَمِلَتْهُ	بعض میں ﴿عَمِلَتْهُ﴾ کی بجائے صرف ﴿عَمِلَتْ﴾ ہے۔
۵۱۔		۵۵	فٰكِهُوْنَ	بعض میں الف کی زیادتی کے ساتھ ﴿فَاكِهُوْنَ﴾ لکھا گیا۔
۵۲۔	الزمر	۳۶	عَبْدَهٗ	بعض میں الف کی زیادتی کے ساتھ ﴿عِبَادَهٗ﴾ ہے۔
۵۳۔	المؤمن	۶	كَلِمَتُ	بعض میں ﴿كَلِمَةُ﴾ لکھا گیا۔
۵۴۔		۱۸	لَدَى	بعض میں ﴿لَدَا﴾ الف کے ساتھ لکھا گیا۔
۵۵۔	الدخان	۲۷	فِيْهَا فٰكِهِيْنَ	بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿فَاكِهِيْنَ﴾ لکھا گیا۔
۵۶۔	الاحقاف	۱۵	وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ	بعض میں الف کے حذف کے ساتھ ﴿الْاِنْسٰنَ﴾ لکھا گیا۔
۵۷۔		ایضاً	اِحْسٰنًا	بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿اِحْسَانًا﴾ لکھا گیا۔
۵۸۔	الطور	۱۸	فَاكِهِيْنَ	بعض میں الف کا حذف کیا گیا۔ ﴿فٰكِهِيْنَ﴾

Marfat.com

۵۹۔	اقتربت	۷	خُشَّعًا	بعض میں الف کے اضافے سے ﴿خاشعا﴾ لکھا گیا۔
۶۰۔	الرحمٰن	مکمل	تُكَذِّبٰنِ	بعض میں الف کے ساتھ ﴿تکذبانِ﴾ لکھا گیا۔
۶۱۔		۵۴	وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ	بعض مصاحف میں یاء کے بدل کے ساتھ ﴿وجنی﴾ ہے۔
۶۲۔	الواقعۃ	۷۵	بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ	بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿بِمَواقِع﴾ ہے۔
۶۳۔	الحدید	۱۱	فَيُضٰعِفَهٗ	بعض مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿فَيُضاعِفَهٗ﴾ لکھا گیا۔
۶۴۔		۱۸	يُضٰعَفُ لَهُمْ	بعض مصاحف میں الف کے اضافے سے ﴿يُضاعَف﴾ لکھا گیا۔
۶۵۔	المنافقون (۶۳)		مِنْ مَّا	بعض میں وصل کیا گیا۔ یعنی ﴿مِمَّا﴾
۶۶۔	المُلک	۸	كُلَّمَا	بعض میں فصل کیا گیا۔ یعنی ﴿كُلَّ مَا﴾
۶۷۔	الجن	۲۰	قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا	بعض میں الف کے اضافے کے ساتھ ﴿قال﴾ درج ہے۔
۶۸۔	المرسلات (۷۷)	۳۳	جِمٰلَتٌ صُفْرٌ	بعض میں الف کے اثبات کے ساتھ ﴿جِمالَت﴾ ہے۔
۶۹۔	المطففین	۳۱	فَكِهِيْنَ	بعض میں بالالف درج ہے۔ یعنی ﴿فاكِهِيْنَ﴾
۷۰۔	الماعون	۱	اَرَءَيْتَ	بعض میں الف کے ساتھ لکھا گیا۔ یعنی ﴿اَرَاَيْتَ﴾۔

Marfat.com

مذکورہ بالا ستر (70) مثالیں ایسے الفاظ کی ہیں جن میں سے اکثر الفاظ میں کسی قراءۃ کا احتمال بھی نہیں لیکن اس کے باوجود وہ مصاحف میں مختلف رسم کے ساتھ لکھے گئے ہیں ① ۔لیکن یہ واضح رہے اس سے تلفظ یا قراءۃ میں کوئی فرق اور اختلاف واقع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ غانم لکھتے ہیں:

"فالأختلاف في هذه الأمثلة وما يشبهها لا يترتب عليه الاختلاف في اللفظ ، فالقراء ة واحدة فى كلا الرسمين، ولا أثر لإختلاف الهجاء فى القراء ة". ②

اب آئندہ صفحات میں بعض حروف کی زیادتی اور نقصان کے لحاظ سے اختلافی مقامات درج کیے جاتے ہیں، جن کو ہم مقاماتِ اختلافِ قراءات کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

① مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: ابن عاشر الاندلسیؒ: تنبیہ الخلان بتکمیل شرح مورد الظمآن

② رسم المصحف: ص ۶۹۴

Marfat.com

بلحاظِ زیادت و نقصان مصاحفِ عثمانیہ کے رسم میں مختلف فیہ مقامات:

نمبر	سورت و آیت نمبر	الفاظ (قراءۃِ عاصم)	بمطابق مصاحف	مختلف مصاحف میں مذکور اختلافی صورتیں
۱	البقرۃ:۱۱٦	وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا	مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہلِ شام کے مصاحف میں 'واؤ' کے بغیر ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا﴾ تھا۔
۲	۱۳۲	وَوَصّٰی بِهَا	مکہ، بصرہ اور کوفہ	مصحفِ امام، مدنی اور شامی میں ﴿وَاَوْصٰی بِهَا﴾ تھا۔
۳	آلِ عمران:۱۳۳	وَسَارِعُوا	مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہلِ مدینہ اور شام کے مصاحف میں واؤ کے بغیر ﴿سَارِعُوا﴾ لکھا ہوا تھا۔
۴	۱۸۴	وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ	مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مصحفِ امام اور شامی مصحف میں ﴿وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ﴾ تھا۔
۵۔	النسآء:۳٦	وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور شام	اہلِ کوفہ کے بعض مصاحف میں ﴿وَالْجَارِ ذا الْقُرْبٰى﴾ الف کے ساتھ تھا۔ لیکن علامہ دانی نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔
٦۔	٦٦	اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ	امام، مدینہ، مکہ اور بصرہ	شامی مصحف میں ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ تھا۔

Marfat.com

۷۔	المائدۃ:۵۳	وَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا	بصرہ اور کوفہ	اہلِ مدینہ، مکہ اور شام کے مصاحف میں واؤ کے بغیر ﴿يَقُولُ الَّذِيْنَ﴾ لکھا تھا۔
۸۔	۵۴	مَنْ يُّرْتَدَّ مِنْكُمْ	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مدنی اور شامی مصحف میں ﴿يَّرْتَدِدْ﴾ تھا۔
۹۔	الانعام:۳۲	وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	شامی مصحف میں ﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ﴾ تھا۔
۱۰۔	۶۳	لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ	کوفہ	باقی تمام مصاحف میں ﴿اَنْجَيْتَنَا﴾ تھا۔
۱۱۔	۱۳۷	اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مصحفِ شامی میں ﴿شُرَكَائِهِمْ﴾ لکھا گیا۔
۱۲۔	الاعراف:۳	قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	مصحفِ شامی میں ﴿قَلِيْلًا يَّتَذَكَّرُوْنَ﴾ تھا۔
۱۳۔	۴۳	وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	مصحفِ شامی میں واؤ کے بغیر ﴿مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ﴾ مرقوم تھا۔
۱۴۔	۷۵	قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	اہلِ شام کے مصحف میں ﴿وَقَالَ الْمَلَاُ﴾ واؤ کی زیادتی کے ساتھ لکھا گیا۔
۱۵۔	۱۴۱	وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ	امام، مدینہ، مکہ بصرہ اور کوفہ	مصحفِ شام میں ﴿اَنْجٰكُمْ﴾ لکھا گیا۔

Marfat.com

۱۶۔	براءۃ:۸۹	تَجْرِیْ مِنْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ	مکی	امام، مدینہ، بصرہ، شامہ اور کوفہ کے مصاحف میں ﴿تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ﴾ تھا۔
۱۷۔	۱۰۷	وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا	امام، مکہ، بصرہ اور کوفہ	مدنی اور شامی مصحف میں واؤ کے بغیر لکھا گیا، یعنی ﴿اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا﴾۔
۱۸۔	یونس:۲۲	هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ	امام، مکہ، مدینہ بصرہ اور کوفہ	شامی مصحف میں ﴿یَنْشُرُکُمْ﴾ تھا۔
۱۹۔	بنی اسرائیل: ۹۳	قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ	امام، مدینہ، بصرہ اور کوفہ	مکی اور شامی مصاحف میں ﴿قَالَ سُبْحَانَ......﴾ تھا۔
۲۰۔	الکہف:۳۶	خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا	امام، بصرہ اور کوفہ	مصاحفِ مکہ، مدینہ اور شام میں تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ ﴿مِّنْهُمَا مُنْقَلَبًا﴾ تھا۔
۲۱۔	۹۵	قَالَ مَا مَکَّنِّیْ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	مکی مصحف میں دو نون کے ساتھ تھا۔ یعنی ﴿مَکَّنَنِیْ﴾
۲۲۔	الانبیاء:۴	قُلْ رَبِّیْ	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور شام	کوفی مصحف میں ﴿قَالَ رَبِّیْ﴾ الف کے ساتھ درج تھا۔
۲۳۔	۳۰	اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	مکی مصحف میں واؤ کے بغیر ﴿اَلَمْ یَرَ......﴾ لکھا گیا۔

۲۴۔	المؤمنون:۸۷	سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ	امام، مدینہ، مکہ، کوفہ، شام	بصری مصحف میں ﴿سَيَقُولُونَ اللّٰهُ﴾ الف کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔
۲۵۔	۸۹	ایضاً	ایضاً	
۲۶۔	۱۱۲	قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	مکی مصحف میں الف کے ساتھ ﴿قال﴾ تھا۔
۲۷۔	۱۱۴	قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ	ایضاً	ایضاً
۲۸۔	الفرقان:۲۵	وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	اہلِ مکہ کے مصاحف میں ﴿وَنُنْزِلُ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ دو نون کے ساتھ تھا۔
۲۹۔	الشعراء:۲٦	وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	مدنی اور شامی مصاحف میں ﴿فَتَوَكَّلْ﴾ واؤ کی بجائے فاء کے ساتھ لکھا گیا۔
۳۰۔	النمل:۲۱	اَوْلَيَاْتِيَنِّىْ بِسُلْطٰنٍ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	اہلِ مکہ کے مصاحف میں دو نون کے ساتھ ﴿اَوْلَيَاْتِيَنَّنِىْ﴾ تھا۔
۳۱۔	القصص:۳۷	وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّىْٓ	امام، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام	مکی مصاحف میں واؤ کے بغیر ﴿قال﴾ تھا۔
۳۲۔	یٰسٓ:۳۵	وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور شام	کوفی مصاحف میں ﴿وَمَا عَمِلَتْ﴾ تھا۔

Marfat.com

۳۳۔	الزمر:۶۴	تَأْمُرُوْنِّیْ	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہلِ شام کے مصاحف میں دو(۲) نون کے ساتھ ﴿تَأْمُرُوْنَنِیْ﴾ مرقوم تھا۔
۳۴۔	المؤمن:۲۱	هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ	امام، مدینہ، مکہ، بصرہ اور کوفہ	اہلِ شام کے مصاحف میں مخاطب کی ضمیر کے ساتھ ﴿اَشَدَّ مِنْكُمْ﴾ تھا۔
۳۵۔	۲۶	اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ	امام، کوفی	باقی مصاحف میں ﴿ وَاَنْ یُّظْهِرَ﴾ تھا۔
۳۶۔	الشوریٰ:۳۰	فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	اہلِ مدینہ اور اہلِ شام کے مصاحف میں 'فاء' کے بغیر ﴿بِمَا كَسَبَتْ﴾ مذکور تھا۔
۳۷۔	الزخرف:۶۸	یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	مدنی اور شامی مصحف میں 'یاء' کا اضافہ تھا۔ یعنی ﴿یٰعِبَادِیْ﴾
۳۸۔	۷۱	مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ	امام	باقی پانچ مصاحف میں ایک 'ہاء' کے ساتھ ﴿ تَشْتَهِیْ﴾ رقم تھا۔
۳۹۔	الاحقاف:۱۵	بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا	کوفہ	باقی پانچ مصاحف میں الف کے بغیر ﴿حُسْنًا﴾ لکھا تھا۔
۴۰۔	محمد:۱۸	اَنْ تَأْتِیَهُمْ بَغْتَةً	امام، مدینہ، شام اور بصرہ	اہلِ مکہ اور کوفہ کے مصاحف میں ﴿اِنْ تَــأْتِهِـمْ﴾ درج تھا۔ امام کسائی کی رائے میں یہ صرف اہلِ مکہ کے مصحف میں درج تھا۔

Marfat.com

۴۱۔	الرحمٰن:۱۲	وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ	مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ	اہلِ شام کے مصاحف میں الف کے ساتھ ﴿ ذَا الْــعَــصْفِ ﴾ درج تھا۔ ابوعبیدؒ نے مصحفِ امام میں بھی اسی طرح مندرج دیکھا تھا۔
۴۲۔	۷۸	ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ	امام، مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ	مصحفِ شام میں واؤ کیساتھ ﴿ذو الْجَلٰلِ﴾ درج تھا۔
۴۳۔	الحدید:۱۰	وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ	امام، مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ	مصاحفِ شام میں رفع کے ساتھ ﴿وَكُلٌّ﴾ تھا۔
۴۴۔	۲۴	فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ	امام، مکہ، کوفہ اور بصرہ	مصاحفِ مدینہ و شام میں ﴿هُوَ﴾ درج نہیں تھا۔
۴۵۔	الشمس:۱۵	وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا	امام، مکہ، کوفہ، شام اور بصرہ	اہلِ مدینہ کے مصاحف میں واؤ کی بجائے 'فاء' کے ساتھ ﴿فَلَا يَــخَــافُ﴾ درج تھا۔①

مذکورہ بالا فہرست تمام مصاحفِ عثمانیہ میں پائے جانیوالے جملہ اختلافی مقامات

① مذکورہ مختلف فیہ کلمات کی فہرست المقنع کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے، اس کو ابوعبید القاسم بن سلام نے بھی فضائل القرآن میں ذکر کیا ہے۔ علامہ غانم قدوری نے بھی مصاحفِ عثمانیہ کے اختلافات پر مشتمل 58 الفاظ کی ایک جامع فہرست اپنی تصنیف رسم المصحف: ص ۶۹۵ تا ۷۰۰ میں نقل کی ہے۔

Marfat.com

پر مشتمل ہے۔اس لحاظ سے اگر مصاحفِ عثمانیہ کا جائزہ لیا جائے تو ان کے مابین اختلافی مقامات کی تعداد مندرجہ ذیل بنتی ہے:①

۱۔	اہلِ حجاز (مکہ ومدینہ) اوراہلِ عراق (بصرہ وشام) کے مصاحف کے مابین اختلافی مقامات کی تعداد	12
۲۔	اہلِ شام کے مصاحف میں دوسرے مصاحف سے مختلف فیہ مقامات کی تعداد	28
۳۔	کوفی وبصری مصاحف کے مابین مختلف فیہ مقامات کی تعداد	5
	مختلف فیہ مقامات کی مجموعی تعداد	45

Marfat.com

مصاحفِ عثمانیہ کی کتابت کے دوران ،صحابہ ؓ نے اس بات کا اہتمام بھی کیا کہ ایک ہی کلمہ کو،ایک ہی مصحف میں مختلف صورتوں سے رقم فرمایا۔جس کے باعث ایک ہی کلمہ قرآن میں مختلف طریقوں سے لکھا گیا۔ علامہ طاہر الکردیؒ نے اس ضمن میں چھیاسی(86) امثلہ بیان کی ہیں۔②

مصاحفِ عثمانیہ میں اختلافِ کلمات کے باوجود ہر کلمہ اور لفظ صحت ،اتقان اوراعتماد پر پورا اترتا ہےاوراس میں کسی شک وشبہ اورطعن کی گنجائش نہیں ۔قرآنی کلمات

① یہ اعداد وشمار علامہ دانیؒ کی تصنیف المقنع کی روشنی میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔اس کی کچھ تفصیل معجم القراءات القرآنیہ ص۴۵تا۴۹ میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

② ملاحظہ ہو:الکردی:تاریخ القرآن:ص ۱۲۸ تا ۱۳۱

میں نقص وزیادت کے وقوع کو بھی ناقل کا سہو قرار دینا جائز نہیں کیونکہ ہر ہر حرف رسول اللہ ﷺ سے مسموع ومنقول ہے:

''فهذه الأحرف التی اختلفت فيها المصاحف ،و كلها صحيحة لمعنی، متقنة الفحوی لا مطعن للطاعن فيها، والدليل علی أن هذه الحروف المختلف فيها كتبت علی الصحة والإتقان، والعمد والقصد والإيثار لحفظ القراء تين علی المسلمين ......وأن الذی وقع من النقص والزيادة لم يكن عن سهو ناقل، ولا لإسقاط ناسخ غافل هو أن جملتها يجمعها الصحة والبيان ولكل حرف منها شاهد من البرهان ، وحجة من الحق والرجحان''. ①

یعنی ایسے حروف جو مصاحف میں مختلف فیہ ہیں یہ تمام معنی کے اعتبار سے درست اور تلفظ کے اعتبار سے پختہ ہونے کے باعث کسی کے لیے شبہ وطعن کی گنجائش نہیں چھوڑتے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جملہ حروف صحت ویقین کے ساتھ لکھے گئے مزید براں اس کے مقاصد میں یہ بھی شامل تھا کہ مسلمانوں کے لئے ایک سے زائد قراءتیں محفوظ ہونے کا اہتمام ہوسکے۔......ایسے الفاظ جو حذف وزیادت کے مقامات پر ہیں وہ کسی لکھنے والے کی غلطی کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی کسی بے پرواہ کاتب نے انہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ تمام حروف صحت وبیان کے اعتبار سے مجمع علیہ ہیں اور ہر ہر حرف قرآنی معجزہ، اس کی سچائی اور اس کی فوقیت کی کھلی دلیل ہے۔

---

① معجم القراءات القرآنیہ: ص ۴۹و ۵۰

Marfat.com

مصاحفِ عثمانیہ کے رسم میں باہمی اختلاف کے اسباب: ①

علامہ دانیؒ، مصاحفِ امصار میں اختلاف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فإن سأل سائل عن السبب الموجب لاختلاف مرسوم هذه الحروف الزوائد فی المصاحف، قلت: السبب فی ذلک عندنا أن أمير المومنين عثمن بن عفان رضی الله عنه لما جمع القرآن فی المصاحف ونسخها علی صورة واحدة وآثر فی رسمها لغة قريش دون غيرها مما لا يصح ولا يثبت نظراً للأمة واحتياطا علی أهل الملة وثبت عنده أن هذه الحروف من عند الله عزوجلّ كذلک منُزلة ومن رسول الله ﷺ مسموعة وعلم أن جمعها فی مصحف واحد علی تلک الحال غير متمکن ألا بإعادة الكلمة مرتين، وفی رسم ذلک كذلک من التخليط والتغيير للمرسوم ما لا خفاء به ففرّقها فی المصاحف لذلک فجاء ت مثبتة فی بعضها ومحذوفة فی بعضها لکی تحفظها الأمة كما نزلت من عند الله عزّوجلّ وعلی ما سُمعت من رسول الله ﷺ، فهذا سبب اختلاف مرسومها فی مصاحف اهل الامصار". ②

---

① علامہ غانم نے بھی اس پر سیر حاصل بحث لکھی ہے: ملاحظہ ہو: رسم المصحف: ص ۷۰۰ تا ۷۱۰۔ چونکہ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کا استقصاء مقالۂ واحد میں مشکل ہے۔ بہر حال مصاحف عثمانیہ میں پائے جانیوالے اختلاف کا اجمالی تعارف اور اس کے اسباب میں سے چند کا بیان پیش خدمت ہے۔

② المقنع: ۱۱۸و۱۱۹

Marfat.com

یعنی اگر کوئی پوچھنے والا مصاحف میں موجود حروفِ زائدہ کے رسم مختلف ہونے کا سبب پوچھے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب قرآن کو مصاحف میں جمع کیا تو ان کے رسم میں لغتِ قریش کے اثر کو باقی رکھا اور ہر اس لغت کو ترک کر دیا جس میں امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کیلئے سہولت کا پہلو نہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ یہ حروف منزل من اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع ومنقول ہیں اور بلا تکرار ایک مصحف میں ان کا جمع کرنا ممکن نہیں لہٰذا رسم میں چند تبدیلیوں کے ساتھ اُن حروف کو مختلف مصاحف میں بایں طور جمع کیا کہ بعض میں کچھ حروف کا اضافہ ہوا اور بعض میں حذف۔ تاکہ امت اِن حروف کو بعینہٖ اسی طرح محفوظ کر لے جس طرح یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے گئے۔ چنانچہ مختلف شہروں کے رسم میں اختلاف کا یہ سبب ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ارسال کردہ مصاحف جب مختلف شہروں میں پہنچے تو کسی نے اس کو اجنبی خیال نہیں کیا کیونکہ مصاحف موصول ہونے سے قبل بھی وہ وہی قراءات پڑھتے تھے جو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور خطِ مصحف کے موافق تھیں۔ اس مفہوم کو عبدالفتاح اسماعیل شلبیؒ اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”فلمّا وجهت اليهم المصاحف التی کتبها عثمان و کانت خالية من النقط و الشكل قرأ اهل كل مصر مصحفهم على ما كانوا يقرء ون قبل وصول المصاحف اليهم، و كانت قرأتهم متصلة السند بالصحابة الذين تلقوا عن الرسول......إلى جانب أنها لا تختلف مع خط المصحف“. ①

① رسم المصحف والاحتجاج بہ فی القراءات: ص۹۱

مصاحف کے رسم میں اختلاف کے اسباب بیان کرتے ہوئے عبدالوہاب حمودہ لکھتے ہیں۔

”فیرجع لعدة أمور:

١......إلى القراء ات

٢......لعلل معقولة، وحكم واضحة لهاصلة بجرس اللفظ ولهجته وموسيقاه ونغمته.

٣......إلى إجراه الوقف مجرى الوصل أو العكس.

٤......قد يكون أثراً تاريخيا، وبقايا من ميراث الخط الذى نقل عنه الخط العربى، وهو الخط الآرامى.

٥......وقد يكون لا لعلة واضحة، ولا لوجه مفهوم، ①

یعنی رسم مصاحف میں اختلاف کے اسباب کی چند وجوہات ہیں جن میں پہلی: تو قراءات کی حفاظت، دوسری: معقول (لفظی) توجیہات جیسے کسی لفظ کی ادائیگی، آواز اور اندازِ قراءت تیسری: جملوں کو ملانے یا علیحدہ کرنے کے لحاظ سے وقف کا لحاظ۔ چوتھی: تا کہ یہ ایک تاریخی رسم ہو جو خط عربی جو درحقیقت خط آرامی ہے کی باقیات کا محافظ ثابت ہو۔ اور پانچویں تا کہ اس کے بعد رسم میں تبدیلی کے لیے کوئی وجہ باقی نہ رہے۔

اس بارے میں الجامع الازہر اور معاہدِ دینیہ کے سربراہ الشیخ محمد حسنین مخلوف العدویؒ (م۱۳۵۱ھ) کی کتاب عنوان البیان فی علوم التبیان میں سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

”إن هذا الاختلاف بين تلك المصاحف انما هو اختلاف قراء ات فى لغة واحدة لا اختلاف لغات قصد باثباته انفاذ ماوقع الاجماع

① عبدالوہاب حمودہ: اختلاف القراءات واللہجات: ص۱۰۳

Marfat.com

علیہ...... وانما کتبت هذه فی البعض بصورة وفی آخر باخری لانها لو کررت فی کل مصحف لتوهم نزولها کذلک ، ولو کتبت بصورة فی الاصل وبأخری فی الحاشیة لکان تحکما مع ایهام التصحیح ......لا یؤدی الی تنازع او فتنة". ①

یعنی مصاحفِ عثمانیہ کے مابین ،مختلف لغات کے اختلاف کی بجائے دراصل ایک ہی لغت کی مختلف جہات میں اختلاف ہے،اور یہ جہات بھی بلاد المسلمین میں مجمع علیہ اور مشہور قراءات کے طور پر مشہور تھیں۔(اُن سب کی حفاظت کے پیشِ نظر) کچھ کو بعض مصاحف میں لکھا گیا اور کچھ کو دوسرے مصاحف میں کیونکہ اگر ہر ایک مصحف میں ان کو تکرار کے ساتھ لکھا جاتا تو ان کے نزول کے لحاظ سے کسی ایک کے تعین میں شک کا امکان باقی رہتا۔اسی طرح اگر ایک قراءت کو متن اور بقیہ قراءات کو حاشیہ میں لکھا جاتا تو بھی یہ شائبہ ہوسکتا تھا کہ شاید یہ تصحیح کی گئی ہے۔لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حفاظت کی غرض سے متواتر قراءات کو چھ مصاحف میں پھیلا دیا اور ہر ایک مصحف کے ساتھ ایک عالم صحابی کو بھی روانہ فرما دیا تاکہ ہر قسم کے تنازع اور فتنہ کا سدِّ باب ہو سکے۔

مذکورہ بالا اقتباس کی بنیاد پر یہ کہنا درست ہوگا کہ جملہ مصاحفِ عثمانیہ کے مابین پایا جانیوالا اختلاف حقیقی نہیں بلکہ صوری تھا جبکہ قراءات کا اختلاف صوری نہیں بلکہ حقیقی ہے:

"أن الخلاف الواقع فی رسم بعض کلمات المصحف لیس خلافا حقیقیا بل هو خلاف صوریٌ، أما الخلاف الواقع فی وجوه القراء ات السبع فهو خلاف حقیقی". ②

---

① الکردی: تاریخ القرآن: ص ۹۷

② نفس المصدر: ص ۹۵

Marfat.com

بعض علماء وصوفیاء کے علاوہ ماہرین نحو وصرف نے رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی کے مابین پائے جانیوالے اختلافی کلمات کی تعلیلات بھی کی ہیں۔ یہ تمام تعلیلات غیر توقیفی ہیں اور رسمِ عثمانی کی تائید میں ہر ماہر و عالم نے اپنے مزاج اور فکر کے مطابق ان کے رموز اور علل بیان فرمائے ہیں۔ علامہ کردیؒ اِن تعلیلات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ذكر العلماء تعليلات متنوعة لبعض كلمات الرسم العثماني، غير أن هذه التعليلات ماهي إلا قبيل الاستئناس والتمليح لأنها لم توضع إلا بعد انقراض الصحابة رضي الله عنهم، وهم قد كتبوا المصحف بهذا الرسم لحكمة لم نفهمها وإشارة لم ندركها من غير أن ينظروا إلى العلل النحوية أو الصرفية التي استنبطت بعدهم". ①

یعنی علماء نے رسمِ عثمانی کے بعض کلمات کے بارے میں مختلف قسم کی تعلیلات بیان کی ہیں جو مانوسیت وتقدس کے سبب ہیں۔ یہ تمام تعلیلات صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ کے بعد بیان کی گئیں۔ صحابہ کرام ﷺ نے مصحف کو رسمِ مذکور میں ایسی حکمتوں اور اشاروں کے ساتھ لکھا جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ان کا مقصود نحوی وصرفی علل ہرگز نہ تھیں جو کہ بعد میں تلاش کی گئیں۔

رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی سے اس کے اختلافات کی اکثر حکمتیں اور رموز انسانی عقل سے بالا ہیں لیکن اِن اختلافات اور رسمِ عثمانی کی خصوصیات نے بظاہر امت کے لئے فوائد کا ایک وسیع باب کھولا ہے۔ احمد کمال عادل مصاحف عثمانیہ کے امتیازات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وقد امتازت المصاحف العثمانية بأنها:...... ۱ ﴿. اقتصرت على ما ثبت بالتواتر دون ما كانت روايته آحاداً.

---

① نفس المصدر: ص ۱۵۴

۲......﴿. أهملت ما نسخت تلاوته ولم يستقر فى العرضة الأخيرة.......۳﴿. رتبت السور والآيات على الوجه المعروف الآن بخلاف صحف ابى بكر التى كانت مرتبة دون السور. ......۴﴿. كتبت بطريقة جمعت وجوه القراء ات المختلفة، والأحرف التى نزل عليها القرآن ....۵﴿. جردت من كل ما ليس قرآناً كالذى كان يكتبه بعض الصحابة فى مصاحفه الخاصة شرحاً لمعنى بياناً لناسخ أو منسوخ". ①

یعنی مصاحفِ عثمانیہ کی پہلی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں اخبارِ آحاد کی بجائے وہی چیز شامل تھی جو تواتر سے ثابت تھی اور وہ مسموع من الرسول ﷺ تھی۔ دوسری خصوصیت یہ کہ مصاحف میں عرضۂ اخیرہ کی منسوخ التلاوۃ آیات کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ تیسری خصوصیت یہ کہ اس میں سورتوں اور آیات کی ترتیب رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ترتیب کے ساتھ لکھا گیا۔ چوتھی خصوصیت یہ کہ اِن مصاحف میں ایسا طرزِ کتابت اختیار کیا گیا جس میں مختلف قراءات سما سکیں۔ پانچویں خصوصیت یہ کہ اِن مصاحف کو ہر اُس چیز سے مجرد اور خالی رکھا گیا جو قرآن نہیں تھی۔ جیسے بعض صحابہ ؓ نے اپنے مخصوص مصاحف میں بعض الفاظ کی تشریح یا ناسخ و منسوخ کی نشاندہی کیلئے حواشی لکھ رکھے تھے۔ یہ حقیقت بہر حال مسلمہ ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ میں روا رکھے گئے اختلافات اُمت کے اجماع کے لئے مفید ثابت ہوئے اور حضرت عثمان ؓ کی پیش بینی نے اُمت کو مزید منتشر و منقسم ہونے سے محفوظ رکھا۔

رسمِ عثمانی اور اس کے اختلافات کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس کی بنیاد روایت پر ہے اور روایت میں اختلاف کا پیدا ہونا ایک طرح سے ناگزیر ہے۔

---

① احمد کمال عادل: علوم القرآن: ص ۴۷

Marfat.com

یہاں بھی اختلافِ روایات موجود ہے۔ کتبِ علم الرسم میں مصاحفِ عثمانیہ یا مصاحفِ امصار میں طریقِ ہجاء واملاء کے اختلافات کو بیان کرتے وقت عموماً یہ وضاحت کردی جاتی ہے کہ اب ہمارے ہاں فلاں صورت پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً علامہ المارغنیؒ نے اہلِ تیونس کے معمول بہ قواعد پر اپنی بحث کا مدار رکھا ہے۔ کلمات میں اختلافِ رسم میں سے کسی وجہ کو راجح قرار دینے میں بھی علماءِ رسم کے اصولِ ترجیح مختلف ہیں، مثلاً: مصری، سعودی اور شامی علماء علامہ الدانیؒ کے مقابلے پر اس کے شاگرد ابو داؤد کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر لیبیا والے ابو داؤدؒ کے مقابلے میں الدانیؒ کے قول کو راجح مانتے ہیں۔ ①

جنوب ایشائی ممالک میں عموماً اور مملکتِ پاکستان میں خصوصاً علم الرسم کا اجراء و احیاء وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ پاکستان میں حکومت اور ناشرینِ قرآن ہر دو رسمِ عثمانی کی حقیقت اور رموز و فوائد سے بے خبر ہیں۔ جس کی بنیاد پر عرب ممالک اپنے قواعدِ ضبط کے مخالف مطبوعہ مصحف اپنی مملکت میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں علم الرسم العثمانی کو بحیثیت موضوع اور فن متعارف کروایا جائے اور اس کے ماہرین پیدا کرنے کا مناسب اور فوری انتظام کیا جائے۔ ماہرین فن اور قراء کی ایک مجلس قائم کی جائے جو علم الرسم کے قواعد کی روشنی میں متفق علیہ اور مختلف فیہ کلمات کی علیحدہ علیحدہ فہارس تیار کرے۔ مذکورہ کمیٹی اپنی نگرانی میں ایک نمونہ مصحف تیار کروائے جس میں کم از کم متفق علیہ امور کی خلاف ورزی ہرگز نہ ہو اور مختلف فیہ کلمات کی مروی دو یا تین صورتوں میں سے ہی کسی ایک کو لازمی قرار دیا جائے اور دیگر مصاحف کی تیاری کیلئے اسی کو مثال و نمونہ بنایا جائے ②۔

---

① منقول از: قرآن وسنت چند مباحث (۱): ص ۸۷ و ۸۸

② ملخص از: مرجعِ سابق

Marfat.com

فصل سوم

رسمِ مصحف اور اختلافِ قراءات

Marfat.com

ایک سے زائد مصاحف کی تیاری کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ تمام متواتر قراءات بھی محفوظ ہو سکیں۔ لہٰذا تمام مصاحفِ عثمانیہ میں جملہ متواتر قراءات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا جو کہ دورِ عثمانی میں نزاع مابین المسلمین کا سبب اور جمعِ عثمانی کا بنیادی محرّک تھا۔ قرآن حکیم کی نص اور اس کے الفاظ کی طرح اس کی قراءات بھی منجانب اللہ ہیں۔ ابن مجاہد کی تصریح کے مطابق قراءۃ کے سنّت ہونے کے متعلق روایات: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ، عمر بن عبد العزیزؒ اور عامر الشعبیؒ سے منقول ہیں ①۔ امام ابو عبید روایت بیان کرتے ہیں:

"عن خارجة بن زيد أن زيد بن ثابت قال: القراءة سنة". ②

ڈاکٹر سید احمد خلیل، قراءات کے توقیفی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

"......كل قراءة تلقاها المسلمون الأولون عن الرسول كما تلقاها الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عن ربه". ③

ڈاکٹر محمد الحبش قراءات کی حجیت اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

---

① ابن مجاہد ابو بکر احمد بن موسیٰ بن العباس البغدادی (م ۳۲۴ھ): كتاب السبعة في القراءات: ص ۴۹ و ۵۰، دار المعارف، مصر، ۱۹۷۲ء، تحقیق: د۔ شوقی ضیف

② مرجعِ سابق

③ الدکتور السید احمد خلیل: دراسات في القرآن: ص ۹۴، دار المعارف، مصر، س۔ن۔

Marfat.com

''اس طرح ساری متواتر قراءات نبی ﷺ کی قراءات ہیں......ائمہ قراءات کا اس میں کوئی اجتہاد نہیں ہے اور نہ ان کو کسی کی نص (Text) میں کسی قسم کے تصرف اور تحکم کا کوئی اختیار ہے۔ان کا کام صرف روایت کی صحت اور ضبط اور اس کی توثیق کی حد تک محدود ہے''۔① ۔

پھر وہ بطور خلاصہ لکھتے ہیں:

''آج یہ کہنا ممکن ہے کہ ابن مجاہدؒ کی ان کوششوں نے جن کو ابن الجزریؒ نے بعد میں کمال تک پہنچایا، اس جدال کا خاتمہ کر دیا جو مقبول اور مردود قراءتوں کے بارے میں جاری تھا۔سب مقبول قراءتیں اِن سات قراءتوں میں محصور ہو گئیں جن کو ابن مجاہدؒ نے اختیار کیا تھا اور تین وہ جن کے ذریعہ ابن الجزریؒ نے ان کو مکمل کر کے دس کر دیا''۔②

مندرجہ بالا اقوال سے قراءات کے مقام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ سے مشافہۃً اور مسلسل سند کے ذریعے اُمت تک پہنچی ہیں اور اِن میں موجود اختلاف بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ومنقول ہے۔لیکن مستشرقین نے کم علمی کی بنیاد پر قراءات کے اختلاف کو رسمِ مصحف پر محمول کیا ہے، کہ قراء ات کا اختلاف دراصل رسم کے نقاط وحرکات سے خالی ہونے کی وجہ سے ہے۔جیسا کہ مشہور مستشرقین گولڈزیہر (Gold Zhir) نے اپنی کتاب **مذاهب التفسير الاسلامية** میں اس خیال کا اظہار کیا ہے:

''والقسم الاكبر من هذه القراء ات يرجع السبب في ظهوره

---

① الدکتور محمد الحبش: **القراء ات المتواترة وأثرها في الرسم العثماني والأحكام الشرعية:** ص ۲٦، ط۱، دار الفکر المعاصر، دمشق، ۱۹۹۹ء۔بحوالہ: ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد 56، شمارہ: 21

② مرجع سابق

Marfat.com

إلى خاصية الخط العربي؛ فان من خصائصه أن الرسم الواحد للكلمة الواحدة قد يقرأ بأشكال مختلفة؛ تبعا للنقط فوق الحروف أو تحتها، كما أن عدم وجود الحركات النحوية، وفقدان الشكل في الخط العزبي، يمكن أن يجعل للكلمة حالات مختلفة من ناحية موقعها من الاعراب ، فهذه التكميلات للرسم الكتابي ، ثم هذه الاختلافات في الحركات والشكل، كل ذلك كان السبب الأول لظهور حركة القراء ات فيما أهمل نقطه أو شكله من القرآن". ①

گولڈزیہر نے اپنے دعویٰ کے اثبات کیلئے چند قرآنی الفاظ کی مثالیں بیان کی ہیں۔موصوف کے نزدیک نقاط سے مصاحف کے خالی ہونے کی وجہ سے قرّاء کے مابین مندرجہ ذیل الفاظ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ مثلاً: ﴿وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ ②۔ گولڈزیہر نے اس میں دوسرا احتمال ﴿تسـتكثـرون﴾ کا بیان کیا ہے لیکن قراءاتِ اربع عشرۃ میں سے یہ کوئی قراءۃ نہیں ③۔سورۃ براۃ میں ﴿عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ ④﴾ میں حماد کی ایک غریب قراءۃ ﴿أباه﴾ کا احتمال بیان کیا ہے، لیکن اربع عشرۃ قراءات میں یہ شامل نہیں ⑤۔

گولڈزیہر کے نزدیک خطِ عربی میں تشکیل وتعریب کا نظام نہ ہونے اورنحوی

① مذاہب التفسیر الاسلامیۃ:ص۴

② الاعراف:۴۸

③ ملاحظہ ہو:الدمیاطی: إتحاف فضلاء البشر:۲۲۵

④ التوبۃ:۱۱۴

⑤ إتحاف فضلاء البشر:۲۲۵

Marfat.com

حرکات کی عدم موجودگی کی وجہ سے بھی قراءات میں اختلاف واقع ہوا ہے①۔
مثلاً: ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ②﴾۔اس میں مزید دو(۲) قراءات ہیں:
﴿وَمِنْ عِنْدِهِ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾اور﴿وَمِنْ عِنْدِهِ عُلِمَ الْكِتَابُ﴾③۔

انسائیکلو پیڈیا انکارٹا (Encarta) کا مضمون نگار ڈاکٹر اسماعیل پوناوالا (Ismail K. Poonawala) بھی Qur`an آرٹیکل کے تحت، تقریباً اسی موقف کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتا ہے:

"some words could be read in different ways because the earliest copies of the Qur'an were transcribed without symbols to represent certain vowels".④

آرتھر جیفری (Arthur Jefferry) نے مقدمۃ المصاحف میں گولڈزیہر کی اسی رائے کو بنیاد بنایا ہے اور لفظ ﴿یعلمه﴾ کی مثال بیان کرتے ہوئے اس کی ممکنہ صورتیں ذکر کی ہیں: ﴿يُعَلِّمُهُ﴾، ﴿نُعَلِّمُهُ﴾، ﴿تُعْلِمُهُ﴾ اور ﴿بِعِلْمِهِ﴾⑤۔
گولڈزیہر اور آرتھر جیفری کی پیروی میں مصری محقق ڈاکٹر علی عبد الواحد وافی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

---

① المذاہب الاسلامیۃ: ص۲

② الرعد: ۴۳

③ الدمیاطی: إتحاف فضلاء البشر: ص۲۷۰

④ ملاحظہ ہو:
Cd version:Microsoft Encarta, One Microsoft Way Redmond, WA 98052-6399,U.S.A. Product ID: 70132-442-0736642-49278 Version: 13.0.0.0531

⑤ آرتھر جیفری: کتاب المصاحف: مقدمۃ: ص۷، ط۱، المطبعۃ الرحمانیۃ، مصر، ۱۹۳۶ء/۱۳۵۵ھ

Marfat.com

"يرجع بعض مظاهر الاختلاف في قراءات القرآن إلى اختلافهم في قراءة الكلمة حسب رسمها في المصحف العثماني، فقد كان الرسم مجرداً من الإعجام والشكل، ولذلک كان يمكن قراءة بعض الكلمات على وجوه مختلفة". ①

اگر مصاحفِ عثمانیہ کا تعجیم وتنقیط سے مجرد ہونا ہی قراءات کے اختلاف کا سبب ہے تو اہلِ عرب کے اشعار میں بھی کئی ایسے احتمالات موجود ہیں جیسا کہ امام اصمعی، ابوعمروؒ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ابوعمرو نے مندرجہ ذیل شعر شعبہ کو سنایا:

فما جبنوا أنا نشد عليهمُ ولكن رأوا ناراً يُحَشُّ وتُسقعُ

ابوعمرو کہتے ہیں کہ میں نے یہ شعر شعبہ کو سنایا تو انہوں نے کہا ((ویلك! إنما هي تحس وتسقع)) ۔لیکن امام اصمعی کہتے ہیں کہ ((قد أصاب ابو عمرو: لان معنى تحش توقد، وقد أصاب شعبة ايضا)) ② ۔اگر مذکورہ شعر میں لفظ ﴿تحس اور تحش﴾ دونوں روایتیں درست ہیں تو ﴿فتثبتوا اور فتبينوا﴾ کیوں درست نہیں؟

اگر غور کیا جائے تو قرآنی رسم کو اختلافِ قراءات کی بنیاد قرار دینا کسی طور بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً لفظ ﴿مٰلِكِ ③﴾ سورۂ فاتحہ میں دونوں قراءات ﴿مٰلِكِ﴾ اور ﴿مَلِكِ﴾ موجود ہیں لیکن ﴿مَلِكِ النَّاسِ ④﴾ میں کسی نے بھی ﴿مٰلِكِ النَّاسِ﴾ نہیں پڑھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءات کا اختلاف رسم کے نقط واعجام سے خالی ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اسی طرح ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ⑤﴾ میں کسی سے

---

① علی عبدالواحد وافی، الدکتور: **فقه اللغة**: ص ۱۱۹، ط ۱، مصر، س۔ن

② رسم المصحف والاحتجاج بہ فی القراءات: ص ۲۶

③ الفاتحہ: ۳ ④ الناس: ۲ ⑤ البقرۃ: ۲

Marfat.com

﴿لا زِيتَ فيه ﴾ منقول نہیں۔ اسی طرح ﴿وَلِـلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ میں ﴿مِيزَابُ السَّمٰوَاتِ ﴾ کا احتمال موجود ہے لیکن کسی سے امام سے تواتر کے ساتھ ایسا منقول نہیں۔

بہت سے الفاظِ قرآنی ایسے ہیں جن کا رسم ان میں مزید قراءات کا احتمال محفوظ رکھتا ہے۔ اِس کے علاوہ وہ لغۃً بھی درست ہیں اور اہلِ عرب ان کو اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کسی قراءۃ میں نہیں پڑھے جاتے۔ مثلاً: ﴿وَقُـرْاٰنًـا فَـرَقْنَـاهُ لِتَقْـرَأَهُ عَلَـى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ ① ﴾ میں قرّاء کا اجماع ہے کہ لفظ ﴿مُكْثٍ ﴾ ہمیشہ میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے حالانکہ لغت ہمیں ضمہ کے علاوہ فتحہ اور کسرہ کی بھی اجازت دیتی ہے۔ لیکن قرّاءِ اربعہ عشر میں کسی نے اس کو فتحہ اور کسرہ کے ساتھ نہیں پڑھا۔ ②

حقیقت یہ ہے کہ رسمِ مصحف روایت ونقل کے تابع ہے جبکہ قراءۃِ منقولہ کی بنیاد مشافہت اور حفظ ہے۔ قراءات کے اختلاف کا سبب رسم کا نقاط وحرکات سے مجرد ہونا نہیں بلکہ ان کی تلاوت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور صحابہ اپنے اپنے علاقہ میں انہی قراءات کی تلاوت فرمایا کرتے اور اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ قراءات کا معیار کبھی بھی صرف عربی خط یا رسمِ مصحف نہیں رہا بلکہ اس کی بنیاد حفظ، مشافہۃ اور تلقی من الشیخ ہے:

"......فالقراءات مأخوذة من النبی ﷺ مشافهة وسماعا وليست مستخرجة من رسم المصحف". ③

① بنی اسرائیل: ۱۰۶

② رسم المصحف والاحتجاج بہ فی القراءات: ص ۳۵

③ الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۱۳

Marfat.com

چنانچہ اسی کی بنیاد پر علماءِ قراءات نے صحتِ قراءۃ کیلئے بطور ضابطہ تین شرائط مقرر کی ہیں جن میں سے کسی ایک کے فقدان کے ساتھ وہ روایت درجہءِ صحت سے خارج ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن الجزریؒ لکھتے ہیں:

"کل قراءۃ وافقت العربیۃ ولو بوجہ ووافقت أحد المصاحف العثمانیۃ ولو احتمالاً وصح سندھا فھی القرائۃ الصحیحۃ التی لا یجوز ردھا ولا یحل إنکارھا". ①

یعنی ہر وہ قراءۃ جو عربیت کے موافق ہو، مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی مصحف کے مطابق ہو اگر چہ اس میں دوسری قراءۃ کا احتمال موجود ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءۃِ صحیحہ ہے جس کا ردّ یا انکار کرنا جائز نہیں۔

قراءاتِ صحیحہ کے ارکانِ ثلاثہ: صحتِ سند، موافقتِ خطِ مصاحفِ عثمانیہ اور موافقتِ عربیت میں سے رکن ثانی یعنی موافقتِ خطِ مصاحفِ عثمانیہ پر بحث ہمارا مقصود ہے تاکہ رسم اور قراءات کے مابین تعلق کی وضاحت ہو سکے۔

قراءات کے ارکانِ ثلاثہ میں رسمِ عثمانی کا مقام:

مختلف علاقوں کی طرف ارسال کردہ مصاحفِ عثمانیہ، قراءۃِ عامہ مشہورہ پر لکھے گئے ② اور ان کو نقط واعجام سے مبرا رکھا گیا تاکہ ایک سے زائد قراءات کا احتمال باقی رہ سکے۔ اہلِ علاقہ کو یہ حکم دیا گیا کہ خطِ مصحف کے خلاف ہر قراءۃ کو ترک کر دیا جائے۔ لہٰذا اس بنیاد پر خطِ مصاحف، صحتِ قراءۃ کیلئے رکنِ ثانی کی حیثیت اختیار کر گیا۔ تمام قرّاء کا

① النشر فی القراءات العشر: ۱۵/۱

② غانم: رسم المصحف: ص ۲۴۴

Marfat.com

اجماع ہے کہ ہر وہ قراءۃ واجب الترک ہے جو خطِ مصحف کے خلاف ہو:

"اجتمع القراء علی ترک کل قراء ۃ تخالف المصحف". ①

امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ)، تاویل مشکل القرآن میں جائز قراءات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کل ما کان منها موافقاً لمصحفنا غیر خارج عن رسم کتابه جاز لنا أن نقرأ به، ولیس لنا ذلک فیما خالفه". ②

یعنی جو ہمارے مصحف کے مطابق اور اس کے رسم سے خارج نہ ہو، اس قراءۃ کا پڑھنا ہمارے لیے جائز ہے اور ہمارے لیے اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس طرح عبداللہ بن ابی داؤد کا قول ہے:

"لا نری ان نقرأ القرآن إلا لمصحف عثمان الذی إجتمع علیه أصحاب النبی ﷺ، فإن قرأ إنسان بخلافه فی الصلوة أمرته بالاعادة". ③

یعنی ہمارے خیال میں ہمیں مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مطابق قرآن پڑھنا چاہیے جس پر اصحابِ نبی کا اجماع ہوا۔ لہٰذا اگر کوئی انسان مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف نماز میں کوئی قراءۃ پڑھتا ہے تو اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جائیگا۔

امام زجاجؒ مصحف کے مخالف قراءۃ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے ﴿إِن يَمْسَسْكُمْ﴾ ④ کی مثال بیان کرنے کے بعد فرمایا:

---

① محمد بن القاسم بن بشار ابوبکر الانباری (۲۷۱۔۳۲۸ھ): **کتاب ایضاح الوقف والابتداء فی کتاب اللہ عزوجل**: ۲۸۲/۱، مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق، ۱۹۷۱ء، تحقیق: محی الدین عبدالرحمن رمضان

② ابن قتیبہ الدینوری **تاویل مشکل القرآن**، دار إحیاء الکتب العربیۃ، قاہرہ، ۱۹۵۴ء، تحقیق: السید احمد صقر

③ کتاب المصاحف: ص ۲۴

④ آلِ عمران: ۱۴۰

Marfat.com

"لو قرئت ((أن يمسّكم)) كان صوابا ، ولكن لا تقرأ به لمخالفته للمصحف، ولان القراء ة سنة ".①

شاذ قراءات کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ چونکہ وہ رسمِ عثمانی میں نہیں ہے اِس وجہ سے اُن کوشاذ کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ عبدالفتاح اسمٰعیل شلبی کی رائے ہے کہ:

"هذا الرسم الذى أجمعت عليه الأمة.....وهو حجة على القارئين والمقرئين إلى يوم الدين، وأصبحت القراء ة بما خالف الرسم وإن وافق العربية وصح سنده __كالذى جاء فى مصاحف الصحابة والتابعين__شاذة لكونها شذت عن رسم المصحف الإمام المجمع عليه ، فلا تجوز القراء ة بها لا فى الصلوٰة ولا فى غيرها". ②

یعنی یہ رسم جس پر امت کا اجماع واقع ہے،کی پیروی کرنا قراءات کے معلم و متعلم پر تا قیامت ضروری ہے،اور رسمِ مذکور کے مخالف ہر قراءۃ اگر چہ وہ عربیت کے موافق اور سنداً صحیح بھی ہو،جیسا کہ بعض صحابہ اور تابعین کے مصاحف میں مندرج تھیں،شاذ کہلائے گی کیونکہ یہ حضرت عثمان کے رسمِ مصحف سے شاذ ہے۔ایسی قراءۃ کا نماز اور اس کے علاوہ پڑھنا جائز نہیں۔

مکی بن ابی طالب القیسیؒ خطِ مصحف کی مخالفت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهٰذا لا يجوز اليوم لأحد أن يقرأ به ، لأنه إنما نُقل إلينا بخبر الواحد عن الواحد ولا يُقطع على صحة ذلك، ولا على غيبه وهو مخالف لخط المصحف الذى عليه الإجماع. فخط

① غانم قدوری: رسم المصحف: ص ۶۴۷

② رسم المصحف والاحتجاج بہ فی القراءات: ص ۱۱

Marfat.com

المصحف أولیٰ لأنه یقین، والخبر غیر یقین، فلا یحسن أن ینتقل عن الیقین إلی غیر الیقین". ①

مذکورہ اقوال سے قراءات کی قبولیت یا تردید کے سلسلہ میں خطِ مصحف کی مطابقت کی قوت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی تناظر میں محمد بن احمد بن ایوب المعروف ابن شنبوذ (م ۳۲۸ھ) کے موقف کی بھی تردید ہوتی ہے جو قراءۃ کی قبولیت میں رسمِ مصحف کو ضروری خیال نہیں کرتے۔ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

"کان یری جواز القراءۃ بما صح سندہ وإن خالف رسم المصحف". ②

اسی طرح ابن شنبوذ نے مصحفِ ابی بن کعب، مصحفِ ابن مسعود اور احادیث سے ثابت قراءات کے جواز کا فتویٰ دیا③۔

لیکن ابن الندیم (صاحب الفہرست) نے ابن شنبوذ کے رجوع کو بیان کیا ہے۔ ابن ندیم کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"یقول محمد بن احمد بن ایوب، قد کنت أقرأ حروفًا تخالف مصحف عثمان المجمع علیه، والذی اتفق علیه اصحاب رسول الله ﷺ علی قراءته، ثم بان لي ان ذلک خطأ، وانا منه تائب وعنه مقلع، وإلی الله جل اسمه منه بريء اذ کان مصحف عثمان هو الحق الذی لا یجوز خلافه، ولا یقرأ غیره". ④

---

① الابانۃ عن معانی القراءات: ص ۹۷

② لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۱/۱۰۵

③ الذہبی: معرفۃ القراء: ۱/۲۲۲...... ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۲/۵۴

④ الفہرست: ص ۳۲؛ غانم: رسم المصحف: ۶۲۸

Marfat.com

یعنی ابن شنبوذ کے الفاظ ہیں کہ میں مصحف عثمان ؓ، جس پر اجماع واقع ہو چکا ہے اور جس پر اصحابِ پیغمبر متفق تھے، کے مخالف حروف کی قراءت کرتا تھا۔ پھر میرے لیے یہ واضح ہوا کہ یہ خطا تھی۔ اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ کا نام ہی بزرگی والا ہے اور ہر خطا سے بری ہے۔ کیونکہ مصحفِ عثمان ؓ ہی حق تھا اس کے خلاف یا اس کے علاوہ دیگر قراءۃ جائز نہیں۔

لہٰذا تمام قرّاء کا اس پر اجماع ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ کے خط کے مخالف ہر قراءت شاذ ہے اور اس کا پڑھنا جائز نہیں اور نماز میں کسی شاذ قراءت کی تلاوت کرنے والے کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جائیگا۔ یہ تمام خصائص رسمِ عثمانی کی اہمیت اس حد تک بڑھا دیتے ہیں کہ علومِ قرآنیہ میں اہمّ و بنیاد ہونے کے لحاظ سے کسی ذی شعور انسان کیلئے اس کے انکار کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

باب چہارم

رسمِ عثمانی کے رموز و قواعد اور ان کا نشو و ارتقاء

Marfat.com

فصل اول

رسمِ عثمانی کے قواعد

Marfat.com

اگرچہ عربی رسم الخط بھی دیگر خطوط کی طرح ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا موجودہ دور میں ایک مکمل رسم الخط کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اِسی ارتقاء کی بدولت چودہ صدیاں قبل کا رسمِ قرآنی، دورِ حاضر کے عربی رسم الخط سے چنداں مختلف نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جدید قواعدِ عربیہ اور اس کے رسم الخط کی یہ ترقی رسمِ عثمانی کی بدولت ہے۔ غانم قدّوری الحمد لکھتے ہیں:

”وظلت قواعد الرسم العثمانی هي العمود الأساسی فی قواعد الهجاء العربی التی وضعها علماء العربية“. ①

پہلے باب میں رسمِ قیاسی اور رسمِ اصطلاحی یا عثمانی کے مابین فرق واختلاف کی تفصیل گزر چکی ہے۔ فصلِ ہٰذا میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کن خصوصیات کی بنا پر، مصاحفِ عثمانیہ کا رسم، رسمِ قیاسی یا قواعدِ عامہ سے مختلف ہوا؟ اِن خصوصیات کو ائمہ نے قواعدِ رسم کا نام دیا۔ یہ قواعد چھ ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے قواعدِ رسم کو یوں بیان فرمایا ہے:

”وسنحصر أمر الرسم فی: الحذف، والزيادة، والهمز، والبدل، والفصل، وما فيه قراء تان فكتب على إحداهما“. ②

قواعدِ ستہ کو علامہ کردیؒ نے الشیخ محمد العاقب الشنقیطیؒ کے حوالہ سے اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

---

① رسم المصحف دراسة لغوية نحوية: ص۲۴۴

② الدمیاطی: اتحاف فضلاء البشر: ص۱۰...... السیوطیؒ: الاتقان: ۲/۱۴۷

الرسم فی ستّ قواعد استَقل   حذفٌ، زیاد ۃ، وھمزٌ، وبدل
وما أتی بالوصل أو بالفصل   موافقا للفظ او للأصل
وذو قراء تین مما قد شہر   فیہ علی إحداھما قد اقتصر ①

۱۔حذف   ۲۔زیادت   ۳۔ہمز
۴۔بدل   ۵۔وصل وفصل   ۶۔ایک سے زائد متواتر قراءات کا احتمال

قواعدِ مذکورہ کی تفصیل سے قبل ان کے متعلق ایک وضاحت سے واقفیت ضروری ہے کہ کسی بھی لفظ کو لکھنے کیلئے مستعمل خط میں دوطرح کے احتمالات ہوتے ہیں: اوّل کہ وہ خط لفظ کی جہت کو گھیرے ہوئے ہو یعنی اس کو ایک ہی طریق پر لکھنا ممکن ہو اور اس کے علاوہ کسی اور صورت میں اس کے لکھنے کا احتمال موجود نہ ہو۔ اس صورت میں اس لفظ کی ہیئتِ مخصوصہ کے خلاف تلفظ کرنے والا اس خط اور رسم کی مخالفت کرنے والا شمار ہوگا۔ دوم کہ وہ خط جہتِ لفظ کو گھیرے ہوئے نہ ہو بلکہ اس کو دیگر صورتوں میں بھی لکھنا ممکن ہو لیکن مصحف میں کسی ایک طریق پر لکھا گیا ہو۔ مصحف میں مذکور صورتِ کتابت کے مطابق تلفظ کرنے والے کو تحقیقاً اور اس کے خلاف دوسری طرح تلفظ کرنے والے کو تقدیراً رسم کی موافقت کرنے والا کہا جاتا ہے۔ ②

متقدمین علماءِ رسم نے رسمِ عثمانی کے قواعد کو تفصیلاً بیان کیا ہے لیکن جملہ اصول کو بین العبارات اور بغیر عنوان نقل کیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ قواعدِ ستّہ اور ان کے ذیلی اصول وفروع کو کسی عنوان کے تحت رقم کیا جائے تاکہ رسمِ قرآنی میں شامل اِن قواعد کی وضاحت اور تفہیم میں آسانی پیدا ہو سکے۔ وما توفیقی الا باللہ ۱۲

---

① تاریخ القرآن: ص ۹۳

② طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۹۲

Marfat.com

قاعدۂ اوّل......حذف:

قاعدۂ حذف کا مفہوم یہ ہے کہ رسمِ عثمانی میں حروفِ علت (و۔الف۔ی) یا کسی دوسرے حرف کو غیر قیاسی طور پر حذف کیا گیا ہو جبکہ عام عربی رسم الخط میں ایسا نہیں ①۔الشیخ ابراہیم احمد المارغنی التونسیؒ حذف کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"ومعنى الحذف: الإسقاط والإزالة.....والذي يحذف غالباً في المصاحف من حروف الهجاء ثلاثة: الألف والواو والياء المديتان وهي التي تزاد أيضاً، وإنما اختصت هذه الأحرف بالحذف غالبًا لكثرة دورها". ②

یعنی حذف کا معنی اسقاط اور ازالہ ہیں۔(اصطلاحاً اس سے مراد) وہ حرف ہے جو حروفِ ہجاء میں سے مصاحف میں محذوف ہے۔یہ اکثر تین ہیں: الف، واؤ اور یاء ممدودات۔یہ زیادہ بھی کیے جاتے ہیں۔ان کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے ان کو خاص کیا گیا ہے۔

علامہ طاہر رحیمیؒ نے احتمالِ قراءتین کے علاوہ حذف، بدل، زیادت اور وصل و فصل ہر ایک کو بنیادی طور پر تین قسموں (۱......تحقیقی اتفاقی، ۲......احتمالی اتفاقی اور ۳......احتمالی اختلافی) میں ترتیب دیا ہے، جن میں سے ہر ایک کی تفصیل قاعدہ کے تحت درج کی جاتی ہے۔قاعدۂ حذف کی حسبِ ذیل تین صورتیں ہیں:

1... **حذف تحقیقی اتفاقی:** اگر حرف رسم سے بھی محذوف ہو اور تلفظ بھی بالاتفاق

---

① ابو ہشام: **قرآن کریم اور اس کے چند مباحث**: ص ۹۷، ط ۱، الہدیٰ انٹرنیشنل، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

② الشیخ ابراہیم بن احمد المارغنی التونسی: **دليل الحيران على مورد الظمآن في فني الرسم والضبط**: ص ۲۷، ط ۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

Marfat.com

حذف ہی سے ہوتو اس کو حذفِ تحقیقی اتفاقی کہا جاتا ہے۔جیسے: بِسْمِ اللّٰہِ میں بـاسـم کا ہمزہ نہ رسم میں اور نہ ہی کسی قراءت میں۔①

2... **حذف احتمالی اتفاقی:** حرف رسم سے تو محذوف ہو لیکن تلفظ میں بالاتفاق ثابت ہو۔ایسی صورت کو حذف احتمالی اتفاقی کہا جاتا ہے۔جیسے: الـرحـمن میں الف کا رسم نہیں لیکن تمام قراءات میں الف پڑھا جاتا ہے۔

3... **حذف احتمالی اختلافی:** حرف رسم سے محذوف ہو لیکن اس کے تلفظ میں قراء کے مابین اختلاف پایا جائے۔مثلاً: وَاتَّقُوْنِ (البقرۃ) میں یائے متکلم رسماً محذوف ہے لیکن ابو عمروؒ، ابو جعفرؒ اور یعقوبؒ اس میں یاء کو ثابت رکھتے ہیں جبکہ باقی حضرات رسم کے مطابق حذف کرتے ہیں۔②

صاحبِ دلیل الحیران ،قاعدہِ حذف کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔اُن کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

”......الحذف الواقع فی المصاحف ثلاثة أقسام: حذف إشارة وحذف اختصار وحذف اقتصار. أما حذف الإشارة: فهو ما يكون موافقاً لبعض القراءات نحو ﴿وَإِذْ وٰعَدْنَا﴾③......فحذفت الألف فی الخط إشارة لقراءة الحذف......وأما حذف الاختصار (أی التقليل): فهو ما لا يختص بكلمة دون مماثلها فيصدق بما تكرر من الكلمات وما

① طاہر رحیمی: مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص۱۹۲

② مرجعِ سابق

③ البقرۃ:۵۱

Marfat.com

لم يتكرر منها كالعٰلمين، وأما حذف الاقتصار: فهو ما اختص بكلمة أو كلمات دون نظائرها كـ﴿وسَيَعْلَمُ الكُفّٰرُ﴾. وربما جامع القسم الاوّل من القسمين الأخيرين". ①

یعنی مصاحف میں حذف تین اقسام پر واقع ہوا ہے:

حذفِ اشارة: جو بعض قراءات کے موافق ہو جیسے: ﴿وَاِذْ وٰعَدْنَا﴾ میں الف کا حذف حذف کی قراءة کی طرف اشارہ ہے۔

حذفِ اختصار: ایسا حذف جو کسی کلمہ کے ساتھ خاص نہ ہو عام ہے کہ وہ کلمات مکرر ہوں یا غیر مکرر جیسے: العٰلمین۔

حذفِ اقتصار: جو کلمہ کے ساتھ اپنی نظائر کے علاوہ خاص ہو جیسے: وَسَيَعْلَمُ الكُفّٰر②۔

چونکہ قاعدہ حذف میں بعض حروف ہجاء کا حذف ہوتا ہے اس اعتبار سے قاعدۂ حذف کو چار اقسام میں منقسم کیا جاسکتا ہے؛

- ...... حذف الالف
- ...... حذف الیاء
- ...... حذف الواؤ
- ......حذف اللام

مذکورہ اقسام کا تفصیلی جدول پیشِ خدمت ہے:

حذف الالف:......③

بعض مقامات جہاں الف ہونا چاہیے وہاں مصاحفِ عثمانیہ میں الف کو حذف کر دیا گیا ہے۔ علماءِ رسم کے ذکر کردہ اس اصولِ حذف کے تفصیلی مطالعہ سے اس کی مندرجہ ذیل اقسام سامنے آتی ہیں:

---

① دلیل الحیران: ص ۲۷ ② الرعد: ۴۲

③ حذفِ الف کے متعلق تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو: دلیل الحیران: ص ۲۶ تا ص ۱۲۲

Marfat.com

شمار	حذف الالف کی جملہ اقسام	امثلہ
1	**اختصار کیلئے الف کا حذف:** قیاسِ املائی کے تقاضا کے مطابق الف ہونا چاہیے لیکن اختصار کے پیش نظر ان مقامات سے الف حذف کیا گیا ہے۔①	جیسے: تُفٰدُوْهُمْ (البقرة:۸۵)، كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (النساء:۲۴)۔ علامہ دانی نے اس قاعدہ کے تحت 149 (ایک سو انچاس) مثالیں بیان کی ہیں۔
2	**تثنیہ مرفوع سے الف کا حذف:** تثنیہ کا صیغہ جو کہ حالتِ رفعی میں ہو اس کے بعد آنے والا الف (جو کہ درمیانِ کلمہ ہو) رسمِ عثمانی میں بعض مقامات پر حذف کیا گیا ہے۔②	مثلاً: وَامْرَأَتٰنِ، رَجُلٰنِ، لَسٰحِرٰنِ ی، عَلَّمٰنِ، يَحْكُمٰنِ، يَقْتَتِلٰنِ، أَضَلّٰنَا۔
3	**لفظ جلالہ (اللہ) سے الف کا حذف:** پورے قرآن مجید میں لفظِ جلالہ (الـــلاه) کی بجائے (اللہ) لکھا گیا ہے۔③	ملاحظہ ہو: لفظِ اللّٰہ۔ كذلك لا خلاف بين الامة في الحذف في اسم اللّٰهِ واللّٰهُمَّه④
4	**سُبْحٰن اور رحمٰن سے الف کا حذف:**۔⑤	جیسے: سُبْحٰن، سُبْحٰنَه، سبُحٰنَكَ، الرَّحْمٰن۔

① المقنع: ص۲۰ تا ۲۴

② مرجع سابق...... دلیل الحیر ان: ص۵۵

③ اتحاف فضلاء البشر: ص۱۲...... الزرقانی: مناہل العرفان: ۱/۳۶۳

④ دلیل الحیر ان: ص۲۸

⑤ المقنع: ص۴۶

Marfat.com

5	**یاءِ ندا کے بعد الف کا حذف:** رسمِ عثمانی کے مطابق لکھے گئے مصاحف میں بعض مقامات پر یائے ندا کے بعد آنے والا الف حذف کیا گیا ہے۔①	مثلاً: یاَرضُ، یاولِی الاَلبَابِ، یـاُخـتَ هـرُوْن، ینُوحُ، یلُوطُ، یهود، یشعیب، یصلح، یهرون، یمریم، یفرعون، یهامان، یملك، یاسفی، یویلتی، یحسرتی، یرب، یبُنَیَّ، یبنی، یقوم۔
6	**ھائے تنبیہ کے بعد الف کا حذف:** ہائے تنبیہ کے بعد آنے والا الف بھی حذف کیا گیا ہے۔②	جیسے: ھانتم، ھؤلاءِ، ھهُنَا، ھتین، ھکذا۔وغیرہ
7	**بعض اسمائے اشارہ میں الف کا حذف:** کتابِ مصاحف نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بعض اسمائے اشارہ میں الف کو حذف کیا جائے گا۔③	مثلاً: ذٰلك، ذٰلکم، ذٰلکن، اولٰئك، اولٰئکم، ھٰذا، ھٰذہ، ھٰذانِ۔وغیرہ④
8	**بعض حروف استثناء میں الف کا حذف:** اسی طرح بعض حروفِ استثناء میں بھی الف کو حذف کیا گیا۔⑤	مثلاً: لٰکن، لٰکنه، لٰکنی، لٰکنکم، لٰکن لا، وغیرہ۔

① نفس المصدر: ۲۵......اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰

② المقنع: ص ۴۶ ③ مرجعِ سابق

④ اتحاف: ص ۱۰ ⑤ مرجعِ سابق؛ اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰

Marfat.com

9	**جمع متکلم کے نون کے بعد الف کا حذف:** رسمِ قیاسی یا املائی اس بات کا مقتضی ہے کہ جمع متکلم کے صیغہ میں آنے والے نون کے بعد الف لکھا جائے لیکن رسمِ قرآنی میں اس عام قاعدہ کے خلاف بعض مقامات سے الف کو حذف کیا گیا ہے۔①	جیسے:أنجينكم، ء اتينكم، أغوينكم، مكّنّهم، ء اتينه، علمنه، أرسلنك، ء اتينها، فرشنها، ففهّمنها، أنشأنهنّ، فجعلنهنّ۔وغیرہ
10	**اسماءِ عجمیہ میں الف کا حذف:** قرآن مجید میں مستعمل تمام غیر عربی اور اسماءِ عجمیہ میں آنے والے الف کو حذف کرنے پر کتابِ مصاحف کا اتفاق ثابت ہے۔ "الاسماء الأعجمية أنها قسمان: قسم كثر استعماله وهو تسعة أسماء: إبرهيم، إسمعيل،إسحق، عمرٰن، هرون، لقمٰن، سليمٰن، داود و اسرائيل۔ وكلها محذوفة بالاتفاق۔ وقسم لم يكثر استعماله وهو تسعة أسماء: طالوت وجالوت وياجوج، ومأجوج، وميكئيل وهاروت وماروت وقارون وهامان......"②	مثلاً:إبرهيم، إسمعيل، إسحق، هرون، عمرٰن، لقمٰن، سليمٰن۔ غازی بن قیس الاندلسی کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ کے مصاحف میں هروت، مروت،قرون لکھا ہوا تھا۔لفظِ داوٗد کے بارے میں علماءِ رسم کا اتفاق ہے کہ اس میں الف کو حذف نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں پہلے سے ایک واؤ محذوف ہے۔ علامہ المارغنی نے ابوعمرو اور امام الخراز کے تسامح کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مالک،صالح اور خالد کو اسمائے عجمیہ میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ اصلاً عربی ہیں③

① مصادر سابقہ

② المقنع:ص۲۹......کشف النظر مقدمہ دوم:ص۱۹۸

③ دلیل الحیران:۴۸

Marfat.com

11	جمع سالم (مذکر و مونث) کے الف کا حذف: عام قاعدے کے خلاف جمع مذکر سالم اور جمع مونث سالم کے الف حذف کیے گئے۔ ①	جمع مذکر سالم کی مثالیں: الغلمین، الصٰبرین، الصٰدقین، الفٰسقین، المنٰفقین، الکٰفرین، الشیٰطین، الظٰلمین، الخٰسرون، الکٰفرون۔ جمع مونث سالم کی مثالیں: المسلمٰت، المؤمنٰت، الطیبٰت، الخبیثٰت، لکلمٰت، فی ظُلمٰت، الظُلمٰت، بِکَلمٰت، المتصدقٰت، ثیبٰت، البیّنٰت۔ لیکن مابعد ہمزہ والے الف اور مابعد حرفِ مشدّد الف کو باقی رکھا گیا جیسے: السآئلین، القآئمین، الخآئنین، الصآئمین۔ الظآنّین، الضآلّین، حآفّین، العآدین،
12	جمع مؤنث سالم، جس میں دو الف مذکور ہوں، سے الف کا حذف: ②	جیسے: الصٰلحٰت، الحٰفظٰت، الصٰدقٰت، النٰزعٰت، الصٰفٰت، النفّٰثٰت، العٰدیٰت، الغٰنمٰت، غیٰبٰت، المنٰفقٰت، ثیّبٰت، سبٰحٰت

① نفس المصدر: ص ۲۹… المقنع: ص ۳۰   ② نفس المصدر: ص ۳۱

Marfat.com

13	**ہمزہ کے بعد آنے والے الف کا حذف:** الف منصوبہ جبکہ اس سے قبل ہمزہ ہو، حالتِ وقف میں الف حذف کیا گیا لیکن پڑھنے میں باقی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دو الف اکھٹے لکھنے میں نہ آئیں۔①	مثلاً: مَاءً حالتِ وقف میں ﴿مَاءً﴾ پڑھا جاتا ہے۔اسی طرح غُثَاءً، جُفَاءً، سَوَاءً۔ لیکن جہاں اس کا احتمال نہیں تھا وہاں الف کو باقی رکھا گیا۔جیسے: خطئًا، مَلْجَأً، مُتَّكَئًا۔
14	**بعض صیغۂ جمع سے واؤ کے بعد الف کا حذف:** رسمِ عثمانی میں عام قواعدِ املائیہ کے برخلاف چھ(٦) الفاظ، جوکہ جمع کے صیغے ہیں، لیکن ان کے آخر میں الف کو حذف کیا گیا ہے۔②	وہ چھ الفاظ یہ ہیں: جاء و، باء و (پورے قرآن مجید میں جہاں بھی آئیں)، فاء و (البقرۃ:۲۲۶)، عتو عتوّا (الفرقان:۲۱)، سعو (سبا:۵)، تبوّء و الدار (الحشر:۹)۔
15	**اسمِ مفرد مضاف کی واؤ کے بعد الف کا حذف:** تمام مصاحف میں اسمِ مفرد مضاف کی واؤ، جوکہ دراصل علامت رفع ہے، کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔③	جیسے: لذو فضل، لذو مغفرۃ، لذو علم، ذو عقاب، ذو العرش، ذو الجلال، ذو الفضل وغیرہ
16	**بسملہ سے الف کا حذف:** پورے قرآن مجید میں ﴿بسم اللہ﴾ سے الف کو حذف کیا گیا ہے۔④	لیکن اس قاعدہ سے چند الفاظ مستثنیٰ بھی ہیں جیسے: اقراء باسم ربك الذی خلق وغیرہ

① نفس المصدر،ص:۳۴ ② مرجع سابق

③ دلیل الحیران:۳۶ ④ اتحاف فضلاء البشر:۱۰ مناہل العرفان:۱/۳۶۳

Marfat.com

17	عدد سے الف کا حذف:①	جیسے: ثلث، ثلثین لیلۃً، ثمنی حجج وغیرہ
18	تفاعل کے وزن پر لفظ کے لام کلمہ سے الف کا حذف:	مثلاً: تَرَاءَ الْجَمْعٰنِ۔②
19	بابِ مفاعلہ کے فاء کلمہ کے بعد الف کا حذف: صاحب موردالظمآن نے اس کے آٹھ مقامات بیان فرمائے ہیں۔③	جیسے: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرۃ:۱۹۳)
20	ہر وہ لفظ جس کا لام کلمہ ایسا ہمزہ مفتوحہ ہو جو فتحہ یا الف کے بعد نیز الف تثنیہ یا الفِ تنوین سے پہلے ہو۔④	جیسے: أَن تَبُوٓأَا (ہمزۂ مفتوحہ بعد الفتحۃ وقبل الف الاثنین) اور خَطَأً، مَلْجَأً، لَئِن مُتَّكَأً (ہمزۂ مفتوحہ بعد الفتحۃ وقبل الف التوین)۔
21	باء (ب) کے بعد الف کا حذف:⑤	مثلاً: تبٰرك، بٰركنا، بشرٰی لیکن وَبَارَكَ فِيهَا اس سے مستثنیٰ ہے۔
22	تاء (ت) کے بعد الف کا حذف: بعض جگہ تاء کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔⑥	جیسے: پورے قرآن مجید میں لفظ یتمی بغیر الف کے مرقوم ہے۔

① اتحاف فضلاء البشر: ص۱۲... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص۲۰۰

② مراجع سابقہ

③ دلیل الحیران: ص۶۲

④ مرجع سابق

⑤ المقنع: ۲۶ ⑥ نفس المصدر: ۲۷

Marfat.com

23	**حاء (ح) کے بعد الف کا حذف:** بعض مقامات میں حاء کے بعد بھی الف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا جمع سے الف کا حذف۔ ①	جیسے: اصحب النار واصحب الجنۃ، اصحب مدین وغیرہ
24	**راء (ر) کے بعد الف کا حذف:** پورے قرآن مجید میں صرف تین مقامات پر حرفِ راء کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔ ②	وہ تین مقامات یہ ہیں: إذا کنّا تربًا (الرعد:۵)، إذا کنّا تربًا وء اباؤنا (النمل:۶۷)، یلیتنی کنت تربًا (النباء:۴۰)۔
25	**سین (س) کے بعد الف کا حذف:** کئی مقامات پر حرفِ سین کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا جو جمع 'مفاعل' کے وزن پر ہو۔ ③	مثلاً: المسجد، مسجد، المسکین، مسکین، مسکنہم۔
26	**صاد (ص) کے بعد الف کا حذف:** ④	جیسے: النصری، نصری۔
27	**طاء (ط) کے بعد الف کا حذف:** ⑤	جیسے: الشیطن، من سلطن۔
28	**عین (ع) کے بعد الف کا حذف:** ⑥	جیسے: تعلی اللہ، فتعلی اللہ، فی المیعد (الانفال:۴۲)

① مرجع سابق

② مرجع سابق

③ مرجع سابق ۔ مناہل العرفان: ۱/۳۶۳

④ المقنع ا ص ۲۷

⑤ مرجع سابق

⑥ مرجع سابق

Marfat.com

29	لام(ل) کے بعد الف کا حذف:①	مثلاً: بغلم، غلمٰا، غلمین، خلئف، ء الف، السلسل، البلغ، بلغاً، الخلق، الضلل، فی ظلل، الضللة، الكللة، ولا حلل، من خلله، ظلله، ظللها، ظللهم، حلل، أغللاً، الأغلل، من سللة وغیرہ۔ اسی طرح ملئکة میں الف کا حذف۔ لفظِ إلٰہ بھی اسی اصول کے تحت واقع ہے کہ اس میں بھی لام کے بعد الف کا حذف ہے۔
30	میم(م) کے بعد الف کا حذف:②	جیسے: ثمنیة، ثمنیَ حِجج، ثمنین وغیرہ
31	واؤ(و) کے بعد الف کا حذف:③	جیسے: سموٰت۔ سورۂ فصلت کی آیت ۱۲ کے علاوہ تمام قرآن مجید میں الف کے حذف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

① نفس المصدر: ۲۵

② نفس المصدر: ۲۷

③ مرجعِ سابق

Marfat.com

32	ھاء(ہ) کے بعد الف کا حذف:①	جیسے: الأنہر، أنہر جہاں بھی واقع ہو۔
33	ہمزہ(ء) کے بعد الف کا حذف:②	سورۂ یوسف :۲ میں ہمزہ کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے: إنـــــا أنـزلـنـه قـرء نـأعربياً ۔سورۂ زخرف :۳ میں بھی ہمزہ کے بعد الف کو حذف کیا گیا ہے: إنـــــا جـعـلنه قرء نأعربياً ۔اسی طرح الـــئـن بھی ۔لیکن يَسْتَـمِـعِ الأن اس سے مستثنیٰ ہے۔
34	یاء کے بعد الف کا حذف:③	مثلاً: ايـت، ايتـنا، ايته ۔لیکن دو مقامات اس اصول سے مستثنیٰ ہیں: اٰياتنا، إِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْ اٰيَاتِنَا (یونس:۱۵ و ۲۱)

....

① نفس المصدر:۲۵۔

② نفس المصدر:۲۸

③ نفس المصدر:۲۵

Marfat.com

حذف الواو:

رسمِ عثمانی میں واؤ کے حذف کیلئے مندرجہ ذیل اصول ہیں:

نمبر	حذف الواؤ کی اقسام	امثلہ
1	**بطور حرفِ علت واؤ کا حذف:** یعنی جہاں واؤ بطور حرفِ علت واقع ہوئی ہو تو اس کو بعض مقامات میں حذف کیا گیا ہے۔	اس اصول کے تحت قرآن مجید کے چھ (۶) کلمات سے واؤ کو حذف کیا گیا ہے: 1۔وَيَـدْعُ الْإِنْسَـٰنُ (بنی اسرائیل:۱۱)؛2۔وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ (الشوریٰ:۲۴)؛3۔يَدْعُ الدَّاعِ (القمر:۷)؛4۔سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (العلق:۱۸)؛5۔وصَٰلِحُ الْمُؤْمِنِينَ (التحریم:۴)اور 6۔وَأَكُنْ مِّنَ الصَّٰلِحِينَ (المنافقون:۱۰)①
2	**همزه کی صورت میں واؤ کا حذف:** "واتفقت المصاحف على حذف الواو التى هى صورة الهمزة دلالة على تحقيقها". ②	جیسے: الرُّءْيَا، رُءْيَاكَ، رءيى، کے الفاظ تمام قرآن مجید میں واؤ کے حذف کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

① دلیل الحیر ان:۱۲۴و۱۲۵.....اتحاف:ص۱۳

② المقنع:ص۴۳

Marfat.com

3	**واوین میں سے ایک واؤ کا حذف جبکہ دوسری علامت جمع کیلئے ہو:** "وکذلک حذفت إحدی الواوین من الرسم اجتزاء بإحدیھما إذا کانت الثانیة علامة الجمع أو دخلت للبناء". ① یعنی جب دو (۲) واؤ جمع ہو جائیں، عام ہے کہ پہلا واؤ ہی کی صورت ہو (اصلی ہو خواہ زائد) یا ہمزہ کی صورت میں ہو اور دوسرا ہمزہ معانی کے ظاہر کرنے والے صیغوں کی تکمیل کیلئے یا جمع مذکر سالم کے رفع یا اس کی ضمیر کیلئے زائد کیا گیا ہو۔ نیز عام ہے کہ وہ دوسرا واؤ اصلی ہو خواہ زائد، یا ہمزہ کی صورت میں ہو۔ اسی طرح تیسرا واؤ مفعول کی علامت ہو خواہ جمع مذکر سالم کی ضمیر۔ تو اس صورت میں دو یا تین واؤ جمع ہو جانے کی بناء پر ثقل کے سبب ایک واؤ حذف کرنے پر کتابِ مصاحف کا اتفاق ہے۔ ②	مثلاً: ولا تلوٗن، لا یستوٗن، الغاوٗن، فأوٗا إلی الکھف وغیرہ ③

① مرجعِ سابق.....دلیل الحیران: ص۱۲۵

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص۲۰۶

③ اتحاف فضلاء البشر: ص۱۲

Marfat.com

حذف الیاء:

قرآن حکیم میں غیر قیاسی طور پر حرفِ یاء (ی) کو بعض مقامات سے حذف کیا گیا ہے۔علامہ المارغنیؒ نے حذفِ یاء کو دو قسموں مفردۃ اور غیر مفردہ میں تقسیم کیا ہے ① بہر حال اِن مقامات کے تفصیلی مطالعہ سے اصولی طور پر قاعدۂ حذف الیاء کی پانچ اقسام بنتی ہیں:

شمار	حذف الیاء کی اقسام	امثلہ
1	**یاء ماقبل کسرہ کا حذف:** الف کے حذف کی طرح حرفِ یاء (ی)، جس کا ماقبل حرف مکسور ہو، کو بھی حذف کیا گیا ہے۔حذف الیاء کے اس قاعدہ کا مشاہدہ اکثر آیات کے اختتام پر کیا جا سکتا ہے۔ابوبکر محمد بن القاسم الانباریؒ کی رائے میں رسمِ قرآنی کے ایک سو پچیس (125) مقامات سے یاء ماقبل مکسور کو حذف کیا گیا ہے ②۔ لیکن علامہ دانیؒ نے ابوبکر الانباریؒ کے اس اعداد و شمار کو غیر صحیح قرار دیتے ہوئے مزید پانچ مواضع کی نشاندہی کی ہے۔ گویا علامہ دانیؒ کے نزدیک یہ تعداد ایک سو تیس (130) ہے:"قال ابو عمرو: وقد أغفل ابن الانباری من الیاء ات المحذوفات فی الرسم خمسة مواضع فلم یذکرها مع نظائرها". ③ لیکن علامہ طاہر رحیمی نے اس تعداد کو ایک سو تینتیس یا پینتیس تک شمار کیا ہے۔ ④	ماقبل مکسور یاء کے حذف کی مثالیں۔جیسے: نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس:۱۰۳) اصل میں نُنْجِی المؤمنین تھا۔

① دلیل الحیران:ص ۱۲۱ ② اتحاف فضلاء البشر:ص ۱۲؛ المقنع:ص ۳۸ تا ۴۰
③ مرجع سابق ④ مقدمہ کشف النظر حصہ دوم:ص ۲۰۱

Marfat.com

2	**متکلم کی طرف مضاف اسمِ منادیٰ سے یاء کا حذف:** ہر اسمِ منادیٰ، جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو۔ سے بھی یاء کو حذف کیا گیا ہے: علامہ دانی کے الفاظ ہیں۔ "کل اسم منادی أضافه المتکلم إلی نفسه فالیاء منه ساقطة" ①	مثلاً: یٰقَوْمِ اصل میں یقَوْمِیْ تھا، اسی طرح یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ، یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ۔ مگر دو مقامات پر یاء حذف نہیں کی گئی: ا۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ (عنکبوت:۵۶،۲)، (الزمر:۵۳)۔ اہل مدینہ کے مصاحف میں الزخرف : ۶۸ میں یٰعِبَادِی یاء کے ساتھ تھا جبکہ باقی مصاحف میں یاء کے بغیر ہے۔
3	**اسمِ منقوص یا اسمِ مرفوع، جس کے آخر میں تنوین ہو، سے یاء کا حذف:** اس قاعدہ کے متعلق علماءِ رسم کا اصول حسب ذیل ہے: "وکل اسم منقوص او مرفوع آخره یاء ولحقه التنوین فإن المصاحف اجتمعت علی حذف تلک الیاء بناء علی حذفها من اللفظ فی حال الوصل لسکونها وسکون التنوین بعدها". ② ایسے اسم تیس (۳۰) ہیں جو سنتالیس (۴۷) مقامات پر آئے ہیں۔ ③	جیسے: غَیْرَ بَاغٍ، لا عَادٍ، مِنْ هَادٍ، مِنْ وَّالٍ، مِنْ وَّاقٍ، غَوَاشٍ، لَیَالٍ، بِوَادٍ، فِیْ کُلِّ وَادٍ، مُسْتَخْفٍ، اِلَّا زَانٍ، دَانٍ، لَاٰتٍ، مُلَاقٍ، مِنْ رَّاقٍ وغیرہ

① المقنع: ص ۴۱...... دلیل الحیران: ص ۱۱۹ ② المقنع: ص ۴۲

③ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۳

Marfat.com

4	**یاء ماقبل ہمزہ حذف:** اسی طرح بعض مقامات پر ہمزہ کے بعد آنیوالی یاء کو حذف کیا گیا۔①	مثلاً: لِكُلِّ نَبَاءٍ مُّسْتَقَرٌّ (الانعام:٦٧)
5	**صورتِ ہمزہ میں واقع یاء کا حذف:** ہر یاء جو ہمزہ کی صورت میں واقع ہو کو حذف کیا گیا۔②	جیسے: مُتَّكِئِينَ، الْمُسْتَهْزِءِينَ، خٰسِئِينَ وغیرہ
6	**کلمہ میں اجتماعِ یاءین کی صورت میں دوسری یاء کا حذف جبکہ وہ علامتِ جمع کیلئے ہو:** علامہ دانی کے الفاظ ہیں: "اعلم أن المصاحف اتفقت على حذف إحدى الياءين أذا كانت الثانية علامة للجمع".③ چنانچہ تماثل فی الیاء یعنی جہاں دو یائیں جمع ہو جائیں، عام ہے کہ دونوں وسطِ کلمہ میں واقع ہوں (جیسے: رَبّٰنِيّٖنَ) یا طرف وآخر میں (جیسے: يُحْيِ)، نیز دونوں بلاتشدید ہوں (جیسے: حَيِيَ) خواہ ان میں سے ایک مشدد اور ایک غیر مشدد ہو (جیسے: الْحَوَارِيّٖنَ)، نیز دونوں اصلی ہوں (جیسے: يَسْتَحْيِ)، خواہ دونوں زائد ہوں (جیسے: الْحَوَارِيّٖنَ) یا ان میں سے فقط ایک اصلی ہو اور ایک زائد ہو جو جمع کی علامت ہو (جیسے: وَالْاُمِّيّٖنَ)، نیز دونوں بنفسہٖ اور بذاتہٖ ہوں خواہ ان میں سے ایک ہمزہ کی اور دوسری یاء کی شکل ہو (جیسے: وَرِءْيًا)۔ پس ان خصوصیات والی دو یاءات میں سے ایک یاء بالاتفاق محذوف ہوتی ہے۔④	جیسے: النَّبِيّٖنَ، الْاُمِّيّٖنَ، رَبّٰنِيّٖنَ، الحوارِيّٖنَ وغیرہ۔ لیکن اس قاعدہ سے مندرجہ ذیل مقامات مستثنیٰ ہیں: وَهَيِّئْ لَكُمْ، يُهَيِّئْ لَكُمْ (الکہف:١٠ و ١٦)، وَمَكْرَ السَّيِّئِ، الْمَكْرُ السَّيِّئُ (فاطر:٤٣)، عِلِّيِّيْنَ (المطففين:١٨)۔

① المقنع: ص٥٤ ② نفس المصدر: ص٥٦
③ نفس المصدر: ص٥٥ ④ مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص٢٠٣

7	**اتصالِ ضمیر کی صورت میں یاء کا حذف:** کلمہ میں جس یاء کے ساتھ ضمیر متصل ہو اس یاء کو حذف کیا گیا: "إذا اتصل به ضمير فإن لم يتصل به ضمير ووقعت الياء فيه طرفًا". ①	مثلاً: أَنْتَ وَلِیِّ، نُحْيِ وغیرہ②

حذف اللام: حروفِ علت کے علاوہ حرفِ لام کو بھی بعض مقامات پر حذف کیا گیا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ دانی رقمطراز ہیں:

"اعلم أن المصاحف اجتمعت على حذف إحدى اللامين لكثرة الاستعمال ولكراهة اجتماع صورتين متفقين". ③

حذفِ لام کی امثلہ: الَّيل، الَّذی، الذين، الذان، الَّذين، الّٰتی أرضعنكم، الّٰتی يأتين، الّٰتی دخلتم، الّٰتی تظٰهِرُون، الّٰئي يَئِسْنَ وغیرہ الفاظ کے شروع سے ایک لام کو کثرتِ استعمال اور تخفیف کے سبب حذف کر دیا گیا ہے۔④

حذفِ لام سے مستثنٰی مقامات: الـلِعنُونَ، اللعنة، من اللٰعبينَ، اللغوَ، اللهوَ، الـلؤلـؤ، الـلٰـتِ والـعـزىٰ، إلّا الـلَّـمَـمُ، الـلـهـب، اللطيف، اللوّامةِ، اللّٰهُمَّ وغیرہ الفاظ حذفِ لام کے قاعدہ سے مستثنٰی ہیں۔

---

① المقنع: ص ۵۶

② حذفِ یاء کی تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو: دلیل الحیران ص ۱۱۴ تا ۱۲۷

③ المقنع: ص ۷۲

④ دلیل الحیران: ص ۱۲۷

Marfat.com

قاعدۂ دوم......زیادت:

زیادت کا معنیٰ ہے بڑھانا اور زائد کرنا۔ اصطلاحِ رسم میں اس سے مراد حروفِ مدّہ (ا، و، ی) کا کسی کلمہ میں زائد لکھ دینا ہے جبکہ وہ پڑھنے میں نہیں آتا۔ اس کی مثال ہمیں دیگر لغاتِ عالم میں بھی مل سکتی ہے۔ مثلاً: انگریزی لفظ LISTEN میں حرف T زائد لکھا گیا ہے جبکہ وہ پڑھنے میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ سے کسی زبان پر تحریف وتفریط کا اِلزام درست نہیں کیونکہ یہ ہر زبان کا مزاج ہے اور اہلِ زبان اس سے واقف ہوتے ہیں۔ اِس مسئلہ کے بارے میں ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں:

”ولمثل هذا نظائر باقية فى اللغات الأجنبية: ففى بعض الكلمات الأنجليزية والفرنسية. مثلاً. حروف لا يُنطق بها، وأخرى تخالف أصواتها الأصلية أصوات النطق الفعلى“. ①

چنانچہ یہ قرآنی رسم کا مزاج ہے کہ اس میں بعض حِکَم ومصالح کے سبب بعض کلمات میں چند حروف کا اضافہ ہے۔ تحقیق وتقدیر کے لحاظ سے اس کی صُورِ ثلثہ حسبِ ذیل ہیں:

1...**زیادتِ تحقیقی اتفاقی:** زائد حرف رسم میں ہو، اور اس کے پڑھنے پر بھی اتفاق ہو۔ جیسے: حِسَابِیَه' (الحاقۃ: ۲۰) میں ھاء زائد ہے اور اس کی تمام قراءتیں بھی ھاء کے ساتھ ہیں۔ ②

2...**زیادتِ احتمالی اتفاقی:** وہ زائد حرف رسم میں ہو لیکن تلفظ سے بالاتفاق متروک ہو۔ جیسے: أُولٰـئِكَ، مِـائَة۔ اول میں واؤ اور ثانی میں الف زائد ہے لیکن تمام قراءتیں واؤ اور الف کے بغیر ہیں۔ ③

---

① الجمع الصوتی: ص ۳۰۶

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۱۹۲

③ نفس المصدر: ص ۱۹۳

3... **زیادتِ احتمالی اختلافی**: حرفِ زائد رسم میں تو موجود ہو لیکن تلفظ میں اختلاف ہو۔ جیسے: مَـالِیَـهْ، سُلْطٰنِیَهْ، مَاهِیَهْ ان تینوں سکتہ کی ہاء رسماً موجود ہے لیکن حمزہ اور یعقوب وصلاً حذف کرتے ہیں اور باقی حضرات دونوں حالتوں میں پڑھتے ہیں ①۔ حروفِ مدہ یا علت کے لحاظ سے زیادت کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

☜......**زیادتِ الف** ☜......**زیادتِ یاء** ☜......**زیادتِ واؤ**

اقسامِ مذکورہ کی علیحدہ علیحدہ تفصیل درج کی جاتی ہے:

زیادتِ الف:

رسماً (یعنی لکھنے میں) الف کے زائد ہونے کی چودہ اقسام ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل جدول میں پیشِ خدمت ہے:

شمار	زیادتِ الف کی اقسام اور مواضع	امثلہ
1	**جمع مذکر کی واؤ جس کا ماقبل مضموم یا مفتوح ہو:** نیز وہ واؤ رسم کی رو سے اپنے ماقبل سے جدا ہو یا اس سے ساتھ متصل ہو اگرچہ وہ واؤ صورتِ وصل میں اجتماعِ ساکنین کی بناء پر تلفظ سے ساقط ہو جائے۔②	اس قاعدہ سے مخصوص ومستثنیٰ جَآءُوْ، فَآءُوْ وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کے بعد الف نہیں لکھا گیا۔ ان کے علاوہ تمام ایسے الفاظ میں قیاساً الف زائد لکھا گیا ہے۔
2	**جمع مذکر سالم مرفوع یا اس کے مشابہ الفاظ کی وہ واؤ جو علامتِ جمع ہو:**③	جیسے: اُولُوْا۔

① مرجع سابق

② اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۳؛ مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۷

③ المقنع: ۱۰۴

Marfat.com

3	فعل مضارع میں لام کلمہ کی واؤ کے بعد الف کی زیادتی:①	جیسے:اُدْعُوْا رَبِّیْ، یَرْجُوْا رَحْمَةَ، وغیرہ۔لیکن ان میں شرط یہ ہے کہ اس جمع اور واحد میں، یہ واؤ کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کے بعد ضمیر یا نونِ اعرابی نہ ہو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اس واؤ کے بعد موجود ہو تو الف کی زیادتی نہیں ہوگی۔ جیسے:وَلَا تَقُوْلَنَّ وغیرہ
4	لفظ لِشَایْءٍ میں الف کی زیادتی:②	سورۂ کہف کی آیت ۲۳ میں الف کے اضافہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جبکہ اس کے علاوہ پورے قرآن میں بغیر الف کے مرقوم ہے۔
5	لفظ ''مِـــائَةٌ ''میں الف کی زیادتی: لفظِ ''مِـائَةٌ'' قرآن میں جہاں کہیں بھی مذکور ہو خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع ہو۔ ہر حال میں الف کے اضافہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس میں الف لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مِائَة اور مِنه میں فرق ہو سکے [کیونکہ نسخِ مصاحف کے وقت نقط و اعجام موجود نہیں تھے]۔③	واحد کی مثال: مِائَةٌ۔ تثنیہ کی مثال: یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔ جمع کی مثال: ثَلٰثَمِائَةٍ سِنِیْنَ۔

① اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۳
② نفس المصدر: ص ۱۴
③ المقنع: ۲۰۸..... کشف النظر: ص ۲۹۷

Marfat.com

6	"ابن "اور" ابنت "میں الف کی زیادت: قرآن مجید میں ہر جگہ یہ دونوں الفاظ صفت، مبتداء یا خبر ہونے کی صورت میں شروع میں الف کے اضافہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔①	جیسے: عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ، وَمَرْیَمَ ابْنَتَ، عُزَیْرُ ن ابْنُ اللّٰہِ، اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ، اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وغیرہ۔
7	آیات کا وزن برقرار رکھنے کیلئے الف کی زیادت: بعض مقامات پر اواخرِ آیات اور قافیہ کو باقی رکھنے کیلئے الف کا اضافہ کیا گیا ہے۔②	جیسے سورۂ احزاب کے الفاظ: الظُّنُوْنَا، الرَّسُوْلَا، السَّبِیْلَا۔
8	لام کے بعد الف کی زیادت: آئندہ کالم میں مذکور امثلہ میں الف کی زیادتی اسلئے ہے کہ عربی رسم الخط سے پہلے دوسرے خطوطِ غیر عربیہ میں فتحہ بصورتِ الف ہوتا تھا اسلئے اِن الفاظ میں لام کے فتحہ کی جگہ الف لکھا گیا ہے۔③	مثلاً: لَاأَذْبَحَنَّہٗ (النمل:٢١)، وَلَا اَوْضَعُوْا (التوبۃ:٤٧)، لَا اِلَی الْجَحِیْمِ (صٰفّٰت:٦٨)، لَا اِلَی اللّٰہِ (آلِ عمران:١٥٨)، سَلٰسِلَا، قَوَارِیْرَ (انسان:٤،١٥،١٦)
9	شمولِ قراءات کیلئے الف کی زیادت:④	مثلاً: لَا تَایْئَسُوْا، لَا یَایْئَسُ (یوسف:٨٧)۔

① اتحاف فضلاء البشر: ص١٤

② مرجعِ سابق

③ مرجعِ سابق...... مقدمہ کشف النظر: ص٢٠٨

④ دلیل الحیران: ص١٤٥

Marfat.com

10	باہم متشابہ الفاظ میں فرق کیلئے زیادت:①	أَفَلَمْ يَايْئَس (الرعد:۳۱)۔ میں الف کی زیادتی کی گئی تاکہ یَايْئَس اور یئَس میں فرق ہو جائے۔
11	لفظِ جَآیٓءَ میں الف کی زیادت:②	وَجِآیٓءَ بِالنَّبِیّنَ (الزمر:۶۹) اور وَجِآیٓءَ یَوْمَئِذٍ (الفجر:۲۳)۔ ان مقامات میں جیم (ج) اور یاء (ی) کے درمیان زائد الف لانے کی وجہ ہے کہ جآی اور حتی میں فرق ہو جائے۔ کیونکہ اگر جآی کو نقط و اعجام اور الف کے بغیر لکھا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی: حی۔
12	واؤ کے بعد الف کی زیادت:③	جیسے: الربوا۔ اسی طرح یعبؤا، تفتؤا، لاتظمؤا، یبدؤا، الضعفؤا، إنّا برءٓؤا، وغیرہ میں بھی الف زائد لکھا گیا ہے۔
13	نون خفیفہ کے بعد الف کی زیادت:④	مثلاً: وَلَيَكُونًا مِّنَ الصّٰغِرِينَ (یوسف:۳۲)۔

① کشف النظر: ۲۰۸

② مرجع سابق

③ المقنع: ص۴۹

④ نفس المصدر: ص۵۰

14	مختلف اوزان پر کلمات میں الف کی زیادت:①	١. بروزنِ فاعلٌ: جیسے: ظالمٌ، کاتبٌ، شاهدٌ، ماردٌ، شاربٌ، طاردٌ۔ ٢. بروزنِ فعّال: مثلاً: خوّان، ختار، صبّار، کفّار۔ ٣. بروزنِ فُعلان: مثلاً: بُنیان، طغیان، کفران، قربان، خسران، عدوان۔ ٤. بروزنِ فِعلان: مثلاً: صِنوان، قِنوان۔ ٥. بروزن مِفعال: مثلاً: المیعاد، المیزان، میقات، میراث وغیرہ
15	تنوین کے عوض الف کی زیادت: اس قاعدہ کو علامہ غانم قدوری نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ بسا اوقات تنوین کے حذف کرنے کے بعد الف کی زیادتی کی جاتی ہے۔②	جیسے: وَعَادًا وَثَمُودَا (الفرقان:۳۸) میں الف کی زیادتی بعوضِ تنوین ہے۔

① نفس المصدر: ص۵۰، ۵۱

② رسم المصحف: ص۲۴۵

Marfat.com

زیادت یاء (ی):

بعض کلمات میں تلفظ کے خلاف محض رسماً ایک یاء (ی) زائد لکھنے پر کتابِ مصاحف کا اتفاق ثابت ہے۔علامہ دانی نے ان مقامات کی تعداد نو (9)......① جبکہ علامہ طاہر رحیمی نے ان کی تعداد بارہ ذکر فرمائی ہے۔②

1 لفظ مَلَاء جب ضمیر کی طرف مضاف ہو اور مجرور بھی ہو۔جیسے: مَلَائِی، اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِه ③

2 نَبَائِ الْمُرْسَلِیْنَ (الانعام:۳۴)۔

3 وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ (طٰهٰ:۱۳۰)۔

4 مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ (یونس:۱۵)۔

5 مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (الشوریٰ:۵۱)۔

6 وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل:۹۰)۔

7 بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ (الروم:۸)۔

8 وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ (الروم:۱۶)۔

9 بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ (القلم:۶)۔

10 بِاَیْدٍ (الذاریٰت:۴۷)۔

11 اَفَائِنْ مَّاتَ (آل عمران:۱۴۴)۔

12 اَفَائِنْ مِّتَّ (الانبیآء:۳۴)۔

---

① المقنع: ص۵۳

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص۲۰۹

③ دلیل الحیر ان: ص۱۴۰

Marfat.com

زیادت واؤ (و):

کسی کلمہ میں زیادتِ واوٗ کیلئے مندرجہ ذیل اصول ہیں:

1 لفظِ " ذِی " کا معنی صَاحِب" (والا) ہے۔جیسے: ذوی العقل کا معنی عقل والا کیا جاتا ہے۔اس لفظ (ذِی) کی جمع "اُولُوا" اور "اُولَاتُ" آتی ہے۔ان الفاظ میں اہلِ رسم ہمزہ اوّل کے بعد ایک واوٗ کا اضافہ کرتے ہیں خواہ وہ اعراب کے لحاظ سے رفعی، نصبی یا جری ہو۔جیسے: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ، یٰاُولِی الْاَلْبَابِ، غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ، وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ۔①

2 اسمِ اشارہ جمع میں ہر جگہ الف کے بعد واوٗ زیادہ کی جاتی ہے۔جیسے: اُولٰٓئِكَ، اُولٰئِکُم وغیرہ۔

3 لفظِ " الْمَلَاء" جب کہ یہ مرفوع حالت میں ہو، کے آخر میں واوٗ اور الف زیادہ لکھے جاتے ہیں۔جیسے: فَقَالَ الْمَلَؤُا (المومنون:۲۴)، یٰاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْ اُلْقِیَ (النمل:۲۹)، یٰاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ (النمل:۳۲)، یٰاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ (النمل:۳۸)۔②

4 لفظِ " جَزَاء" جب کہ یہ مرفوع حالت میں ہو۔اس کے آخر میں واوٗ اور الف کی زیادتی کی جاتی ہے۔جیسے: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ (المائدۃ:۳۳)، وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ (المائدۃ:۲۹)، جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ (الزمر:۳۴)، وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ (الشوریٰ:۴۰)، وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ (الحشر:۱۷)۔

5 ہر اسم جو فُعَلَاءُ کے وزن پر ہو اور وہ مرفوعاً مابعد کی طرف مضاف ہو رہا ہو۔

---

① دلیل الحیران: ص ۱۳۵.....مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۹

② المقنع: ص ۶۴

Marfat.com

جیسے: عُلَمٰٓؤُا بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ (الشعراء:۱۹۷)، مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۸)، الضُّعَفٰٓؤُا (ابراہیم:۲۱)، (المومن:۴۷)، اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ (الممتحنة:۴)۔

6 صرفی لحاظ سے مہموز اللام فعل کے لام کلمہ میں واؤ کی زیادتی کی گئی ہے۔ جیسے: نَشٰٓؤُا (هود:۸۷)، وَمَا دُعٰٓؤُا الۡكٰفِرِيۡنَ (المومن:۵۰)، مِنۡ شُرَكَآئِهِمۡ شُفَعٰٓؤُا (الروم:۱۳)، وغیرہ۔

7 اسی طرح قُلۡ اَؤُنَبِّئُكُمۡ (آلِ عمران:۱۵) میں کتابِ مصاحف کا واؤ زیادہ کرنے پر اتفاق ہے۔①

---

① مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ص ۲۰۹؛ اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۴

Marfat.com

قاعدۂ سوم......بدل:

قاعدۂ بدل کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک حرف کی جگہ غیر قیاسی طور پر دوسرے حرف کو لے آنا۔ بالفاظِ دیگر ایک حرف کے عوض دوسرا حرف لکھنا جبکہ عام مستعمل رسم الخط میں ایسا نہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

1... **بدل تحقیقی اتفاقی:** عوض میں آنے والا حرف رسم میں بھی ہو اور اس کے تلفظ پر بھی اتفاق ہو۔ جیسے: اِصْطَبِرْ میں افتعال کی تاء (ت) کے عوض طا (ط) لکھا گیا ہے اور اس کی تمام قراءتیں طاء کے ساتھ ہیں۔

2... **بدل احتمالی اتفاقی:** عوض یا مبدّل رسم میں ہو لیکن تلفظ میں بالاتفاق متروک ہو جیسے: الصَّلٰوۃ، الزَّکٰوۃ وغیرہ۔

3... **بدل احتمالی اختلافی:** عوض والا حرف رسم میں ہو لیکن تلفظ میں اختلاف موجود ہو۔ مثلاً: الْغَدٰوۃِ (الکہف: ۲۸)، (الانعام: ۵۲)۔ دونوں مقامات پر الف کے عوض واؤ لکھا ہوا ہے لیکن ابن عامرؒ دونوں جگہ الْغُدْوَۃِ واؤ کے ساتھ پڑھتے ہیں جبکہ باقی تمام قراء الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔①

قاعدۂ بدل کے مواضع:

چار حروف یا مواضع میں قاعدۂ بدل واقع ہوتا ہے:

☜...... **ابدالِ الف** ☜...... **ابدالِ تائے تانیث**

☜...... **ابدالِ نون** ☜...... **ابدالِ تنوین**

مذکورہ اقسام کا تفصیلی جدول پیشِ خدمت ہے:

① مقدمہ کشف النظر: ۱/۱۹۲

Marfat.com

ابدالِ الف: رسماً الف کو یاء(ی) اور واؤ(و) سے بدلا جاتا ہے۔ اِن کیلئے اصول درج ذیل ہیں:

نمبر	الف کو یاء سے بدلنے کی صورتیں	امثلہ
1	**اسماءِ متمکن اور افعالِ متمکن** :: خواہ اس کے ساتھ ضمیر۔ یا ہائے تانیث متصل ہو یا نہ ہو، اسی طرح اس (الف) کے بعد یاء(ی) کے علاوہ اور کوئی ساکن ہو۔تمام الف یاء(ی) ہی کی شکل میں مرسوم ہوتے ہیں۔①	**اسماءِ متمکن کی مثالیں۔** جیسے: الْهُدٰی، الْقُرْبٰی، فَتًی، قُرًی، الْمَوْتٰی، الْاَسْرٰی، لَشَتّٰی، اَدْنٰی، اَزْكٰی، الْاَعْلٰی، مُوْسٰی، الْبُشْرٰی، الذِّكْرٰی، السَّلْوٰی، الْمُنْتَهٰی، وَاَكْدٰی، مَثْوٰیهُ، مَجْرٰیهَا، اِحْدٰیهُمَا، اِحْدٰیهُنَّ۔ **افعالِ متمکن کی امثلہ:** جیسے: مثلاً: ثُمَّ هَدٰی، رَمٰی، اَغْنٰی، تَرَدّٰی، اسْتَوٰی، اَبْقٰی، اعْتَدٰی، اسْتَعْلٰی، وَلَا اَدْرٰیكُمْ، اَدْرٰیكَ، جَلّٰیهَا، اَرْسٰیهَا، فَسَوّٰیهُنَّ، تَصْلٰی، یُدْعٰی، یَرْضٰی، یَتَوَفّٰیكُمْ، وَلَا تَخْشٰی، تَتَمَارٰی۔

① دلیل الحیر ان:ص۶۴ او مابعد...... اتحاف فضلاء البشر:ص۱۴...... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم:۱/۲۱۰

لیکن مذکورہ اصول سے مندرجہ ذیل مقامات مستثنیٰ ہیں، جو بالاتفاق الف کی شکل میں مرسوم ہیں پھر ان میں سے بعض جزئی کلمات ہیں اور بعض کلی قواعد۔ ①

جزئی کلمات سات ہیں:

۱﴿عَصَانِیْ﴾ (ابراہیم:۳٦)   ۲﴿اَلْاَقْصَا﴾ (بنی اسرائیل:۱)

۳﴿تَوَلَّاهُ﴾ (الحج:۴)   ۴﴿اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ﴾ (القصص:۲۰)

۵﴿اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ﴾ (یٰسٓ:۲۰)   ٦﴿سِیْمَاهُمْ﴾ (الفتح:۲۹)

۷﴿طَغَا الْمَآءُ﴾ (الحاقۃ:۱۱)

قاعدۂ استثنائے الف:

ہر وہ الف جو یاء (ی) کے ساتھ متصل ہو کر آئے خواہ وہ یاء (ی) اس الف سے پہلے ہو یا بعد یا جانبین میں۔ ایسا الف ہر جگہ یاء کی بجائے اپنی ہی شکل میں مرسوم ہوتا ہے۔ ②

جیسے: الدُّنْیَا، الْعُلْیَا، الْحَوَایَا، رُءْیَاكَ، مَحْیَاهُمْ، ، فَاَحْیَاكُمْ، فَاَحْیَابِهٖ، وَمَنْ اَحْیَاهَا، اَمَاتَ وَ اَحْیَا

2	**ہر ہمزہ جو الف کے بعد آئے اور اس کے ساتھ ضمیر متصل ہو۔ اگر وہ مکسور ہو تو اس کو یاء کی صورت میں بدلا جاتا ہے:③**	جیسے: ءابَآئِہِم، مِنْ نِّسَآئِہِمْ، اِلٰی اَوْلِیَآئِکُمْ وغیرہ

① دلیل الحیران: ۱٦٦...... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۱/۲۱۰ و ۲۱۱

② دلیل الحیران: ص ۱۷۰

③ المقنع: ص ۴۴

Marfat.com

3	اگر الف دو حروفِ علت کے درمیان آئے تو اس صورت میں الف باقی رہتا ہے:①	مثلاً: ھُدَایَ، مَثْوَایَ، وَمَحْیَایَ، رُءْ یَایَ لیکن اگر اس صورت میں اگر کوئی لفظ بطور علم یا فعل مذکور ہو تو وہ یاء (ی) کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ علم کی مثال جیسے: یَحْیٰی اور فعل کی مثال جیسے: یَحْيٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ۔②

الف کو واؤ سے بدلنے کی صورتیں

1	ہر ہمزہ جو الف کے بعد آئے اور اس کے ساتھ ضمیر متصل ہو۔ اگر وہ مضموم ہو تو اس کو واؤ (و) کی صورت میں بدلا جاتا ہے:③	جیسے: جَزَاؤُھُمْ، اٰبَاؤُکُمْ، أَبْنَاؤُکُمْ وغیرہ۔
2	لفظِ "الصَّلٰوۃ" کے وزن پر آنے والے اِن الفاظ میں بھی الف، واؤ کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے:④	بِالْغَدٰوۃِ، کَمِشْکٰوۃٍ، النَّجٰوۃِ، وَمَنٰوۃِ

① دلیل الحیران: ص ۱۷۱

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۰/۱ و ۲۱۱

③ المقنع: ص ۴۴

④ اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۵

Marfat.com

3	**کلماتِ اربعہ (الصّلوٰۃ، الزّکوٰۃ، الحیوٰۃ، الرّبٰوا) جب کہ یہ مضاف نہ ہوں:** اس اصول کے بارے میں علامہ دانی کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں: "ورسموا فی کل المصاحف الألف واوًا فی أربعة أصول مطّردةٍ". ①	پورے قرآن مجید میں الصّلوٰۃ اسی طرح واؤ کے ساتھ مرقوم ہیں لیکن آٹھ مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہاں اضافت کے ساتھ ہے: ۱۔وَهُم عَلىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (الانعام:۹۳)، ۲۔قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ (الانعام:۱۶۲)، ۳۔وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ (الانفال:۳۵)، ۴۔وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ (بنی اسرائیل:۱۱۰)، ۵۔هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المومنون:۲)، ۶۔كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ (النور:۴۱)، ۷۔الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ (المعارج:۲۳)، ۸۔الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:۵)

ابدالِ نون:

ابدالِ نون کا مطلب ہے کہ قرآن مجید کے بعض مقامات پر نون تاکید خفیفہ، الف کے ساتھ مرسوم ہوتا ہے ②۔ ابدالِ نون کی دو صورتیں ہیں:

---

① نفس المصدر:۶۰

② مقدمہ کشف النظر حصہ دوم:۱/۲۱۱

Marfat.com

صورت	ابدالِ نون کی صورتیں	امثلہ
1	لفظِ ''إِذًا'' جو کہ دراصل ''إِذَنْ'' ہے کا نون ہر جگہ الف کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے:①	جیسے: فَـإِذًا لَّا يُـؤْتُـونَ، إِذًا لَّا ذَقْنٰكَ، وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ۔
2	دو مقامات پر نون تاکید مُنوّن الف کے ساتھ لکھا گیا:②	۱۔وَلَيَـكُـوْنًـا مِّـنَ الصّٰغِرِيْنَ (يوسف:۳۲)، ۲۔لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (العلق:۲۱)۔

ابدالِ تنوین: نونِ تنوین لکھنے میں نہیں آتا، لیکن علماءِ رسم نے ایک مثال ایسی بیان کی ہے جس کے ساتھ نونِ تنوین بھی مرسوم ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ ''كَـأَيِّـنْ'' میں ہر جگہ شمول کی بناء پر نونِ ساکن کی صورت میں مکتوب ہوتا ہے۔ جیسے: وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ، وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ وغیرہ۔ یہ سات (۷) مقامات پر واقع ہے③۔

ابدالِ تاء تانیث: حرفِ تاء (ت) کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱......تاءِ مُدَوّرہ مربوطہ (ۃ) ۲......تاءِ مفتوحہ مبسوطہ طویلہ (ت)

عربی رسم الخط میں کلماتِ مفردہ اکثر تاءِ مُدَوّرہ مربوطہ (ۃ) کے ساتھ لکھے جاتے ہیں لیکن رسمِ عثمانی میں چوبیس (24) الفاظ ایسے ہیں جو اس عام قاعدہ کے خلاف یعنی تاءِ مبسوطہ طویلہ (ت) کی شکل میں مرسوم ہیں۔ اِن کا تفصیلی جدول درجِ ذیل ہے:

---

① دلیل الحیران: ص۱۵۴

② نفس المصدر: ص۱۵۵......کشف النظر: ۲۱۱/۱

③ مراجع سابقہ

شمار	الفاظ اوران کے مقامات کی تعداد	تاءِ مبسوطہ کے مواضع
1	''رَحْمَتَ'': پورے قرآن میں سات مقامات کے علاوہ ''رَحْمَۃَ'' کی شکل میں مرسوم ہے:①	1۔یَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ (البقرۃ:۲۱۸)، 2۔اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ (الاعراف:۵٦)، 3۔رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُه‘ (ھود:۷۳)، 4۔ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ (مریم:۲)،5۔اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ (الروم:۵۰)،6۔أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ (الزخرف:۳۲)، 7۔وَرَحْمَتُ رَبِّكَ (الزخرف:۳۲)۔
2	''النِّعْمَۃ'' گیارہ مقامات پر تاءِ مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے:②	1۔وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ (البقرۃ:۲۳۱)، 2۔(آلِ عمران:۱۰۳)، 3۔(المائدۃ:۱۱)، 4۔نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (ابراہیم:۲۸)،5۔وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ (ابراہیم:۳۴)، 6۔وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ (النحل:۷۲)،7۔يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ (النحل:۸۳)،8۔وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (النحل:۱۱۴)،9۔فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (لقمن:۳۱)،10۔اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (فاطر:۳)، 11۔بِنِعمتِ (الطور:۲۹)۔

① المقنع:۸۲؛ مقدمہ کشف النظر:۱/۲۱۱

② مراجع سابقہ

Marfat.com

3	لفظ ''السُّنَّة'' تمام قرآن میں اسی طرح لکھا گیا ہے لیکن پانچ (۵) مقامات پر یہ تاءِ مبسوط (ت) کے ساتھ مرسوم ہے: ①	1۔مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (الانفال:۳۸)، 4،3،2۔إِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (فاطر:۴۳)، 5۔سُنَّتَ اللّٰهِ قَدْ خَلَتْ (المؤمن:۸۵)،
4	''اِمْرَأَة'' پورے قرآن مجید میں اسی طرح مرقوم ہے لیکن سات (۷) مقامات پر یہ تاءِ مبسوط طویلہ کے ساتھ ''اِمْرَأَت'' مرسوم ہے: ②	1۔اِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرٰنَ (آل عمران:۳۵)، 2۔امْرَأَتُ الْعَزِيْزِ (یوسف:۳۰)، 3۔وَقَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيْزِ (یوسف:۵۱)، 4۔وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ (القصص:۹)، 6،5۔امْرَأَتَ نُوْحٍ وَامْرَأَتَ لُوْطٍ (التحریم:۱۰)، 7۔امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ (التحریم:۱۱)،
5	''اَلْكَلِمَةُ'' پانچ مقامات میں تاءِ مبسوطہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ان پانچ (۵) مقامات میں سے صرف ایک مقام (الاعراف:۱۳۸) ایسا ہے جہاں خلافِ قیاس یہ تاءِ مبسوطہ کے ساتھ لکھا گیا۔ جبکہ باقی چار مقامات میں اس لفظ کے مفرد یا جمع ہونے کے احتمال کے پیشِ نظر تائے مبسوطہ کے ساتھ لکھا گیا'' ③	ا۔وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى (الاعراف:۱۳۸)۔ >> مندرجہ ذیل میں افراد و جمع کا اختلاف ہے: 2۔وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا (الانعام:۱۱۵)، 3۔كَلِمَتُ رَبِّكَ (یونس:۳۳)، 4۔كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (یونس:۹۶)، 5۔حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (غافر:۶)۔

① المقنع: ص۸۳

② مرجع سابق

③ المقنع: ۸۴

Marfat.com

6	''اللَّعْنَة'' اصلاً تاء (ۃ) کے ساتھ لکھا جاتا ہے لیکن دو (۲) مقامات پر یہ تائے مبسوطہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔①	1۔لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آلِ عمران:٦١)، 2۔أَنَّ لَعْنَتَ اللهِ عَلَيْهِ (النور:٧)۔
7	''المَعْصِيَة'' دو مقامات پر تاءِ مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے:②	1۔وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (المجادلۃ:٨)، 2۔وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (المجادلۃ:٩)۔
8	''الشَّجَرَة'' ایک جگہ تاءِ مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے:③	إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (الدخان:٤٣)۔
9	''قُرَّة'' ایک مقام پر:④	قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ (القصص:٩)۔
10	''الثَّمَرَة'' ایک مقام پر⑤:	مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا (حٰم السجدۃ:٤٧)۔
11	''بَقِيَّة'' ایک مقام پر:⑥	بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ (هود:٨٦)۔
12	''الْجَنَّة'' ایک مقام پر تائے مبسوطہ کے ساتھ ''جَنَّت'' مرسوم ہے:⑦	وَجَنَّتُ نَعِيْمٍ (الواقعۃ ٨٩)۔

① نفس المصدر: ص ۸۵

② مرجعِ سابق

③ مرجعِ سابق

④ مرجعِ سابق

⑤ مرجعِ سابق

⑥ مرجعِ سابق

⑦ نفس المصدر: ص ۸۶

Marfat.com

13	لفظِ ''ء ایة'' مفرد یا جمع ہونے کی صورت میں تائے مدوّرہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے لیکن ایک مقام پر یہ تائے مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے:①	لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ ءايٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (العنکبوت:۵۰)۔
14	''يٰأَبَتِ'' پورے قرآن میں جہاں بھی آئے تائے مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہوگا۔②	ہر جگہ
15	''هَيْهَاتَ'' دونوں مقامات پر تائے مبسوطہ کے ساتھ:③	هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ (المومنون:۳۶)۔
16	''اللّٰتِ'' اور ''وَلَاتَ'' دو مقامات پر:④	لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ (ص:۲) اور اللّٰت والعُزّٰى (النجم:۱۹)۔
17	''الغُرُفٰتِ'' ایک مقام پر: لفظِ مذکور کے مفرد یا جمع ہونے میں قرّاء کا اختلاف ہے۔⑤	فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ (سبا:۳۷)۔

① مرجعِ سابق

② مرجعِ سابق

③ مرجعِ سابق

④ مرجعِ سابق

⑤ مرجعِ سابق

Marfat.com

18	"بَیِّـنَةٍ" ایک مقام کے سوا پورے قرآن مجید میں تائے مبسوطہ کے ساتھ مذکور ہے:①	عَـلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْہُ (فاطر:۴۰)۔اس مقام میں بھی اس لفظ کے افراد وجمع میں اختلاف ہے۔
19	"جِمٰلَتٌ" ایک مقام پر:اس میں بھی افراد وجمع کا اختلاف ہے۔②	کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (المرسلات:۳۳)۔
20	لفظِ "ذَاتَ" پورے قرآن مجید میں ہر جگہ تائے مبسوط طویلہ کے ساتھ مرسوم ہے:③	ذَاتَ بَہْجَۃٍ (النمل:۶۰) وغیرہ۔
21	"مَرْضَاتِ":④	ہر جگہ
22	"اِبْنَتَ" ہر جگہ تائے مبسوطہ کے ساتھ مرسوم ہے:⑤	مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ (التحریم:۱۲)۔
23	"فِطْرَتَ":⑥	فِطْرَتَ اللّٰہِ (الروم:۳۰)۔

① مرجع سابق

② مرجع سابق

③ مرجع سابق

④ مرجع سابق

⑤ مرجع سابق

⑥ مرجع سابق

24	جن کلمات کے مفرد اور جمع ہونے کا اختلاف ہو ان کو بھی تائے مبسوطہ طویلہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ان کی تعداد سات (۷) ہے جو بارہ (۱۲) مقامات پر استعمال ہوئے ہیں:	1۔ کَلِمَتُ (چار مقامات پر)، 2۔ ایٰتٌ (دو دفعہ)، 3۔ غَیٰبٰت (دو جگہ)، 4۔ الغرفٰت (ایک دفعہ)، 5۔ بَیِّنٰتٍ (ایک دفعہ)، 6۔ ثَمَرٰتٍ (ایک دفعہ)، 7۔ جِملٰتٌ (ایک دفعہ)۔ ①

مذکورہ مقامات کے علاوہ مصاحفِ عثمانیہ میں بدل کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ اگر کسی حرف میں ایک سے زائد وجوہ پائی جاتی ہوں تو تمام ممکنہ وجوہ کو محفوظ کرنے کیلئے قرآن مجید کے کسی مقام پر اُس لفظ کی ایک وجہ جبکہ دوسرے مقام پر اُسی لفظ کو دوسری وجہ سے لکھ دیا گیا۔ جیسے: وَیَبۡصُۜطُ میں سین (س) اور صاد (ص) کی دونوں لغات ہیں۔ چنانچہ سورۃ بقرۃ میں صاد کے ساتھ اور باقی مقامات میں سین (س) کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ②

---

① مزید دیکھئے: اتحاف فضلاء البشر ص ۱۵...... دلیل الحیران: ص ۱۹۴ و مابعد

② تلخیص الفوائد: ص ۲۰

قاعدۂ چہارم...... **وصل وفصل**:

وصل کا مطلب ہے ملانا۔ کلماتِ قرآن میں بعض ایسے کلمات کو آپس میں ملا دیا گیا جن میں علیحدگی کا احتمال موجود تھا جیسے: "مِمَّا" اصل میں "مِنْ مَا" تھا۔ اسی طرح بعض کلماتِ قرآنیہ کو علیحدہ کر کے لکھا گیا جیسے: اَنْ لَّا وغیرہ۔

وصل اور فصل میں ممکنہ تین تین صورتوں کا جدول حسبِ ذیل ہے: ①

قاعدہ	تحقیقی اتفاقی	احتمالی اتفاقی	احتمالی اختلافی
وصل	رسم میں ایک حرف دوسرے کے ساتھ متصل ہو اور اس کی قراءت بھی رسم کے مطابق ہو۔ جیسے: مَنَاسِكَكُمْ اور عَلَيْهِمْ کی ضمائر رسماً اور قراءتاً ثابت ہیں لہٰذا مَنَاسِكَ اور عَلَى پر وقف کرنا جائز نہیں۔	کلمہ یا حرف رسماً دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءۃً رسم کے خلاف جدا جدا پڑھے جائیں۔ جیسے: كٓهٰيٰعٓصٓ (اسی وجہ سے ابو جعفر حروفِ ہجاء میں سے ہر ایک پر سکتہ کرتے ہیں) اور يَبْنَؤُمَّ (یہ دراصل تین حروف یا، ابن اور اُم کا مجموعہ ہے)۔	رسماً ایک کلمہ دوسرے کے ساتھ متصل ہو لیکن قراءۃً اختلاف ہو۔ جیسے: وَيْكَاَنَّ ۔یہ رسماً تو متصل ہے لیکن امام کسائی پر یاء پر وقف کرتے ہیں (یعنی: وَیْ.كَاَنَّ)، اور ابو عمرو کاف پر وقف کرتے ہیں (یعنی: وَيْكَ.اَنَّ)۔ جبکہ باقی ائمہ صرف نون پر وقف کرتے ہیں (یعنی: وَيْكَاَنَّ)۔

① مقدمہ کشف النظر: ۱۹۳/۱

Marfat.com

فصل	کلمہ یا حرف رسماً اور قراءۃً دوسرے سے جداہو۔ جیسے: خٓــمٓ عٓسٓقٓ ۔لفظ خٓمٓ مابعد سے رسماً بھی جدا ہے اور اسی لیے تمام قرّاء کے نزدیک اس پر وقف کرنا جائز ہے۔	کلمہ یا حرف رسماً تو دوسرے سے جدا ہو لیکن قراءۃً دوسرے سے متصل پڑھا جائے۔ جیسے:اِسۡرَاءِ یۡلَ ۔اسمیں ء یل 'ماقبل سے جدا ہے لیکن 'اسراء' پر وقف کرنا جائز نہیں۔	کلمہ یا حرف رسماً دوسرے سے جدا ہو لیکن قراءۃً اس میں اختلاف ہو۔ جیسے: مَالِ هٰذَا ۔امام کسائی اور ابوعمرو حرفِ مَا پر وقف کرتے ہیں (یعنی: مَــا لِهٰــذا)اور باقی حضرات مَا پر وقف کے قائل نہیں۔

ذیل میں کلماتِ موصولہ کا جدول دیا جاتا ہے جو خلافِ قیاس اور عام قواعد سے ہٹ کر رسمِ قرآنی کی خصوصیت ہے۔ جس میں اُن حروف کو ملا کر لکھا گیا ہے جو علیحدہ بھی لکھے جا سکتے ہیں۔ مقاماتِ وصل اصولاً تینتیس (۳۳) ہیں:

شمار	وصل کے اصول	امثلہ اور مستثنٰی مقامات
1	وہ حرف معنوی جو ایک حرفی ہو:	مثلاً: بِســــمِ اللهِ (اصل میں باسم ہے۔)، وَلِـرَسُوۡلِهٖ ۔(اصل میں وَل رَسُوۡلِهٖ) ہے۔ وغیرہ۔①
2	الف لام تعریف: کثرتِ استعمال کی وجہ سے اس کو مابعد کلمہ کے جزو کے مرتبہ میں سمجھ کر متصل لکھتے ہیں۔②	جیسے: اَلۡاَمۡرُ، اَلۡاَرۡضُ ۔اصل میں اَلۡ اَمۡرُ، اَلۡ اَرۡض تھے۔

① المقنع: ۸۷

② مقدمہ کشف النظر: ۲۱۲/۱

Marfat.com

3	**یائے ندا کا الف:** نداء کی یاء کا الف بھی ملا کر لکھتے ہیں:①	مثلاً: یٰآدَمُ (اصل میں یا اٰدَمُ تھا)۔
4	**ہائے تنبیہ کا الف:** ہائے تنبیہ کو بھی موصولاً لکھتے ہیں:②	جیسے: ھٰذَا، ھٰٓؤُلَآءِ (اصل میں ھاذَا، ھاؤُلَآء تھے)۔
5	**کلمات جن کے آخر میں ضمیر متصل ہو:** ایک حرف یا زیادہ والی ضمیر متصل جس کلمہ کے آخر میں آئے تو اس کلمہ کا ضمیر سے وصل ہوتا ہے۔③	جیسے: رَبِّی (رَبِّ ی)، رَبُّکُمْ (رَبُّ کُمْ)، رُسُلُکُمْ (رُسُلُ کُمْ)، مَنَاسِکَکُمْ (مَنَاسِكَ کُمْ)، رُسُلُهٗ (رُسُلُ هٗ)۔ وغیرہ
6	**حروفِ مقطعات:** سورتوں کے آغاز میں مذکور حروفِ مقطعات بھی ملا کر لکھے جاتے ہیں لیکن ان میں سے ایک (حٰمٓ عٓسٓقٓ) مستثنٰی ہے اور اسی لیے اس پر وقف بھی جائز ہے۔④	مثلاً: الٓمٓ، (اصل میں الف، لام، میم ہے) وغیرہ۔
7	**ہمزہ جو تخفیفاً یاء (ی) اور واؤ (و) کی صورت میں ہو:**⑤	جیسے: یَوْمَئِذٍ (یَوْمَ ئِذٍ)، حِیْنَئِذٍ (حِیْنَ ئِذٍ)، اَؤُنَبِّئُکُمْ (اَؤُنَبِّؤُ کُمْ) وغیرہ۔

① المقنع: ۲۵

② مرجع سابق

③ کشف النظر: ۱/۲۱۲

④ مرجع سابق

⑤ مرجع سابق

Marfat.com

8	"مَـا" استفہامیہ جو "فِـیْ، مِنْ، عَـنْ، لام، باء (ب) جارہ" کے بعد مذکور ہو، کو موخر الذکر الفاظ کے ساتھ متصل لکھتے ہیں: ①	مثلاً: فِیْمَـا، بِـمَـا، عَـمَّـا، لِمَ، بِمَ وغیرہ
9	لفظِ "اَمْ" جس کے بعد "مَا" ہو۔ تو وہ وصل کے ساتھ (اَمَّـــا) لکھے جاتے ہیں: ④	جیسے: اَمَّـا ذَا (اَمْ مَـا ذَا)، اَمَّـا اشْتَمَلَتْ (اَمْ مَا اشْتَمَلَتْ)۔
10	"اِنْ" جو کہ "لَا" سے قبل ہو۔ دونوں حروف متصل (اِلَّا) لکھے جاتے ہیں: ②	مثلاً: اِلَّا تَــفْــعَــلُــوْهُ، اِلَّا تَنْصُرُوْهُ وغیرہ۔
11و12	حرف محذوف کا ضمیر سے اتصال: ④	جیسے: کَـالُـوْهُمْ، وَزَنُوْهُم (اصل میں کَـــالُـوْا لَـهُـمْ اور وَزَنُـوْا لَهُـمْ تھے، 'لام' کو حذف کر کے 'هُم' ضمیر کو فعل کے ساتھ ملا دیا گیا)۔
13	"مَـهْـمَـا":	ہر جگہ وصل کے ساتھ مذکور ہے۔
14	"کَـاَنَّ" اور "مَا" کا وصل: قرآن مجید میں ہر جگہ وصلاً لکھا ہوا ہے۔	جیسے: کَـاَنَّمَا۔
15	"فَـنِعِمَ" اور "مَا" کا وصل:	ہر جگہ وصل کے ساتھ فَنِعِمَّا مرسوم ہے۔

① المقنع: ۷۷ ② دلیل الحیران: ص ۱۹۳

③ نفس المصدر: ص ۱۹۴ ④ نفس المصدر: ص ۱۹۳

Marfat.com

16	''رُبَّ''اور''مَا''کا وصل:	مثلاً: رُبَمَا۔
17	''نِعْمَ''اور''مَا''کا وصل:	جیسے: نِعِمَّا۔
مذکورہ تمام مقامات میں وصل پر اتفاق ہے کہ اِن کلمات کو متصل ہی لکھا جائیگا اور اسی وجہ سے آخری حرف یا لفظ پر ہی وقف درست ہے۔ اگر دورانِ تلاوت اِن کلمات پر وقف کیا جائے تو اعادہ پہلے ہی کلمہ سے واجب ہے۔① مثلاً: وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ کی تلاوت کرتے ہوئے اگر کَالُوْهُمْ پر وقف کیا جائے تو هُمْ سے پڑھنا جائز نہیں بلکہ اعادہ پہلے حرف سے ہوگا۔		
18	''اَنْ''اور''لَا''گیا رہ (11) مقامات کے علاوہ ہمیشہ متصل لکھے جاتے ہیں:②	جیسے: اَلَّاتَزِرُ(اَنْ لَا تَزِرُ)، اَلَّا يَرْجِعُ (اَنْ لَا يَرْجِعُ) وغیرہ۔ مستثنیٰ گیارہ مقامات حسبِ ذیل ہیں: 1۔(الاعراف:۱۰۰)، 2۔(الاعراف:۱۶۹)، 3۔(التوبۃ:۱۱۸)، 4۔(ھود:۱۴)، 5۔(ھود:۲۶)، 6۔(الانبیآء:۸۷)، 7۔(الحج:۲۶)، 8۔(یٰس:۶۰)، 9۔(الدخان:۱۹)، 10۔(ن:۲۴)، 11۔(الممتحنۃ:۱۲)

① مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۱/۲۱۳ ② المقنع: ص ۷۳

Marfat.com

19	''اِنَّ ''اور''مَا'' موصول رسم کیا جاتا ہے:	مثلاً: اِنَّمَا۔اس اصول سے اِنَّ مَا تُوعَدُونَ (الانعام:۱۳۴) مستثنیٰ ہے ① (النحل: ۹۵) میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق مقطوع اور ایک روایت کے مطابق موصول ہے۔ لیکن ہمارے مصاحف میں یہ موصول ہی لکھا ہوا ہے۔②
20	''اَنَّ''اور''مَا'' بھی موصولاً لکھے جاتے ہیں:③	جیسے: اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ۔ لیکن اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ (الحج:۶۲) اور (لقمن:۳۰) مستثنیٰ ہے۔④
21	''اِنْ''اور''مَا'' ہر جگہ نون کے بغیر (اِمَّا) مرسوم کیا گیا:	جیسے: فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ وغیرہ۔ لیکن اس اصول سے وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ (الرعد:۴۰) مستثنیٰ ہے۔⑤

① نفس المصدر:۷۸

② مقدمہ کشف النظر:۲۱۳/۱

③ دلیل الحیران:۱۸۴

④ المنقنع:۷۸

⑤ نفس المصدر:۷۵

Marfat.com

22	''أَیْـنَـمَـا'' جو کہ 'أَیْنَ' اور 'مَـا' کا مجموعہ ہے، وصل کے ساتھ لکھا گیا ہے: ①	تین مقامات پر بالوصل لکھا ہوا ہے۔ مثلاً: فَأَیْنَمَاتُوَلُّوا (البقرۃ:۱۱۵) أَیْـنَمَا یُوَجِّہْہُ (النحل:۷۶)، أَیْـنَمَا کُـنْـتُـمْ تَـعْـبُـدُوْنَ (الشعراء:۹۲) ②۔ علامہ کردی نے مقاماتِ وصل کی تعداد پانچ بیان کی ہے۔ أَیْنَ مَا تَکُوْنُوا (النساء:۷۸) اس اصول سے مستثنیٰ ہے۔
23	''فَاِلَّمْ'' جو کہ دراصل فَإِنْ اور لَمْ ہے، کو اکٹھا لکھا گیا:	دو مقامات پر وصل ہے،۔ باقی سب جگہ نون (ن) کے ساتھ فصل ہے جیسے: فَـإِنْ لَـمْ تَـفْـعَلُوْا وغیرہ۔ فَـإِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا (ھود:۱۴)③
24	''أَنْ'' اور ''لَـنْ'' کو دو مقامات پر وصل کی صورت میں ''أَلَّـنْ' لکھا گیا ہے۔④	1۔ أَلَّـنْ نَّـجْـعَـلَ لَـکُـمْ مَّوْعِداً (الکھف:۴۸)۔ 2۔ أَلَّـنْ نَّـجْـمَـعَ عِـظَـامَـہٗ (القیٰمۃ:۳)۔ کے علاوہ باقی سب جگہ أَنْ لَّنْ مرسوم ہے جیسے: أَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ۔

① دلیل الحیران: ص۱۹۰

② المقنع ۷۷

③ مقدمہ کشف النظر: ۲۱۴/۱

④ دلیل الحیران: ص۱۹۲

25	”عَنْ“ اور ”مَا“ کو بھی اکٹھا لکھا جاتا ہے:	مثلاً: عَمَّا یَصِفُوْنَ وغیرہ۔ لیکن اس سے ایک مقام ”عَنْ مَّا نُهُوْا“ (الاعراف:١٦٦) مستثنیٰ ہے۔①
26	”مِنْ“ اور ”مَا“ حالتِ وصل میں ”مِمَّا“ مرسوم ہوتے ہیں:②	جیسے: مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ، مِمَّا نَزَّلْنَا وغیرہ۔ اس اصول سے تین (3) مقامات مستثنیٰ ہیں:③ 1۔مِنْ مَّا مَلَكَتْ (النساء:۲۵) 2۔(الروم:۲۸) 3۔مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (المنٰفقون:١٠)۔
27	”مِنْ“ (میم کے کسرہ کے ساتھ) اور ”مَنْ“ (میم کے فتحہ کے ساتھ) ہر جگہ حالتِ وصل میں ”مِمَّنْ“ مرسوم ہے۔	جیسے: مِمَّنْ مَّنَعَ (جوکہ دراصل مِنْ مَنْ مَنَعَ ہے) اسی طرح مِمَّنِ افْتَرٰی۔
28	”اَمَّنْ“: اَمْ اور مَنْ کا مجموعہ ہے۔	مثلاً: اَمَّنْ یَّمْلِكُ، اَمَّنْ خَلَقَ وغیرہ لیکن اس سے چار مقامات مستثنیٰ ہیں 1۔اَمْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ (النساء:١٠٩)، 2۔اَمْ مَّنْ اَسَّسَ (التوبۃ:١٠٩)، 3۔اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا كُمْ (الصّٰفّٰت:١١) 4۔اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْ (حٰم السجدۃ:٤٠)۔④

① المقنع: ص٧٤ ② دلیل الحیران: ص١٨٢

③ المقنع: ص٧٤؛ الکردی: ص١٣٩ ④ المقنع: ص٧٦

Marfat.com

29	"کُلَّمَا"، "کُلَّ مَا" کی بجائے متصل صورت میں لکھا جاتا ہے: لیکن پانچ مقامات میں فصل ہے۔	جیسے: اَفَکُلَّمَا جَآءَ کُمْ، کُلَّمَا جَآءَ ھُمْ وغیرہ۔ لیکن مِنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ (ابراہیم:۳۴) اس سے مستثنیٰ ہیں۔①
30	"بِئْسَمَا" قرآن مجید میں نو(۹) مرتبہ مستعمل ہے۔ تین مقامات میں وصل اور باقی چھ میں فصل ہے۔②	جیسے: بِئْسَمَا اشْتَرَوْا (البقرۃ:۹۰)، بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ (البقرۃ:۹۳)، بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ (الاعراف:۱۵۰)۔ مستثنیٰ مقامات یہ ہیں: 1۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا (البقرۃ:۱۰۲)، 2۔ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ (آلِ عمران:۱۸۷)، 3۔ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (المائدۃ:۶۲)، 4۔ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (المائدۃ:۶۳)، 5۔ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (المائدۃ:۷۹)، 6۔ لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ (المائدۃ:۸۰)۔

① المقنع: ص ۸۰

② دلیل الحیران: ص ۱۹۱

Marfat.com

31	''فِیْمَا'' اکثر موصول استعمال ہوا ہے:①	جیسے: فِیمَا اَخَذتُم ۔لیکن درجِ ذیل مستثنیٰ ہیں: 1.فِی مَا اٰتٰیکُم (المائدۃ:۴۸) 2.فِیْ مَا اُوْحِیَ (الانعام:۱۴۵)، 3.فِیْ مَا اٰتٰیکُمْ (الانعام:۱۶۵)، 4.فِـــیْ مَـــا اشْتَهَـــتْ (الانبیآء:۱۰۲)،5.فِیْ مَا اَفَضْتُمْ (النور:۱۴)،6.فِـیْ مَـا هٰهُنَـا (الشعراء:۱۴۶)،7.فِـیْ مَـا رَزَقْنٰکُمْ (الروم:۲۸)،8.فِیْ مَا هُمْ (الزمر:۳)،9.فِیْ مَـا کَانُوْا فِیْهِ (الزمر:۴۶)،10.فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الواقعۃ:۶۱)۔②
32	''لِـــکَیْلَا'' قرآن مجید میں آٹھ(۸) مقامات پر مستعمل ہے۔ جن میں سے چار مواضع پر موصول ہے۔③	مواضعِ وصل: 1۔لِـکَیْلَاتَـحْـزَنُـوْا(آلِ عمران:۱۵۳)،2۔لِـــکَیْلَا یَعْلَمُ (الحج:۵)،3۔لِکَیْلَایَکُوْنَ عَـــلَیْكَ (الاحزاب:۵۰)، 4۔لِکَیْلَا تَاْسَوْا (الحدید:۲۳)،

① نفس المصدر:ص۱۸۸و۱۸۹

② المقنع: ۷۷

③ المقنع:۸۰......دلیل الحیر ان:ص۱۹۱

Marfat.com

33	''یَوْمَهُمْ'' (پہلے میم کے فتحہ کے ساتھ) یا ''یَوْمِهِمْ'' (پہلے میم کے کسرہ کے ساتھ) دو(۲) مواقع کے سوا تمام جگہوں میں موصول استعمال ہوا ہے:	مثلاً: یَوْمَهُمُ الَّذِیْ (الزخرف:۸۳)، (الطور:۴۵)، (المعارج:۴۲)، (الذٰریٰت:۶۰)۔ لیکن دو مواضع میں یہ حالتِ قطع میں مرسوم ہے: 1۔ یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ (المومن:۱۶)، 2۔ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّار (الذٰریٰت:۱۳)۔①

مذکورہ بالا تمام کلمات، جن کے وصل پر ائمہ کا اتفاق ہے، کے صرف آخری کلمہ پر وقف جائز ہے نیز اِن تمام کلمات میں سے مختلف فیہ کلمات، جن کے پہلے حصہ پر وقف کے متعلق روایت موجود ہو، کے پہلے حصہ پر وقف جائز ہے۔ اور جہاں تک فصل (دو کلمات میں علیحدگی) کا تعلق ہے تو راقم کی تحقیق کے مطابق مذکورہ صدر مقاماتِ استثناء کے علاوہ مزید دس (10) مقامات ہیں جو صرف فصل کیلئے خاص ہیں:

نمبر	الفاظِ فصل	امثلہ و مقامات
1	''اَنْ لَّمْ'' ہر جگہ نون کے ساتھ حالتِ قطع میں واقع ہوتا ہے:②	جیسے: اَنْ لَّمْ یَكُنْ، اَنْ لَّمْ یَرَہ، وغیرہ۔
2	''اَنْ لَّوْ'' چار مقامات میں فصل کے ساتھ مرسوم ہے:③	1۔ (الاعراف:۱۰۰)، 2۔ (الرعد:۳۱)، 3۔ (سبا:۱۴)، 4۔ (الجن:۱۶)۔

---

① المقنع: ۸۰

② نفس المصدر: ص ۷۵

③ دلیل الحیران: ص ۱۸۹

3	لفظِ ''مِن''جس کے بعد''مَا'' موصولہ کی بجائے اسمِ ظاہر ہو، ہمیشہ حالتِ قطع میں نون کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔①	جیسے:مِنۡ مَّالِ اللّٰهِ، مِنۡ مَّارِجٍ، مِنۡ مَّآءٍ، مِنۡ نَّارٍ۔
4	''حَيۡثُ مَا'' حالتِ فصل میں مرسوم ہے:	مثلاً:حَيۡثُ مَا (البقرۃ:۱۴۴ اور ۱۵۰)۔②
5	''عَنۡ مَنۡ '' بھی مقطوع حالت میں واقع ہے:	عَنۡ مَّنۡ يَّشَآءُ (النور:۴۳)،عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰى (النجم:۲۹)۔لیکن دو مقامات میں بلا خلاف یہ موصول مذکور ہے۔③
6	''كَيۡ لَا'' حالتِ فصل میں تین مقامات پر مرسوم ہے:④	1۔لِكَيۡ لَا يَعۡلَمَ (النحل:۷۰)، 2۔لِكَيۡ لَا يَكُوۡنَ (الاحزاب:۳۷)،3۔كَيۡ لَا يَكُوۡنَ دُوۡلَةً (الحشر:)۔

① نفس المصدر:ص۷۴
② المقنع:۷۸
③ نفس المصدر:ص۷۶
④ نفس المصدر:ص۷۹

Marfat.com

7	"وَلَاتَ حِيْـنَ" حالتِ فصل میں ہے بعض نے اس کو موصول "وَلَاتَـحِيْـنَ" بھی لکھا ہے۔لیکن اعتماد قطع پر ہے۔......علامہ دانی نے وصل والی روایت کا انکار کیا ہے۔①	وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ (صٓ:۳)۔
8	"اِبْنَ اُمَّ" ایک ہی مقام پر ہے اور حالتِ فصل میں ہے: ②	قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ (الاعراف:۱۵۰)
9	"عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ" بھی مقطوع ہے۔③	ملاحظہ ہو: الصّٰٓفّٰت: ۱۳۰
10	"لام مجرور" جو اسماءِ اشارہ سے قبل واقع ہو: حالتِ قطع و فصل میں مرسوم ہے۔④	یہ چار مقامات ہیں: 1۔فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ (النسآء:۷۸)،2۔مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ (الکہف:۴۹)، 3۔مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ (الفرقان:۷)، 4۔فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (المعارج:۳۶)۔⑤

مقطوع (یا مفصول) کلمات میں دونوں پر وقف درست ہے۔⑥

---

① نفس المصدر:۸۱......مقدمہ کشف النظر:۲۱۶/۱

② المقنع:ص۱۸۰

③ نفس المصدر:۸۱

④ مرجعِ سابق

⑤ الکردی: تاریخ القرآن:ص۱۳۹

⑥ مقدمہ کشف النظر حصہ دوم:۲۱۶/۱

Marfat.com

وصل وفصل کی مذکورہ بحث کے علاوہ مصاحفِ عثمانیہ میں وصل وفصل کا ایک دوسرا مفہوم بھی ملتا ہے وہ یہ کہ ایک ہی لفظ جس میں کسی طرح کا فصل ممکن نہیں اور اس کو دو سطروں میں تقسیم کر کے لکھا گیا ہے۔ کتابت میں کلمات کی اِس تقسیم بین السطور کا وجود آٹھویں صدی ہجری تک بھی ملتا ہے۔ اس کی مثال غانم قدوری نے قاہرہ میں موجود مصحف سے پیش کی ہے جس میں کلمۂ ﴿الــــکتٰــــب﴾ پانچویں اور چھٹی سطر میں منقسم ہے۔ کاتب نے ﴿الــکتٰب﴾ کا الف پانچویں اور باقی حصہ چھٹی سطر میں لکھا ہے۔ اس طرح کی کئی مثالیں مخطوط مصاحف میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔① اس کی حسبِ ذیل صورت بنتی ہے:

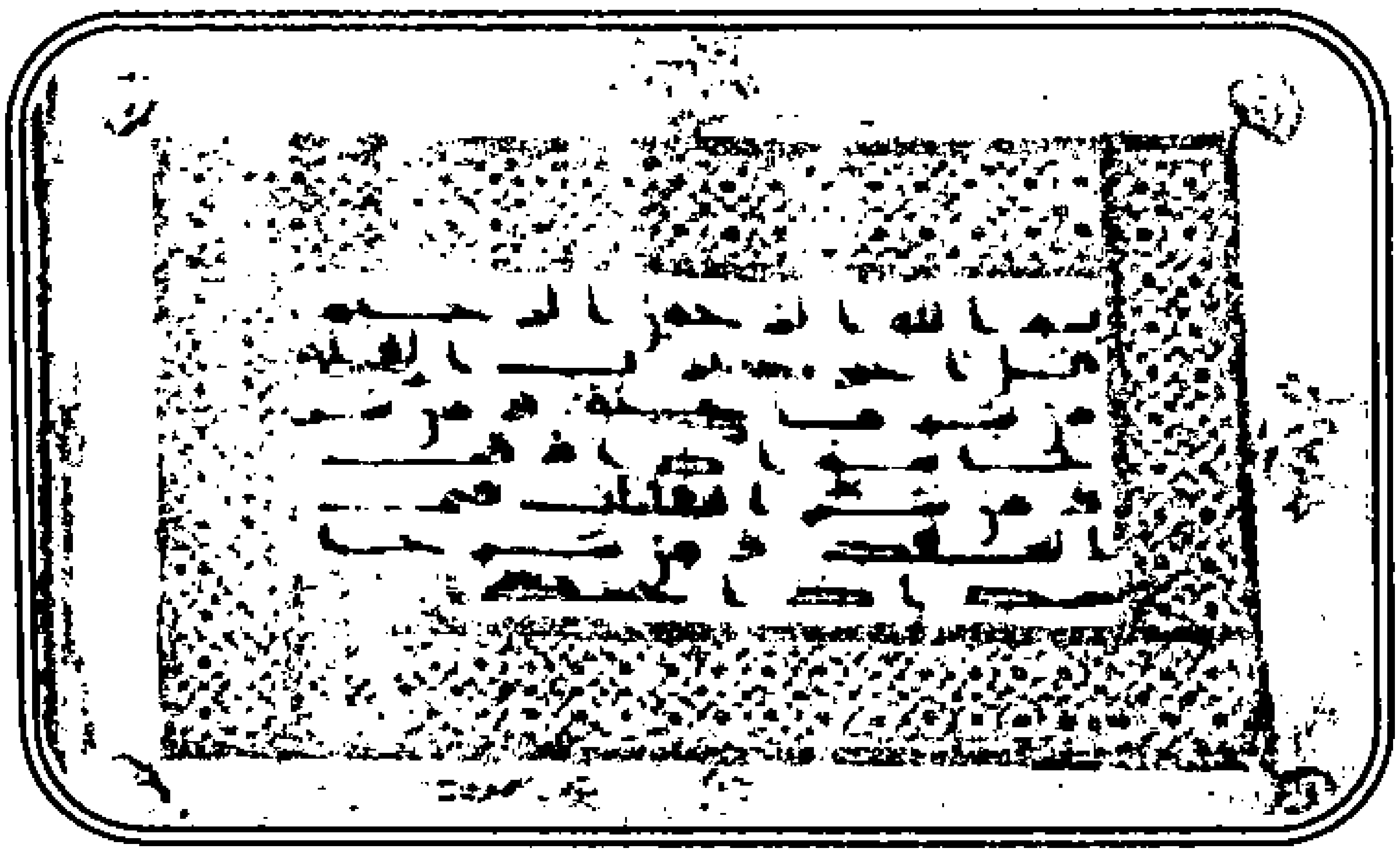

This beautifully decorated page comes from a Qur'an of the late 8th century or early 9th century ②.

مصاحفِ سابقہ سے ایک ورق۔ جس میں آخری سطر میں لفظ ﴿حاسدٍ﴾ کا جزء ﴿حا﴾ سطر پانچ کے آخر جبکہ ﴿سد﴾ سطر چھ کے شروع میں ہے۔

---

① رسم المصحف: ص ۴۵۱

② Photo from Microsoft Encarta Encyclopedia (CD version)

Marfat.com

قاعدۂ پنجم......الھمز:

ھمز، لغت میں 'تنگی' اور 'دفع' کے معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس کو بطور مصدر استعمال کیا جائے تو اس کا معنی ''ہمزہ کا تلفظ کرنا'' کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ المارغنیؒ رقمطراز ہیں:

''والهمز لغة مصدر بمعنى الضغط والدفع ويستعمل مصدراً ايضاً بمعنى النطق بالهمزة. فيقال: همزت الكلمة إذا نطقت فيها بهمزة، سمى الحرف المعلوم همزاً. وهمزة لأنه يحتاج فى اخراجه من أقصى الحلق الى ضغط الصوت ودفعه لثقله''.①

جملہ سامی لغات میں حرفِ الف ایک ہی علامت ''ا'' سے لکھا جاتا ہے②۔ جبکہ عربی زبان میں اس کو ہمزہ کا نام دیا گیا جو کہ فتحۂ طویلہ کیلئے علم کے طور پر استعمال ہوتا ہے③ یہی وجہ ہے کہ اِس حرف کی آواز بھی دیگر حروف سے مختلف اور مشکل ہے۔ امام سیبویہ کے الفاظ ہیں:

''لأنها نبرة فى الصدر تخرج باجتهاد، وهى أبعد الحروف مخرجاً، فثقل عليهم ذلك، لأنه كالتهوع''.④

---

① دلیل الحیر ان: ص ۱۲۸

② جان کانتینو: **دروس فى علم اصوات العربية**: مترجم۔ صالح القرمادی: ص ۱۲۱، الجامعة التونسية، تیونس، ۱۹۶۶ء

③ ابن جنی: ابوالفتح عثمان (م ۳۹۲ھ) **سِرُّ صناعة الإعراب**: ۱/۴۶، ط ۱، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۴ء۔

④ سیبویہ: ابوبشر عمرو بن عثمان (م ۱۸۰ھ): **الکتاب**: المطبعۃ الامیریۃ، بولاق، مصر، ۱۳۱۷ھ

Marfat.com

رسمِ عثمانی میں رسمِ ہمزہ کی تحقیق:

رسمِ عثمانی میں ہمزہ کے وجود کا مسئلہ اِس بات کا متقاضی ہے کہ اہلِ حجاز کی کتابت کے خصائص کو مدّنظر رکھا جائے کہ آیا قدیم اہلِ عرب کی کتابت یا رسم میں ہمزہ کا وجود تھا یا نہیں؟ اِس ضمن میں جب ہم قبائلِ عرب کی لغات کا جائزہ لیتے ہیں تو علماءِ عربیہ کی روایات کے مطابق بنی تمیم، بنی قیس اور بنی اسد کے قبائل کے ساتھ ساتھ جزیرۂ عرب کے وسطی اور مشرقی بدوی قبائل کی لغت کے خصائص میں ہمیں ہمزہ کا وجود نظر آتا ہے۔ جبکہ قریش اور اہلِ حجاز کی لغت میں ترکِ ہمزہ یعنی تسہیل کے شواہد ملتے ہیں①۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن الجزریؒ لکھتے ہیں:

"ولما كان الهمز أثقل الحروف نطقاً، وأبعدها مخرجاً، تنوع العرب في تخفيفه بأنواع التخفيف". ②

علامہ دانی نے اس کی وضاحت اِن الفاظ میں کی ہے:

"والهمزة قد تصور على المذهبين من التحقيق والتسهيل، دلالة على فشوهما واستعمالهما فيها، إلا أن اكثر الرسم ورد على التخفيف، والسبب في ذلك كونه لغة الذين ولوا نسخ المصاحف زمن عثمان رحمه الله، وهم قريش......الخ". ③

---

① الزمخشری: جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر (م ۵۳۸ھ): **اساس البلاغة**: ۲/۴۱۴، دارالکتب المصریۃ، قاہرۃ، ۱۹۲۲ء؛ سیبویہ: **الکتاب**: ۲/۱۶۳ و ۱۶۷ و ۲۷۷ و ۲۸۶؛ ڈاکٹر عبدالصبور شاہین: القراءات القرانیۃ: ص ۳۰

② النشر فی القراءات العشر: ۱/۴۲۸

③ المحکم: ص ۱۵۱

یعنی ہمزہ تحقیق اور تسہیل دونوں طریقوں سے لکھا جاتا ہے جو کہ اِس بات پر دال ہے کہ یہ دونوں طُرق رائج الوقت تھے لیکن رسمِ عثمانی میں ہمزہ اکثر تخفیفاً وارد ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مصاحف کو لکھنے والے حضرات قریشی تھے۔ اوپر یہ بیان ہو چکا ہے کہ قریشی لغت میں ہمزہ کتابۃً معدوم تھا۔

ہمزہ، حرفِ عین (ع) کے دندانے (ء) کی طرح لکھا جاتا ہے۔ بعض خطاطین نے اس کو زرد یا سُرخ رنگ کے نقطہ سے بھی ظاہر کیا ہے۔ اس کے حرف یا علامت ہونے میں بھی نحویین اور علماءِ رسم کا اختلاف منقول ہے۔ امام مبردؒ کے نزدیک ہمزہ حرف کی بجائے فقط علامت ہے، جبکہ جمہور نے امام مبردؒ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ مزید براں جملہ مصاحفِ عثمانیہ میں ہمزہ مفقود ہے بلکہ وضاحت کے پیشِ نظر بعد کی ایجاد ہے:

"فلم تكن فى المصاحف العثمانية بل هى محدثة للإيضاح". ①

علامہ کُردیؒ نے بھی الشیخ محمد علی الضباع کا یہی قول نقل کیا ہے:

"أن صورة الهمزة ليست فى مصحف عثمان لأنهما من علامات الضبط الذى أحدث بعد عهده". ②

رسمِ عثمانی میں ہمزہ کے وجود کے متعلق، غانم قدوری لکھتے ہیں:

"......هذه الحقيقة أن الهمزة لم تمثل فى الرسم العثمانى إلا فى اول الكلمات أما ما عدا ذلك فلا توجد همزة لا فى النطق ولا فى الرسم. إنما هى حركات طويلة أو أصوات ليّن". ③

---

① دلیل الحیران: ص ۱۲۸

② الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۳۵

③ رسم المصحف: ص ۳۶۰

یعنی یہ حقیقت ہے کہ رسمِ عثمانی میں ہمزہ کی مثال ماسوائے آغازِ کلمات کے نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ ہمزہ نطق میں تھا اور نہ رسم میں کیونکہ یہ حرکاتِ طویلہ اور اصواتِ لینہ میں شمار ہوتا تھا۔

ہمزہ کی انواع:

﴿1﴾ **ہمزۂ تسہیل**: ہمزہ کی یہ قسم ہمزۂ متحرکہ بھی کہی جاسکتی ہے۔ علماءِ بصریین کے نزدیک ایسا ہمزہ تسہیل کے ساتھ حرکت دے کر پڑھا جاتا ہے جبکہ کوفیین کے نزدیک یہ ساکن صورت میں آتا ہے۔

"التسهيل بين بين أي جعل الهمزة حرفا مخرجه بين مخرج المحققة ومخرج حرف المد المجانس لحركة الهمزة، أو حركة الحرف الذى قبلها". ①

﴿2﴾ **ہمزۂ اِبدال**: ہمزہ کی یہ قسم دراصل ہمزۂ ساکنہ کے متعلق ہے۔ "وهو الاصل فی الهمزة الساكنة". ② مثلاً: بَأْسٌ، بِئْرٌ، يُؤْمِنُوْنَ۔

﴿3﴾ **ہمزۂ حذف**: ہمزہ کی تیسری قسم ہمزۂ متحرکہ میں مستعمل ہے، جس میں ہمزہ کو بسا اوقات حرکت کے ساتھ یا بغیر حرکت کے حذف کیا جاتا ہے۔ بایں وجہ اس کو دو صورتوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

"وينقسم إلى قسمين : حذف للهمزة مع حركتها ويعبر عنه بالأسقاط، وحذف لها بعد نقل حركتها ويعبر عبه بالنقل". ③

---

① دلیل الحیر ان: ص ۱۲۹

② مرجعِ سابق

③ مرجعِ سابق

Marfat.com

یعنی کبھی ہمزہ اپنی حرکت سمیت، رسم سے، حذف کیا جاتا ہے تو اس وقت اس کو 'اسقاط' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو حذف کر کے اس کی حرکت کو نقل کر دیا جاتا ہے تو اس وقت یہ 'نقل' سے مُعبَّر ہوتا ہے۔

ہمزہ کی کتابت کے مسئلہ میں سادہ اصول یہ ہے کہ ہمزہ جس حرف کی طرف مخفف ہو تو قیاس کے مطابق اسی کی صورت میں لکھا جاتا ہے①۔ جیسے: سَأَصْرِفُ۔ اِس مثال میں ہمزہ الف کی طرف مخفف ہے لہٰذا اسی کی صورت میں رسماً لکھا گیا۔ علماءِ رسم کے نزدیک آغازِ کلام میں آنے والا ہر ہمزہ الف کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے خواہ اس کا رسم تحقیقی ہو یا تقدیری (جیسے: أَنْعَمْتَ، أُولٰئِكَ وغیرہ)، جبکہ وسطِ کلام یا کلام کے آخر میں آنے والا ہمزہ اُس حرف کی شکل میں مرسوم ہوتا ہے جو اس سے پہلے حرف کی حرکت کے متجانس و مناسب ہو②۔ (جیسے: دُعَاؤُكُمْ، اور حِيْنَئِذٍ وغیرہ)

گویا کلام میں ہمزہ کے واقع ہونے کے تین ہی محل ہیں یعنی: ابتداء، وسط اور طرف۔ انہی مواضع کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی بنیادی طور پر تین اقسام بیان کی گئی ہیں:

○......ہمزۂ مبتدأۃ۔ ○......ہمزۂ متوسطہ۔ ......ہمزۂ متطرفہ۔

1...... ہمزۂ مبتدأۃ کے احکام:

ہمزۂ مبتدأۃ، ابتدائے کلام میں واقع ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں علماءِ رسم کا اتفاق ہے کہ اس کو الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے خواہ اس پر ضمہ، فتحہ اور کسرہ میں سے کوئی بھی حرکت ہو:

---

① مرجعِ سابق

② مرجعِ سابق...... مقدمہ کشف النظر حصہ دوم: ۲۱۶/۱

Marfat.com

"..... الذی یشیر به الی اتفاق شیوخ النقل بأن الهمزة الواقعة فی أول الکلمة تصور ألفاً سواءٌ تحرکت بالکسر أم بالفتح أم بالضم". ①

ہمزۂ مفتوحہ مبتدأ ۃ کی مثال، جیسے: أَنعَمتَ ۔ ہمزۂ مضمومہ مبتدأ ۃ کی مثال، جیسے: أُولٰئِكَ ۔ اور ہمزۂ مکسورہ مبتدأ ۃ کی مثال، جیسے: إِيَّاكَ ۔ مزید براں اگر چہ ہمزۂ مبتداءۃ سے قبل کوئی حرفِ زائد بھی ہو تب بھی یہ اسی طرح مرسوم ہوتا ہے، مثلاً: بِأَنَّ، سَأُلقِي، فَإِن ۔ ②

ہمزۂ مبتدأ ۃ کے مذکورہ حکم سے کچھ مقامات کو مستثنیٰ بھی کیا گیا ہے، یعنی ہمزۂ مبتدأ ۃ کو مستقل لکھنے کی بجائے اس کی حرکت کے موافق شکل دی گئی ہے۔ اِن مقاماتِ استثناء کی بنیادی وجہ، ہمزۂ مبتدأ ۃ کو مستقل طور پر لکھنا ممکن نہ تھا یا پھر ان پر ہمزۂ استفہامیہ کا دخول ہے۔ یہ مقامات حسبِ ذیل ہیں:

۱......﴿لَئِن ۔ اصل میں لَ إِن تھا۔ لام قسمیہ، إن شرطیہ پر داخل ہوا﴾،

۲......﴿لِئَلَّا ۔ اصل میں لِ أن لا تھا۔ لامِ کي، أن لا پر داخل ہوا تو قیاسی طور پر اس کو الف متصور کیا گیا﴾،

۳......﴿أَئِفکًا: ہمزۂ استفہام لفظِ إفکًا پر داخل ہوا﴾،

۴......﴿أَئِنَّ: إنَّ پر ہمزۂ استفہام داخل ہے۔ جیسا کہ أئِفکًا کا معاملہ ہے﴾،

۵......﴿أَئُنَبِّئُکُم: ایضاً﴾،

۶......﴿أَئِن: ایضاً﴾،

۷......﴿أَئِنَّا: ایضاً﴾،

---

① دلیل الحیران: ص ۱۲۹

② مرجع سابق

۸......﴿أئِمَّة: یہ لفظ اصل میں ''أأْمِمَةٌ'' بروزنِ أفْعِلَةٌ تھا۔ پھر میمِ اولیٰ کو میمِ ثانیہ میں ادغام کیا تو میمِ اولیٰ کی حرکت ماقبل ساکن ہمزہ کو دی تو یہ أئِـمَّةٌ ہو گیا۔ قیاسی طور پر اس کو یاء کی شکل میں لکھا گیا﴾،

۹......﴿أئِذا: لفظِ ''إذا'' پر ہمزۂ استفہام داخل ہے﴾،

۱۰......﴿أؤُنَبِّئُكُمْ﴾،

۱۱......﴿يَوْمَئِذٍ: لفظِ مذکور میں يَوْمَ کی اضافت إذْ کی طرف کی گئی ہے﴾،

۱۲......﴿هٰـؤُلَاءِ: اصل میں ''هٰ أُلَاءِ'' تھا۔ قیاس اس بات کا مقتضی تھا کہ ہمزۂ مبتدأہ کو الف کی شکل میں لکھا جائے لیکن جب ہائے تنبیہ کے دخول سے یہ ایک کلمہ بنا تو تقدیراً یہ ہمزۂ متوسطہ ہو گیا، اور چونکہ یہ مضموم ہے لہٰذا اس کو واؤ کی شکل دے دی گئی۔﴾،

۱۳......﴿يَبْنَؤُمَّ: اصل میں ''يَا ابْنَ أُمَّ'' تھا، لفظِ أُمّ میں قیاس تقاضا کرتا تھا کہ اس کو الف کی شکل میں لکھا جائے لیکن ماقبل الفاظ کے دخول سے یہ ایک کلمہ بن گیا تو لفظِ أُمّ کا ہمزہ، ہمزۂ متوسطہ بن گیا۔ جس کی بناء پر اس کو ماقبل مضموم ہونے کی وجہ سے واؤ کی شکل میں لکھا گیا﴾،

۱۴......﴿أؤُنَبِّئُكُمْ: ہمزۂ استفہام أنَبِّئُكُمْ پر داخل ہے﴾۔

مذکورہ چودہ (۱۴) کلمات میں سے مؤخر الذکر تین کلمات (۱۲، ۱۳، ۱۴) میں ہمزہ کو واؤ سے بدلا گیا ہے جبکہ

باقی گیارہ میں ہمزہ کو یاء (ی) کی شکل سے لکھا گیا ہے۔ ①

3،2......ہمزۂ متوسطہ اور متطرفہ کے احکام:

ہمزۂ متوسطہ اور متطرفہ کو ایک بحث میں جمع کرنے کی وجہ ان کا حکم میں مشترک

---

① ملخص از: دلیل الحیران: ص ۱۳۰ تا ۱۳۲

Marfat.com

ہونا ہے۔ اِن کا حکم یہ ہے کہ ہمزِ متوسط و متطرِف، الف کے علاوہ اگر کسی ساکن کے بعد واقع ہوں تو بالاتفاق ان کو حذف کیا جائیگا۔

"......الذی یشیر به الی اتفاق شیوخ النقل بأن ما وقع بعد سكون من الهمز المتوسط والمتطرف حذف أي لم تجعل له صورة إلا اذا كان الساكن قبل الهمز ألفاً". ①

علامہ غانم قدّوری نے ہمزۂ متوسطہ کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کرتے ہوئے اِن کے احکام الگ الگ بیان کیے ہیں:

۱......الهمزة المتوسطه فی حالة التسهيل:

ایسے ہمزہ کو واؤ اور یاء کی صورت میں لکھا گیا۔

۲......الهمزة المخففة المتوسطه ياءً:

ایسے ہمزہ کو یاء کے بین بین لکھا گیا۔ جیسے: لَئِنْ۔

۳......الهمزة المخففة المتوسطه واواً:

ایسے ہمزہ کو واؤ کے بین بین لکھا گیا۔ جیسے: تَؤُزُّهُمْ۔

۴......الهمزة المخففة المتوسطه ألفاً:

ایسے ہمزہ کو (بین بین) الف لکھا گیا۔ جیسے: بَدَأَكُمْ۔ ②

اور ہمزۂ متطرفہ کے ذیل میں مندرجہ ذیل صورتیں لکھی ہیں:

۱......الهمزة المتطرفة بعد ساكن:

ایسے ہمزہ کی جگہ کوئی چیز نہیں لکھی گئی جیسے: اَلْمَرْءِ۔ ③

---

① مرجعِ سابق

② رسم المصحف: ص ۳۶۹ تا ۳۷۲ ③ المقنع: ص ۶۲

حرفِ ساکن کے بعد آنے والے ہمزۂ متوسطہ اور ہمزۂ متطرفہ کی چھتیس (36) اقسام ہیں۔ جو مختصراً یہ ہیں: ہمزۂ متوسطہ اور متطرفہ میں سے ہر ایک مضموم، مفتوح یا مکسور ہو گا (یہ چھ اقسام بن گئیں)۔ پھر ان سے پہلے ساکن کی چھ حالتیں ہیں: صحیح، واوِ لینہ، یائے لینہ، واوِ مدّہ، یائے مدّہ اور الف۔ چھ کو چھ سے ضرب دینے سے حاصل ضرب چھتیس 36 ہے۔①

۲......الهمزة المتطرفة بعد حركة:

ایسے ہمزہ، مطلق الف کی صورت میں لکھا گیا۔ جیسے: ذَرَا۔

۳......الهمزة سنونة منصوبة:

یہ بھی بصورتِ الف لکھا گیا۔ جیسے: مَآءً (ما) مرسوم تھا۔②

علماءِ رسم اور قراءات نے رسمِ عثمانی کے تمام قواعد کو بقدرِ ضرورت بیان فرمایا ہے لیکن اِن قواعد میں سے قاعدۂ ہمز کی پیچیدگی اور تفصیل کے سبب، بعض علماء نے اِس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ ہم نے قاعدۃ الہمز کے تعارف اور اس کی اقسام کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے تفصیل کیلئے علامہ دانیؒ کی المقنع، الشیخ ابراہیم بن احمد المارغنیؒ کی دلیل الحیران علی مورد الظمآن، الشیخ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبدالغنی الدمیاطی البناء (م۱۱۱۷ھ) کی اتحاف فضلاء البشر فی القراء ات العشر، علامہ سیوطیؒ کی الاتقان فی علوم القرآن (نوع ۷۶) اور غانم قدّوری الحمد کی رسم المصحف دراسةً لغويةً ونحويةً ملاحظہ ہوں۔

---

① دلیل الحیران: ص۱۳۳

② رسم المصحف: ص۳۷۴ تا ۳۷۷

Marfat.com

قاعدۂ ششم......احتمالِ قراءتین:

رسمِ عثمانی کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ کلمات کو ایسے طریقہ پر رسم کیا گیا کہ ان میں ایک سے زائد قراءات کا احتمال باقی رہتا ہے۔اس مفہوم کو علامہ ابو طاہر السندی نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"الکلمات التی اشتملت علی اکثر من قرء اۃ و خلوھا من النقط والشکل لکل قراء ۃ، کتبوھا برسم واحد فی جمیع المصاحف ، نحو ملک یوم الدین. فیکون أحد الوجھین موافقا للرسم تحقیقاً و الثانی تقدیراً". ①

اِس خصوصیت کا اہتمام اِس لیے بھی ضروری تھا کیونکہ دورِ عثمانی میں تنازعات کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ بایں وجہ رسمِ مصاحف میں ممکنہ متواتر قراءات کی شمولیت کا ایک یہی طریقہ تھا کہ اِس کو ہر قسم کی علامت، حرکت یا نقطہ سے مبرّا رکھا جائے اور ایک سے زائد قراءات کا احتمال رکھنے والے لفظ یا کلمہ کو ایسی شکل میں رقم کیا جائے کہ اِس کو مختلف وجوہ سے پڑھا جا سکے۔ مثلاً: مٰلِكِ کو الف کے بغیر لکھا گیا تا کہ مَلِكِ کی قراءۃ بھی شامل ہو سکے۔ کتبِ قراءات کے مصنفین نے رسمِ عثمانی کے اِس قاعدہ کو 'فروش' کے تحت تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔

مذکورہ خصوصیات کے حامل رسم الخط میں چھ مصاحف کی تیاری کے بعد اِن مصاحف کو مستند قاری و معلّم کی نگرانی میں بلادِ اسلامی کی طرف روانہ کیا گیا تو فرطِ شوق سے لوگ اِن پر ٹوٹ پڑے اور تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف اِن کی متعدد نقول مہیا ہو گئیں بلکہ سینکڑوں سینے اِن کی تابش و ضیاء سے چمک اُٹھے اور پھر اِسی سلسلۂ اشاعت و حفظ نے آگے بڑھ کر جمِ غفیر کے تواتر کا درجہ حاصل کر لیا۔

---

① ابو طاہر: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۱

Marfat.com

الحاصل دیگر رسوم وخطوط کی طرح عربی رسم الخط بھی اپنے ارتقائی سفر میں کمال ترقی حاصل کرتا رہا ہے لیکن قرآنی رسم میں، کلمات کی ہیئت وصورت کی تبدیلی کے حوالے سے، بطورِ رسم الخط کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختیار کردہ اُسی (مجمع علیہ) رسم کی تزئین وآرائش قرونِ اُولیٰ سے تاہنوز جاری ہے۔ جس کی بدولت ''علم الضبط'' نامی ایک مستقل فن معرضِ وجود میں آیا، جس پر کثیر تعداد میں تصنیفات رقم کی گئیں۔

فصل دوم

رسمِ عثمانی کی خصوصیات

Marfat.com

کئی اہم خصوصیات کی بنا پر رسمِ عثمانی، عام عربی رسم الخط پر فوقیت کا حامل ہے۔ رسمِ عثمانی کے تمام رموز واشارات سے واقفیت محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسمِ مذکور کے چند رموز واسرار کو بعض لوگوں کے مزاج کے موافق واضح فرمایا لیکن اکثر رموز سے ابھی بھی انسانی عقل بعید ہے، تاہم اہم خصوصیات کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

۞...... ایک ہی کلمہ میں ممکنہ قراءاتِ متنوعہ کا اجتماع:

رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی یا املائی میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ رسمِ عثمانی میں، مختلف قراءات کا حامل کلمہ ایسی صورت میں لکھا جاتا ہے کہ اس میں ایک سے زائد طرقِ ادا جمع ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال علامہ زرقانی نے ﴿إِنْ هَـٰذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾ کے کلمہ سے دی ہے ①۔ مذکورہ کلمہ رسمِ عثمانی میں حسبِ ذیل شکل میں لکھا ہوا تھا:

ان هدان لسحران

مذکورہ رسم سے لکھا گیا یہ جملہ چار وجوہ سے پڑھے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے؛

اوّل: ﴿إِنَّ هَـٰذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾ یعنی ''إِنَّ'' کے نون کو مشدد اور ''هٰذَانِ'' کے نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ یہ امام نافعؒ کی قراءۃ ہے۔

دوم: ﴿إِنْ هَـٰذَانِّ لَسَاحِرَانِ﴾ جیسا کہ یہ امام ابنِ کثیرؒ کی قراءۃ ہے، جس

---

① مناہل العرفان: ۳۶۶/۱؛ مزید دیکھئے: احمد کمال عادل: علوم القرآن: ص ۵۰

Marfat.com

میں ''اِنْ'' کومخفف اور ''ھٰذَانِّ'' کے نون کو مشدد پڑھا گیا ہے۔

سوم: ﴿اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ قراءۃِ حفص کے مطابق دونوں نون مخفف ہیں۔

چہارم: ﴿اِنَّ ھٰذَیْنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ امام ابوعمرو کی قراءۃ کے مطابق ہے۔

مثالِ مذکور سے رسمِ عثمانی کی جامعیت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

❁...... اصل حرکت کی وضاحت:

رسمِ عثمانی کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اِس طرز پر کلمات کی کتابت سے اِن کلمات کی اصل حرکت کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔رسمِ عثمانی کی اسی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں:

''منها الدلالة على الأصل والشكل والحروف، لكتابة الحركات حروفاً، باعتبار أصلها''. ①

چونکہ رسمِ عثمانی غیر منقوط اور اشکال وحرکات سے مبرّا طرزِ تحریر تھا اس لیے بعض مقامات پر کلمہ یا لفظ کی حرکت کو واضح کرنے کیلئے مخصوص رسم اختیار کیا گیا②۔مثلاً: وَاِیْتَاۤئِ ذِی الْقُرْبٰی ③ میں ''وَاِیْتَاۤئِ'' اور ''ذِی'' کی حرکتِ کسرہ اور حالتِ جری کو واضح کرنے کیلئے حرفِ یاء (ی) کا اضافہ کیا گیا۔اسی طرح سَاُورِیْکُمْ ④ میں بظاہر واؤ زائد معلوم ہوتی ہے لیکن الف کے بعد واؤ کا اضافہ ضمہ (ُ) کے قائمقام ہے⑤۔

---

① الجمع الصوتی: ص ۳۰۴

② مناہل العرفان: ۱/۳۶۸؛ احمد عادل: علوم القرآن: ص ۵۱

③ النحل: ۹۰

④ الاعراف: ۱۴۵، الانبیآء: ۳۷

⑤ مرجع سابق: قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۱

......بعض دیگر فصیح لغات کی شمولیت:

عرب قبائل اپنی لغات اور لہجوں میں ایک دوسرے سے کچھ مختلف تھے۔ لیکن قرآن کو فصیح ترین لغت میں لکھا گیا۔ لغتِ قریش میں قرآن کے لکھے جانے کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کا اکثر حصہ لغتِ قریش میں لکھا گیا ورنہ دیگر کئی لغات بھی قرآن مجید میں داخل وشامل ہیں۔ مثلاً: قبیلہ ہذیل کی لغت کا شمار، عرب کی فصیح ترین لغات میں ہوتا تھا۔ لغتِ ہذیل کے اصول کے مطابق حرفِ جازم کے بغیر آنے والے صیغۂ مضارع کے آخر سے یاء (ی) حذف کی جاتی تھی اور قرآن حکیم میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ جیسے: يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ ① کے لفظِ یأتِ کے آخر سے لغت ہذیل کے مطابق یاء (ی) حذف کی گئی ہے۔ ② اِسی طرح لغتِ طیٔ کے مطابق ہائے تانیث کو تائے مجرورۃ کی شکل میں لکھنا بھی قرآنی رسم میں شامل ہے۔ ③

......ایک سے زائد معانی کا علم:

رسمِ عثمانی کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں موجود قاعدۂ وصل و فصل کی بدولت مفصول کلمات میں ایک سے زائد معنی کا پتہ چلتا ہے۔ رسمِ عثمانی کی اِس خصوصیت سے معانی میں بہت وسعت پیدا ہوئی ہے ④۔ مثلاً: اَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا۔ یہاں ﴿اَمْ﴾ ''بَلْ'' کے معنوں میں ہے۔ جبکہ ﴿اَمَّنْ يَمْشِي﴾ میں وصل کیا گیا تا کہ واضح ہو سکے کہ یہ پہلے کلمہ کی طرح نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ زرقانی نے لکھا ہے:

---

① ھود: ۱۰۵

② الجمع الصوتی: ص ۳۰۴

③ مرجع سابق؛ مناہل العرفان: ۳۶۸/۱

④ ابو ہشام: قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۰

Marfat.com

"فقطع 'أم' الاولیٰ فی الکتابة للدلالة علی أنها 'أم' القطعة التی بمعنی 'بَلْ'. ووصل 'أم' الثانیة للدلالة علی أنها لیست کذلک". ①

...... مخفی اور پوشیدہ معانی کی طرف راہنمائی:

رسمِ عثمانی کی ایک جلیل القدر خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں اختیار کیا گیا طرزِ کتابت ظاہری معنی کے علاوہ کسی پوشیدہ معنی کی طرف بھی مشیر ہوتا ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْیدٍ② ہے جس میں عام عربی رسم الخط کے قواعد کے مقابلہ میں لفظ ﴿بِاَیْیدٍ﴾ یا ئین کے ساتھ مرسوم ہے۔ اِس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

"وذلک للإیماء إلی تعظیم قوة اللہ التی بنی السماء وأنها لا تشبهها قوة علی حد القاعدة المشهورة وهی المبنی تدل علی زیادة المعنی". ③

ابو ہشام نے رسمِ عثمانی کی اِس خصوصیت کو اِن الفاظ میں بیان کیا ہے:

"......اِس طرح یہاں ایک خفیہ مفہوم یہ ملتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ "ایید" سے مراد بجائے ہاتھ وہ مادہ (Material) ہو جس سے آسمان بنایا گیا اور جو ابھی انسان کے علم میں نہیں آیا۔ فقہی قاعدہ ہے کہ حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے اگر یہی لفظ عام رسم الخط کے مطابق "اید" لکھا جاتا تو اس قسم کا فائدہ (Advantage) نہ لیا جا سکتا"۔ ④

﴿یَدْعُ الْاِنْسَانُ﴾ اور ﴿یَمْحُ اللّٰهُ﴾ کے الفاظ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ لفظ ﴿یَدْعُ﴾

---

① مناہل العرفان: ۱/ ۳۶۷

② الذریٰت: ۴۷

③ مناہل العرفان: ۱/ ۳۶۷

④ قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۲

Marfat.com

سے حذفِ واؤ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

"والسرّ فی حذفها من ((وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ)) هو الدلالة على أن هذا الدعاء سهل على الانسان يسارع فه كما يسارع إلى الخير، بل إثبات الشر إليه من جهة ذاته أقرب اليه من الخير. والسرُّ فی حذفها من ((وَيَمْحُ اللهُ الْبَاطِلَ)) الإشارة إلى سرعة ذهابه واضمحلاله". ①

یعنی ﴿يَدْعُ الْإِنْسَانُ﴾ سے واؤ کے حذف میں یہ راز ہے کہ انسان دعا کے مانگنے میں جلدی سے کام لیتا ہے اور بھلائی کی طرف بھی جلدی کا طالب ہوتا ہے۔ اسی طرح ﴿وَيَمْحُ اللهُ الْبَاطِلَ﴾ سے واؤ کا حذف بھی باطل کے جلدی زائل اور ختم ہونے کی طرف مشیر ہے۔

غوث العارفین سید عبد العزیز دباغ نے قرآنی رسم الخط پر ایک منفرد انداز میں کلام فرماتے ہوئے رسمِ عثمانی کے رموز وفوائد بیان کیے ہیں۔ وہ قرآنی کتابت اور رسم کو بنیادی طور پر دو (۲) اسرار و انوار: 1۔مشاہدہ اور 2۔کمالِ رفعت میں تقسیم کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"یعنی وہ حروف جو لکھنے میں آتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے۔ جیسے الصلوٰۃ کی واؤ اور موسیٰ کی یاء وغیرہ۔ کہ ہر ایک میں مذکورہ دو اسرار میں سے کوئی سِرّ رکھا ہوا ہے یعنی اگر کلمہ کا مدلول، امرِ محسوس اور نظر آنے والا ہے مثلاً موسیٰ عیسیٰ کہ نام ہیں دو پیغمبروں کے جو محسوس اور مشاہد ہیں اور ان میں یاء (ی) مکتوب ہے......تو ان میں سِرّ مشاہدہ ہے۔ اور اگر کلمہ کا مدلول غیر محسوس کوئی امرِ معنوی ہے تو اس میں 'مقامِ رفعت' کا نور ہوگا جیسے هُدٰیهُمْ بمعنی ہدایت، کہ

① مناہل العرفان: ۱/۳۶۸؛ الاتقان (مترجم اردو): ۱/۵۲۳

Marfat.com

نظر آنے والی شیٔ نہیں اور اس میں یاء(ی) مکتوب ہے مگر پڑھی نہیں جاتی......اور جیسے: بِاَیْیْدٍ بمعنی قوت کہ غیر محسوس ہے اور یاء(ی) لکھنے میں آتی ہے اور پڑھنے میں نہیں آتی۔ تو اِن میں سِرّ رفعت رکھا ہوا ہے"۔ ①

......رسول اللہ ﷺ سے اتصالِ سند کا ذریعہ:

اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات اِس معاملہ میں دنیا کی تمام اُمتوں میں ممتاز ہے کہ اِس کا ہر فرد جو کسی استاد سے مشافہۃً کلام اللہ کا کوئی جزء پڑھتا ہے تو اُس کا سلسلۂ سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ ابن حزم نے اِس کی تحقیق اِن الفاظ میں بیان کی ہے:

"نقْلُ الثقة عن الثقة يبلغ به النبى ﷺ مع الاتصال، خص الله به المسلمين دون سائر االملل. وأما مع الإرسال والإعضالِ فيوجد فى كثير من كتب اليهود، ولكن لا يقربون فيه من موسىٰ قرّبنا من محمد ﷺ. بل يقفون بحيث يكون بينهم وبين موسىٰ اكثر من ثلاثين عصراً، إنما يبلغون شمعون ونحوه. وأما النصارىٰ فليس عندهم من صفة هذا النقل إلا تحريم الطلاق......الخ". ②

یعنی اللہ نے مسلمانوں کو یہ شرف عطا فرمایا ہے کہ ایک ثقہ سے دوسرے ثقہ کے ذریعے اُن کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اگرچہ اتصالِ سند یہودیوں میں ہے لیکن وہ حضرت

---

① علامہ عبد العزیز دباغ "تبریز ترجمہ ابریز: مترجم: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی" ص ۱۱۰، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، س۔ن۔

② مناہل العرفان: ۳۶۹/۱۔۳۷۰

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کے اُتنے قریب نہیں جتنے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے قریب ہیں ۔ بلکہ یہودیوں کا سلسلۂ اتصال حضرت شمعون تک پہنچتا ہے ۔ اسی طرح عیسائی مسئلۂ حرمتِ طلاق کے علاوہ کسی معاملہ میں حضرت عیسیٰ تک اپنی سند پہنچانے میں ناکام ہیں اگرچہ مسئلۂ مذکورہ کی سند میں بھی کئی مجہول راویوں کا ذکر آتا ہے۔

چنانچہ رسمِ عثمانی چونکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی وجہ سے صحابہ ﷺ کے اجماع کے بعد ہم تک پہنچا ہے اِس لیے رسمِ عثمانی کے مطابق مصحف کی قراءۃ براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور اُن کے دیے ہوئے رسم کے موافق ہوگی ۔ نتیجتاً رسمِ عثمانی، قاریٔ مصحف کا سلسلۂ سند، رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔

......اہلِ کتاب کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ:

بعض علماء نے رسمِ عثمانی کے اسرار اور رموز میں قابلِ ذکر بات بیان فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا مذکورہ رسم دراصل اہلِ کتاب کیلئے ایک حجاب اور پردہ کا ذریعہ ہے تاکہ وہ قرآن مجید میں اپنی کتب کی طرح تحریفات کا دروازہ نہ کھول سکیں:

”ومن فوائد الرسم العثمانی ـــ فیما رأی بعض العلماء ـــ أنه حجاب مَنَعَ أهل الکتاب أن یقرء وه علی وجهه دون موقّف. وأصحاب هذا الرأی یقصدون أنَّ القرآن سلم من تحریف أهل الکتاب وهو ما لم تسلم منه الکتب الدینیة قبله“. ①

لہٰذا رسمِ عثمانی، امتِ مسلمہ کیلئے انعامِ الٰہی ہے، جس کے ذریعے غیر شعوری طور پر قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام ہر وقت موجود رہا ہے۔

---

① لبیب السعید: الجمع الصوتی: ص ۳۰۶؛ الدمیاطی البنا: اتحاف فضلاء البشر: ص ۱۰

Marfat.com

فصل سوم

رسمِ عثمانی کا نشو وارتقاء:
پہلی صدی ہجری سے تا حال
رسمِ عثمانی پر لکھی گئی کتب کا تعارف

پوری نوعِ انسانی کسی ایسی کتاب کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس کی حفاظت و صیانت کیلئے نسل در نسل قربانیوں اور محنتوں کا لا متناہی سلسلہ موجود ہو اور جس کتاب کی قراءت و تجوید، احکام و معانی کے بیان اور کلمات و حروف کی کتابت کے لحاظ سے لاتعداد تصنیفات موجود ہوں۔ اللہ رب العزت نے یہ شرف فقط قرآن مجید کو عطا فرمایا ہے، جس کے متعلق مصنّفات کا شمار تو درکنار اس کے علوم کا احصاء بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ کائنات پر طلوع ہونے والا سورج ہر نئے دن کے ساتھ قرآنی علوم کے کسی نہ کسی گوشہ کی طرف نشاندہی کرتا نظر آتا ہے۔

جملہ علومِ قرآنیہ کا مدار قرآنی نص پر ہے اور نصِ قرآنی کا اولین معیار رسمِ مصحفِ عثمانی ہے۔ بایں وجہ علماء وائمہ نے مصحفِ عثمانی کے ہر کلمہ کے ہجاء کے متعلق جزوی اور مستقل ابحاث رقم فرمائیں تاکہ قیامت تک لکھے جانے والے مصاحف حرف بحرف اور کلمہ بکلمہ، اِن مصاحف کے مطابق تیار کیے جاسکیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھوا کر امصارِ اسلامیہ کی طرف روانہ فرمائے تھے۔

رسمِ مصحفِ عثمانی کے متعلق تالیفات کی اس غیر معمولی تعداد کا سب سے بڑا محرک اس کا صحتِ قراءات کیلئے معیار بن جانا ہے، اسی وجہ سے نہ صرف علمائے رسم نے اس کے احکام وقواعد بیان فرمائے بلکہ ائمہ قراءات کو بھی اس کی توضیح وتشریح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قراءات پر لکھی گئی اوّلین تصنیفات بھی رسمِ عثمانی کے قواعد و حِکم اور اس کے اصول و مبانی

Marfat.com

پر محتوی ہیں۔ لہٰذا مصاحفِ عثمانیہ، کلمات کے طریقہ رسم اور ان کلمات کے ہیئتِ کتابت کے لحاظ سے، آئندہ لکھے جانے والے مصاحف کیلئے ایک معیار قرار دیے گئے۔

یہ بات واضح ہے کہ رسم مصحف کے متعلق اولین روایات انہی ائمہ سے مروی ہوں گی جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کی تعلیم کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ ہم مختصراً پہلے ائمہ رسم اور پھر رسمِ مصحف کے متعلق مصنّفات کا ذکر کرتے ہیں:

امصارِ اسلامیہ میں اجلّہ علمائے رسم:

1. مدینہ منورہ:

۞...... عبدالرحمٰن بن ہرمز الأعرج ؒ (م ۱۱۷ھ): علامہ دانی ؒ کے مطابق اہلِ مدینہ نے، رسم کے رموز وقواعد کے متعلق روایات اِنہی سے حاصل کی ہیں جو بعد میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہے۔①

۞...... نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم ؒ (م ۱۶۹ھ): امام ذہبی ؒ اور ابن الجزری ؒ نے مدینہ منورہ میں امامِ رسم کے طور پر نافع ؒ کا ذکر کیا ہے۔ امام نافع ؒ معروف قراءِ سبعہ میں سے ایک ہیں، انہوں نے سات تابعین سے قراءات حاصل کیں②۔ امام نافع ؒ کو روایاتِ رسم کا معتمد علیہ امام قرار دینے کی کئی وجوہات ہے، مثلاً: وہ مدینہ میں پیدا ہوئے، عمر کا لمبا عرصہ وہیں گزارا اور لوگوں میں سب سے زیادہ قراءات کا علم رکھنے والے تھے③۔ اور

---

① الدانی: المقنع فی رسم مصاحف الامصار: ص ۴۴

② الذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م ۷۴۸ھ): **معرفة القراء الكبار على الطبقات والاعصار**: ۸۹/۱، ط۱، دارالکتب الحدیثیہ، قاہرہ، ۱۹۶۹ء؛ ابن الجزری ؒ: **غاية النهاية فی طبقات القراء**: ۲۳۰/۲، مکتبہ خانجی، مصر، ۱۹۳۲ء

③ الذہبی: معرفة القراء: ۹۰/۱

Marfat.com

بالخصوص اہلِ مدینہ کو عطا کردہ مصحفِ عثمانی آپ کے زیرِ تصرف رہا۔ مصحفِ مذکور کے کثرتِ مطالعہ کی بنیاد پر روایاتِ رسم کا حقیقی مبداء حضرت امام نافع ؒ کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ ابن الجزریؒ نے امام نافع ؒ کے چھیالیس تلامذہ کا ذکر کیا ہے جن میں سے اکثر رسم مصحف کے ماہر تھے۔①

- ...... سلیمان بن مسلم بن جمازؒ (م ۱۷۰ھ)۔②
- ...... اسماعیل بن جعفر المدنیؒ (م ۱۸۰ھ)۔③
- ...... عبداللہ بن وہبؒ (م ۱۹۷ھ)۔④
- ...... الغازی بن قیس الاندلسیؒ (م ۱۹۹ھ)۔⑤
- ...... عیسیٰ بن مینا قالونؒ (م ۲۲۰ھ)۔⑥

2. علماءِ بصرہ:

- ...... عاصم بن ابی الصباح الجحدریؒ (م ۱۲۸ھ)۔⑦
- ...... معلّٰی بن عیسیٰ البصری الورّاقؒ۔ امام عاصم کے شاگرد تھے۔⑧

---

① ابن الجزریؒ: غایة النهایة: ۲/ ۲۳۰۔۲۳۱

② ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ص ۴۶

③ الدانی: المقنع: ص ۱۱۲

④ نفس المصدر: ص ۱۱۶؛ الزبیدیؒ: ابوبکر محمد بن الحسن (م ۳۷۹ھ): **طبقات النحويين واللغويين** : ص ۲۷۶، مکتبہ خانجی مصر، ۱۹۵۴ء

⑤ الدانی: المقنع: ص ۵۴

⑥ نفس المصدر: ص ۲۳

⑦ نفس المصدر: ص ۱۴۷ اور ۵۴۔

⑧ نفس المصدر: ص ۱۴۱ اور ۷۷؛ ابن الجزریؒ: غایة النهایة: ۲/ ۳۰۴

Marfat.com

❁...... ابوعمرو بن العلاءؒ (م۱۵۴ھ)۔①

❁...... ایوب بن المتوکلؒ (م۲۰۰ھ)۔②

❁...... یحیٰ بن المبارک الیزیدیؒ (م۲۰۲ھ)۔③

❁...... خالد بن خداشؒ (م۲۲۴ھ)۔④

3. علماء کوفه :

❁...... ابوعمارة حمزة بن حبیب الزیاتؒ (م۱۵۶ھ)۔⑤

❁...... علی بن حمزہ الکسائیؒ (م۱۸۹ھ)⑥

❁...... عبداللہ بن ادریس الاودیؒ (م۱۹۲ھ)۔⑦

❁...... علی بن زید بن کیسةؒ (م۲۰۲ھ)۔⑧

❁...... یحیٰ بن زیاد الفراء الکوفیؒ (م۲۰۷ھ)۔⑨

❁...... خلف بن ھشام ابومحمد البرازؒ (م۲۲۹ھ)۔⑩

---

① الدانی: المقنع: ص۴۰ اور ۴۳

② نفس المصدر: ص۴۶

③ نفس المصدر: ص۱۲۵ اور ۴۱

④ نفس المصدر: ص۴۳

⑤ نفس المصدر: ص۷۵؛ ابن ابی داوٗد: کتاب المصاحف: ص۵۱

⑥ ابن ابی داوٗد: کتاب المصاحف: ص۵۷

⑦ المقنع: ص۴۶

⑧ نفس المصدر: ص۷۵

⑨ نفس المصدر: ص۱۱۴

⑩ نفس المصدر: ص۴۵

Marfat.com

۞......ابو جعفر محمد بن سعدان الضریرؒ (م ۲۳۱ھ)۔①

4.شام کے ائمہءِ رسم :

۞......حضرت ابوالدرداء عویمر بن زید الانصاریؓ (م ۳۲ھ): دمشق کے عہدۂ قضاۃ پر مامور تھے اور ملکِ شام میں قراءات کے امام تھے۔ شام کی طرف بھیجا جانیوالا مصحفِ عثمانی آپ کے زیرِ تصرف رہا اور اہل شام سے رسم کے متعلق مروی روایات کا مبداء بھی آپ ہی ہیں۔②

۞......عبداللہ بن عامرؒ (م ۱۱۸ھ)۔ حضرت ابوالدرداء کے تلمیذ ہیں۔③

۞......یحیٰ بن الحارث الذماریؒ (م ۱۴۵ھ)۔ قراءت و رسم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عامرؒ سے استفادہ کیا۔ ④

۞......ھشام بن عمارؒ (م ۲۴۵ھ)۔ اپنے زمانہ میں شام کے امام الرسم رہے۔⑤

دائرۂ اسلام میں شامل بڑے بڑے امصارِ اسلامیہ میں مذکورہ بالا ائمہءِ رسم سے کلماتِ مصحف کے طریقہءِ رسم کے متعلق روایات مروی ہیں ان کے علاوہ ابو حاتم بن محمد السجستانی (م ۲۵۰ھ) اور ابن مجاہد (م ۳۲۴ھ) مکہ میں رسم کے امام تھے۔⑥

---

① نفس المصدر: ص ۷۹

② ابوعبید القاسم بن سلاّم البغدادی الہرویؒ (م ۲۲۴ھ): فضائل القرآن: ص ۳۸

③ الدانی: المقنع: ص ۱۰۶ اور ۱۱۴

④ نفس المصدر: ص ۵۶

⑤ نفس المصدر: ص ۵۶

⑥ نفس المصدر: ص ۲۰، ۳۸، ۱۰۵

Marfat.com

تالیفاتِ علم الرسم العثمانی:

رسمِ مصحف کے متعلق مصنّفہ کتب کے ذکر سے قبل دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے: اوّل۔ یہ کہ اِن تمام تالیفات کا مصدرِ اصلی مصاحفِ عثمانیہ ہیں اور رسمِ کلمات کے متعلق مروی روایات کی صحت بھی مصاحفِ مذکورہ کی روشنی میں متعین ہوسکتی ہے۔ دوم۔ یہ کہ تالیفاتِ رسم کا سب سے بڑا سبب کلماتِ مصحف کے ھجاء اور صورتوں کی کثرت ہے جن کی وضاحت کی خاطر ایک بڑا سرمایہ اس موضوع پر موجود ہے۔ جیسا کہ ابن خلدون نے اس بات کی نشاندہی اِن الفاظ میں کی ہے:

"......ھو أن کثیر من ھجاء الکلمات فی المصحف قد جاء علیٰ اکثر صورۃٍ". ①

مصاحف کی کتابت اور لوگوں میں اِن کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے اِن ھجاء کے قواعد مدوّن کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اسی مقصدِ جلیل کی خاطر بصرہ اور کوفہ میں نحوی ابحاث نے جنم لیا اور دونوں شہروں کے علماء نے مصاحفِ عثمانیہ کو سامنے رکھتے ہوئے، آسان ترین کتابت کے اصول وضع فرمائے۔ چونکہ قراءات کی صحت وشذوذ کا معیار رسمِ مصحف عثمانی پر تھا بایں وجہ ہر قاریٔ قراءت نے رسم کی بحث کو ضروری سمجھتے ہوئے اپنی تالیف میں شامل فرمایا۔ نتیجتاً رسم پر تالیفات کی ایک غیر معمولی تعداد اسلامی ورثہ کا حصہ بن گئی۔ اِن تالیفات کا تذکرہ صدی ہجری کے لحاظ سے پیشِ خدمت ہے:

---

① ابن خلدون: ۱/۷۹۱

☆......پہلی صدی ہجری:

پہلی صدی ہجری میں رسمِ مصحفِ عثمانی کے متعلق کسی مستقل تصنیف کا وجود اسلئے مشکل ہے کیونکہ اِس زمانہ میں صحابہ کرام کی ہستیاں رشد و ہدایت کا مرکز ومحور تھیں اور مصاحفِ عثمانیہ کے ساتھ بھیجے گئے قرّاء بھی موجود تھے۔لیکن پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ایک تصنیف کا ذکر علامہ دانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ابوالاسود الدئلیؒ (م ٦٩ھ) نے رسم کے قواعد ور موز وضع کرتے ہوئے تصنیف رقم فرمائی؛

"......فروينا أن المبتدئ بذلك كان ابو الاسود الدئلي، وذلك أنه اراد أن يعمل كتابا فى العربية يقوّم الناس به ما فسد من كلامهم". ①

☆......دوسری صدی ہجری:

رسمِ مصحف پر باقاعدہ تصنیف وتالیف کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ابن الندیم نے اس صدی ہجری میں مندرجہ ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے②؛

▪۱ كتاب اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق :بلادِشام کے امام، عبداللہ بن عامر الیحصبیؒ (م ۱۱۸ھ) کی تصنیف ہے۔③

▪۲ مقطوع القرآن وموصوله :یہ بھی عبداللہ بن عامرؒ کی تصنیف ہے۔④

---

① ابن الندیم: الفہرست: ص ۳٦

② المرجع السابق

③ المرجع السابق

④ المرجع السابق

Marfat.com

٤۔ هجاء المصاحف: عبداللہ بن عامر الیحصبیؒ کے تلمیذ یحیٰ بن الحارث الذماریؒ (م ۱۴۵ھ) نے لکھی۔ ①

٥۔ مقطوع القرآن وموصوله: ابن ندیم نے اس کو حمزہ بن حبیب الزیاتؒ (م ۱۵۶ھ) کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ ②

٦۔ اختلاف مصاحف اهل المدينة وأهل الكوفة وأهل البصرة: حمزہ بن حبیبؒ کے بعد کوفہ میں قرأت کے امام، علی بن حمزہ الکسائیؒ (م ۱۸۹ھ) کی تصنیف ہے۔

امام کسائی کی طرف مزید دو کتابیں منسوب ہیں؛

٧۔ كتاب الهجاء: ③

٨۔ مقطوع القرآن وموصوله: ④

٩۔ هجاء السنة: اس کو الغازی بن قیس الاندلسیؒ (م ۱۹۹ھ) نے تالیف کیا۔ آپ امامِ مدینہ نافع بن ابی نعیم (م ۱۶۹ھ) کے تلمیذ تھے۔ مذکورہ کتاب میں رسمِ مصحف کے متعلق، اہلِ مدینہ سے مروی روایات منقول ہیں ⑤۔ غازی بن قیسؒ نے، امام نافعؒ کے مصحف کے ساتھ، اپنے مصحف کی تیرہ مرتبہ تصحیح کی ⑥۔

بعض مورخین نے خلیل بن احمد الفراہیدیؒ (م ۰۷ھ) اور ابو اسحٰق ابراہیم بن یحیٰ

---

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ یاقوت الحموی: ابوعبداللہ بن عبداللہ شہاب الدین (م ۶۲۶ھ): **معجم الادباء (ارشاد الأريب إلى معرفة الأديب)**: ۲۰۳/۱۳، مکتبہ عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۸ء

④ الذھبیؒ: معرفۃ القراء: ۱۰۶/۱

⑤ الدانی: المقنع: ص ۲۶

⑥ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۲/۲

بن المبارک الیزیدیؒ (م ۱۲۵ھ) کی طرف بھی کتب منسوب کی ہیں لیکن ان کے نام ذکر نہیں کیے ①۔

☆......تیسری صدی ہجری:

۱۰۔اختلاف أهل الكوفة والبصرة والشام فی المصاحف : یحیٰ بن زیاد الفراء الکوفیؒ (م ۲۰۷ھ) کی تصنیف ہے۔اس میں کتابتِ عربی کے متعلق بنیادی روایات بھی منقول ہیں ②۔

۱۱۔فضائل القرآن ومعالمه وأدبه : امام ابوعبید القاسم بن سلّام (م ۲۲۴ھ) کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے جس میں ''اختلاف اھل الامصار'' کے نام سے مستقل فصل موجود ہے ③۔

۱۲۔كتاب فی اختلاف المصاحف : خلف بن ھشامؒ (م ۲۲۹ھ) کی روایات کا مجموعہ ہے ④۔

۱۳۔ابوالمنذر نصیر بن یوسف النحویؒ (م ۲۴۰ھ)، امام کسائی کے اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے امام کسائی سے قراءات حاصل کیں اور رسمِ مصحف کے امام مشہور ہوئے۔ان کی طرف بھی تصنیف منسوب ہے جس میں ائمہ سابقین کی روایات موجود ہیں ⑤۔

---

① الدکتورہ ابتسام مرہون الصفار: **معجم الدراسات القرآنیہ** :ص ۲۸، مطابع جامعۃ الموصل، بغداد، ۱۹۸۴ء

② ابن الندیم: الفہرست: ص ۳۶

③ امام ابوعبید القاسم بن سلّام: فضائل القرآن: ص ۹۳

④ ابن الندیم: الفہرست: ص ۳۶

⑤ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۳۴۰/۲؛ الذھبی: معرفۃ القراء: ۱۷۵/۱

Marfat.com

۱۴۔ هجاء المصاحف :رسم کے متعلق مروی روایات پر مشتمل یہ تصنیف محمد بن عیسیٰ الأصبہانیؒ (م۲۵۳ھ) کی ہے ①۔

۱۵۔ اختلاف المصاحف :ابوحاتم سہل بن محمد السجستانیؒ (م۲۵۵ھ) کی تصنیف ہے ②۔

۱۶۔ الهجاء: نامی کتاب بھی امام ابوحاتمؒ کی طرف منسوب ہے ③۔

۱۷۔ هجاء المصاحف :احمد بن ابراہیم الورّاقؒ (م۲۷۰ھ) کی تالیف ہے ④۔

☆......چوتھی صدی ہجری:

۱۸۔ كتاب المصاحف :ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ (م۳۱۶ھ) کی تصنیف ہے۔ کتابِ مذکور میں جمعِ قرآن ،کتابتِ مصاحف ،اختلافِ مصاحف وغیرہ پر مفصل روایات منقول ہیں ⑤۔

۱۹۔ الهجاء: روایاتِ رسم اور علوم القرآن کی ابحاث پر مشتمل یہ کتاب ابوبکر محمد بن القاسم بن بشار الانباریؒ (م۳۲۷ھ) کی تصنیف ہے ⑥۔

---

① الذهبی: معرفۃ القراء: ۱/۱۸۱

② ابن الندیم: الفہرست: ص ۵۹

③ المرجع السابق

④ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۱/۳۴

⑤ دیکھئے: کتاب المصاحف۔ کتاب المصاحف کی استنادی حیثیت اور صاحبِ کتاب کے متعلق علماء کی آراء کیلئے ملاحظہ ہو: د۔ اسماعیل سالم عبدالعال: **المستشرقون والاسلام**: ص ۲۷ تا ۴۳: رابطۃ العالم الاسلامی، مکہ مکرمہ، ۱۹۹۰ء

⑥ ابن الندیم: الفہرست: ص ۷۵

Marfat.com

۳۰۔الرد علیٰ من خالف مصحفِ عثمان :ابوبکر محمد بن القاسمؒ ہی کی تصنیف ہے①۔

۳۱۔ایضاح الوقف والابتداء فی کتاب اللّٰہ عزّوجلّ :یہ بھی الانباریؒ کی تصنیف ہے②۔

۳۲۔اللطائف فی جمع ھجاء المصاحف :ابوبکر محمد بن الحسنؒ (م۳۵۴ھ) کی تصنیف ہے۔ جو ابن المقسم العطار المقریؒ کے نام سے مشہور ہیں③۔

۳۳۔المصاحف: نامی کتاب بھی ابن مُقسم کی طرف منسوب ہے④۔

۳۴۔المحبر: ابوبکر محمد بن عبداللہ بن اشتہ الاصبہانیؒ (م۳۶۰ھ) کی تصنیف ہے۔ جس کے متعلق علامہ ابن الجزریؒ کے الفاظ یہ ہیں: ''کتاب جلیل یدل علی عظم مقدارہ''⑤۔

۳۵۔علم المصاحف: یہ بھی ابن اشتہ کی تصنیف ہے⑥۔

۳۶۔الھجاء: ابوبکر بن الحسین بن مہران النیسابوریؒ (م۳۸۱ھ) کی تصنیف ہے⑦۔

اس کے علاوہ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مجاہد (م۳۲۴ھ)، ابوالحسن احمد بن جعفر بن المنادیؒ (م۳۳۴ھ)، ابوالحسن علی بن احمد بن بشر الانطاکیؒ (م۳۷۷ھ) اور ابوالحسن علی بن

---

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ یاقوت الحموی: معجم الادباء: ۱۸/۱۵۳

④ ابن الندیم: الفہرست: ص۳۲

⑤ ابن الجزری: غایۃ النہایۃ: ۲/۱۸۴

⑥ المرجع السابق

⑦ ابن الجزریؒ: **النشر فی القراء ات العشر**: ۲/۱۲۸، مطبعۃ مصطفیٰ محمد، مصر، س۔ن۔

Marfat.com

عیسیٰ الرمانیؒ (م۳۸۴ھ) نے بھی 'اختلافِ مصاحف' اور 'ھجاءِ کلمات' کے متعلق کتب تصنیف فرمائی ہیں①۔

☆......پانچویں صدی ہجری:

۲۷۔هجاء المصاحف الأمصار :ابوالعباس احمد بن عمار المهدوی (م۴۳۰ھ) کی تالیف ہے②۔

۲۸۔هجاء المصاحف :مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسیؒ (م۴۳۷ھ) کی تالیف ہے جو کہ دو اجزاء پر مشتمل ہے③۔

۲۹۔البديع في هجاء المصاحف :ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن معاذ الجُہنیؒ (م۴۴۲ھ) کی تصنیف ہے④۔

۳۰۔المقنع في رسم مصاحف الأمصار :ابوعمرو عثمان بن سعید الاموی الدانی المعروف بابن الصیرفی الامام الحافظ شیخ المشائخ المقرئینؒ (م۴۴۴ھ) کی مایہ ناز تصنیف ہے۔المقنع کے نام سے معروف یہ کتاب رسمِ مصحف کی علل و رموز اور اختلافِ مصاحف پر سب سے بنیادی اور معتبر ذریعہ ہے۔علامہ دانیؒ نے اس کے علاوہ بھی رسم پر اکثر کتب تالیف فرمائیں۔جیسا کہ ابن الجزریؒ فرماتے ہیں؛''فقد الف فيه كتباً عدة''⑤۔

① د۔ابتسام: معجم الدراسات القرآنیہ: ص۳۸

② ابن خیر: ابوبکر محمد بن خیر بن عمر الاشبیلیؒ (م۵۷۵ھ): **فهرسة ما رواه عن شيوخه**: ص۴۳، ط۱، المکتب التجاری، بیروت، ۱۹۶۳ء

③ یاقوت الحموی: معجم الادباء: ۱۹/ ۱۷۰

④ فؤاد سیزگین: تاریخ التراث العربی: ۱/ ۱۷۰

⑤ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۱/ ۵۰۳

Marfat.com

رسمِ مصحف کی علتوں اور حکمتوں پر مبنی اپنی ایک اور تالیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ دانیؒ کے الفاظ ہیں؛"......وعلل ذلك مبنية في كتابنا الكبير" ①۔اس کے علاوہ علامہ دانیؒ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں؛

۳۱۔ الإقتصاد:②۔

۳۲۔ كتاب النقط:③۔

۳۳۔ المحكم في نقط المصاحف :علامہ دانی کی اس تصنیف کو مطبوعاتِ وزارۃ الثقافۃ والاعلام دمشق نے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا④۔

۳۴۔ تلخيص المتشابه في الرسم :ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (م ۴۶۳ھ) کی تصنیف ہے⑤۔

۳۵۔ التلخيص والترتيب بتلخيص المتشابه في الرسم :نامی کتاب بھی علامہ خطیب بغدادیؒ کی طرف منسوب ہے⑥۔

۳۶۔ السبل المعارف إلى رسم المصاحف :ابومحمد عبداللہ بن سہل بن یوسف (م ۴۸۰ھ) کی تصنیف ہے⑦۔

---

① الدانی: المقنع: ص ۳۰

② نفس المصدر: ص ۸؛ ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۱/۵۰۵

③ کتاب النقط، المقنع کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

④ د۔ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیۃ: ص ۳۶۲

⑤ یاقوت الحموی: معجم الادباء: ۴/۱۹

⑥ د۔ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیہ: ص ۲۹

⑦ عمر رضا کحالۃ: معجم المؤلفین: ۶/۶۲، المکتبۃ العربیۃ، دمشق، ۱۹۵۷ء

Marfat.com

۳۷۔کتاب التبیین لهجاء التنزیل : چھ جلدوں پر مشتمل یہ تصنیف، علامہ دانیؒ کے شاگرد، سلیمان بن نجاح ابوداؤد بن ابی القاسم الاندلسیؒ (م۴۹۶ھ) کی ہے①۔

☆......**چھٹی صدی ہجری:**

۳۸۔اللطائف فی رسم المصاحف : ابوالعلاء الحسن بن احمد بن الحسن الہمدانی العطارؒ (م۵۶۹ھ) کی تصنیف ہے②۔

۳۹۔قصیدة الرائیة (عقیلة أتراب القصائد فی أسنی المقاصد : القاسم بن فیرُّہ بن خلف الشاطبیؒ (م۵۹۰ھ) کا مشہور زمانہ قصیدہ، شاطبیہ کے نام سے معروف ہے۔اس میں المقنع کے بعض مسائل کو منظوم شکل میں ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار اس پر دلالت کرتے ہیں؛

وهاكَ نظم الذی فی مقنع عن أبی
عمرو، وفيه زيادات فطب عُمُرا ③

مذکورہ بالا قصیدہ پر کثیر تعداد میں شروح لکھی گئی ہیں۔مطبعة الطوخی مصر نے ۱۳۰۲ھ میں پہلی بار شائع کیا④۔

---

① الذہبی: معرفة القراء: ۳۶۵/۱

② ابن الجزری: النشر: ۱۲۸/۲

③ ابن القاصح: ابوالبقاء علی بن عثمان بن محمد (م۸۰۱ھ): تلخیص الفوائد وتقریب المتباعد فی شرح العقیلة أتراب القصائد: ط: مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۴۹ء

④ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیة: ص ۲۹

Marfat.com

☆......ساتویں صدی ہجری:

۴۰۔ من أحسن ما ألف في ذلك: الشیخ ابوطاہر العقیلی اسماعیل بن ظاہرؒ (م۶۲۳ھ) کا مختصر رسالہ ہے جس میں رسمِ مصحف پر لکھی گئی کتب اور اُن کے طریقہ کار جائزہ لیا گیا ہے①۔

۴۱۔ رسوم خط المصاحف: شیخ عقیلیؒ ہی کی تصنیف ہے②۔

☆......آٹھویں صدی ہجری:

۴۲۔ مورد الظمآن في حكم رسم القرآن: محمد بن محمد بن ابراہیم ابوعبداللہ الشریشی الخرازؒ (م۷۱۸ھ) کا شہرۂ آفاق قصیدہ ہے③۔ مورد الظمآن پر کثیر تعداد میں شروحات لکھی گئی ہیں۔

۴۳۔ رسالة القرآن الكريم وما وقع فيه من النزاع وبيان الحق: امام ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) کا یہ رسالہ، رسم کے متعلق نہایت اہم ہے اور اس میں تجمیم و تنقیط کی شرعی حیثیت کو متعین کیا گیا ہے۔ دہلی سے ۱۳۴۴ھ میں شائع ہو چکا ہے④۔

۴۴۔ روضة الطرائق في رسم المصاحف: برہان الدین ابراہیم بن عمر الجعبریؒ (م۷۱۸ھ) کی تالیف ہے۔ یہ منظوم شکل میں ہے⑤۔

---

① ابن الجزری: غایة النہایة: ۱/۱۶۵

② د۔ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیة: ص۲۹

③ ابن الجزری: غایة النہایة: ۲/۲۳۷

④ د۔ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیة: ص۲۹

⑤ المرجع السابق

Marfat.com

۴۵۔ کشف الاسرار فی رسم مصاحف الامصار: محمد بن محمود بن محمد بن احمد الشیرازیؒ (م ۷۸۰ھ) نے لکھی①۔

۴۶۔ البرھان فی علوم القرآن: بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر الزرکشیؒ نے اپنی اس کتاب میں رسمِ مصحف سے متعلق سیر حاصل ابحاث ذکر کی ہیں②۔

☆......نویں صدی ہجری:

ساتویں تا نویں صدی ہجری کے دورانیہ کو اگر دورِ شروح کہا جائے تو مناسب ہوگا کیونکہ اس دور میں علمائے متقدمین کی تصنیفات پر بڑی تعداد میں شروح لکھی گئیں اور ان پر حواشی وتعلیقات کا سلسلہ شروع ہوا، ان میں موردالظمآن اور قصیدۃ الرائیۃ سرفہرست ہیں۔ ان شروحات میں سے اکثر ابھی تک طبع نہیں ہوسکیں، ان کا ذکر انشاء اللہ ہم آئندہ صفحات میں مخطوطات کی فہرست میں کریں گے۔

۴۷۔ تنبیہ العطشان: الشیخ حسین بن علی بن طلحہ الرجراجیؒ کی تصنیف ہے جس کی تکمیل ۸۴۲ھ میں ہوئی③۔

☆......دسویں صدی ہجری اور اس کے بعد کی تصنیفات:

۴۸۔ الاتقان فی علوم القرآن: علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کی مشہور تصنیف میں بھی رسم کی چند اہم مباحث شامل ہیں④۔

---

① المرجع السابق

② الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن: ۱/۳۷۶ تا ۴۳۰

③ د۔ ابتسام: معجم الدراسات القرآنیۃ: ص ۳۵۹

④ دیکھیے: الاتقان فی علوم القرآن:

Marfat.com

۴۹۔لطائف الاشارات لفنون القراءات :ابوالعباس احمد بن محمد القسطلانیؒ (م۹۲۳ھ) کی تصنیف ہے۔

دسویں صدی ہجری کے بعد رسم کے موضوع پر بے شمار تالیفات اور شروح منظر عام پر آئیں لیکن یہ سب کسی نہ کسی لحاظ سے علمائے متقدمین کی ابحاث کا ملخص یا پھر ان کی تفصیل تھیں، کیونکہ تصنیفاتِ متقدمہ میں کلمات کے ھجاء اور اس کے رسم کے طریقہ کار کا عنصر غالب نظر آتا ہے اور اسی کے رموز و علل اور صوَرِ کلمات پر ابحاث لکھی گئیں جس میں کسی اضافے کے لحاظ سے مابعد کی تصنیفات مفقود نظر آتی ہیں۔لیکن اس کے علاوہ رسمِ مصحف کے متعلق شرعی ابحاث مثلاً: رسمِ عثمانی کے التزام و عدمِ التزام، توقیف و عدمِ توقیف کے مسائل میں ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔حروفِ تہجی کی بنیاد پر ان کتب کی فہرست دکتورہ ابتسام مرہون الصفار نے اپنے مقالہ ① میں پیش کی ہے جو کہ حسبِ ذیل ہے:

۵۰۔البیان المفید فی رسم خط القرآن المجید :احمد عزۃ البغدادی (۱۸۵۹ء۔۱۹۳۳ء) کی اس تصنیف کو عبد الرحیم محمد علی کی تحقیق کے ساتھ مطبعۃ النعمان، نجف (عراق) نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا②۔

۵۱۔تاریخ القرآن و غرائب رسمہ :مشہور عربی خطاط طاہر عبد القادر الکردی کی تصنیف ہے۔علی محمد الضباع نے تحقیق کی ہے اور مکتبہ البابی الحلبی قاہرہ نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا ③۔

۵۲۔تاریخ القرآن والمصاحف :موسیٰ جار اللہ کی یہ تصنیف ''عقیلۃ اتراب

---

① د۔ابتسام:معجم الدراسات القرآنیۃ:ص۳۵۵تا۳۶۳

② نفس المصدر:ص۳۵۵

③ دیکھئے:تاریخ القرآن

القصائد'' کے ساتھ المطبعۃ الاسلامیہ، تبرسورغ سے ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی①۔

۵۳۔ تاریخ المصحف الشریف :عبدالفتاح القاضی کی تصنیف ہے۔ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ نے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا②۔

۵۴۔ تنبیہ الخلاف علی الاعلان بوجوب اتباع رسم المصحف الامام :عبدالواحد بن عاشر الاندلسی (م ۱۰۴۰ھ) کی یہ تالیف دلیل الحیران کے ساتھ طبع ہوئی اور المطبعۃ العمومیۃ مصر نے ۱۳۲۶ھ میں شائع کیا③۔

۵۵۔ حُجَّۃ اللّٰہ علیٰ خلیقتہ فی بیان حقیقۃ القرآن وحکم کتابتہ وترجمتہ :محمد نجیب المطیعي کی اس تصنیف کو المطبعۃ الیوسفیہ قاہرہ نے ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں شائع کیا④۔

۵۶۔ حکم اتباع الرسم العثمانی، فوائدہ وعللہ :ابراہیم عطوۃ عوض کا یہ مقالہ مجلہ منبر الاسلام نے پہلی بار ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء میں شائع کیا⑤۔

۵۷۔ حول مصاحف الأمصار :محمود خلیل الحضری کا یہ مقالہ بھی مذکورہ مجلّہ نے ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء کو شائع کیا⑥۔

۵۸۔ رسم المصحف والاحتجاج بہ فی القراء ات :عبدالفتاح شلبی کی یہ

---

① معجم الدراسات القرآنیۃ: ص ۳۵۷

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۵۸

④ المرجع السابق

⑤ المرجع السابق

⑥ نفس المصدر: ص ۳۵۹

Marfat.com

تصنیف قاہرہ سے ۱۹۶۰ء میں مکتبہ نہضۃ کے اہتمام سے شائع ہوئی ①۔

۵۹۔ سور القرآن فی مصحف عثمان :عبدالمتعال الصعیدی کا یہ مقالہ مجلّہ الازہر نے ۱۳۶۶ھ کو طبع کیا②۔

۶۰۔ القرآن فی عہد عثمان رضی اللہ عنه :عبداللہ محمود شحاتۃ کا یہ مقالہ مجلّہ منبر الاسلام نے ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں شائع کیا③۔

۶۱۔ ماھو سبب اختلاف الائمة فی کتابة القرآن :محمود النواوی کا مقالہ مذکورہ مجلّہ نے ۱۳۹۱ھ میں شائع کیا④۔

۶۲۔ مصاحف الامصار وعظم عناية هذه الأمة بالقرآن الكريم فی جميع الادوار :محمد زاہد الکوثری کا یہ مقالہ مجلّہ اسلام نے شائع کیا⑤۔

۶۳۔ المصاحف الكريمة فی صدر الاسلام :اسامۃ النقشبندی کا یہ مقالہ مجلّہ سومر نے بارہویں جلد میں ۱۹۵۶ء کو شائع کیا⑥۔

کتبِ مذکورہ کے علاوہ بھی چند اہم کتب منظرِ عام پر آ چکی ہیں؛

۶۴۔ ارشاد القراء والكاتبين الى معرفة رسم الكتاب المبين :مصنّفہ: ابوعبید رضوان بن محمد بن سلیمان المخلّاتیؒ (م ۱۳۱۱ھ)؛

---

① ملاحظہ ہو: **رسم المصحف والاحتجاج به فی القراءات** :عبدالفتاح شلبی: مکتبہ نہضۃ قاہرہ، ۱۹۶۰ء

② نفس المصدر: ص ۳۶۰

③ نفس المصدر: ص ۳۶۱

④ نفس المصدر: ص ۳۶۲

⑤ نفس المصدر: ص ۳۶۳

⑥ المرجع السابق

۶۵۔اللؤلؤ المنظوم : للشیخ المتولی محمد بن احمد بن الحسنؒ (م۱۳۱۳ھ)؛اس کی شرح ۶۶۔الرحیق المختوم فی شرح اللؤلؤ المنظوم : کے نام سے شیخ حسن بن خلف الحسینیؒ نے لکھی①۔

التزامِ رسم عثمانی کے متعلق ہندوستان سے اٹھنے والے سوالات واعتراضات کا جواب الشیخ محمد بن علی بن خلف الحسینیؒ (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء) نے ۶۷۔ارشاد الحیران الی معرفة ما یجب اتباعه فی رسم القرآن : کے نام سے دیا۔اسی طرح مختلف سوالات کے جوابات الشیخ محمد بن حبیب اللہ الشنقیطیؒ (م۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) نے ۶۸۔ایقاظ الإعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الإمام : کی صورت میں دیے②۔

چودھویں صدی ہجری کے معروف علمائے رسم میں سیّد برکات بن یوسف عریشہ الھورینی سرِفہرست ہیں جنہوں نے ۶۹۔الجوھر الفرید فی رسم القرآن المجید : کے نام سے تصنیف رقم فرمائی۔اسی صدی ہجری میں شیخ ابوزیدؒ کی ۷۰۔فتح الرحمٰن وراحة الکسلان ؛شیخ عبدالرحمٰن محمد ہواش کی ۷۱۔تشحیذ الأذهان فی رسم آیات القرآن؛ اور شیخ علی محمد الضباع کی ۷۲۔سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین سرِفہرست تصنیفات ہیں③۔۷۳۔نثر المرجان فی رسم نظم القرآن علامہ ناصرالدین ارکاٹی کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔اس کتاب کی جدید طباعت وقت کی اہم ضرورت ہے۔

---

① الزرقانی: مناہل العرفان: ۳۶۲/۱

② غانم قدوری الحمد: رسم المصحف: ص۱۸۴، ط۱، جامعہ بغداد، ۱۹۸۲ء

③ نفس المصدر: ص۱۸۵

Marfat.com

مذکورہ بالا تالیفات ،رسمِ عثمانی کی اُمہات الکتب کا درجہ رکھتی ہیں ورنہ علوم القرآن پر لکھی گئی ہر تصنیف میں متعلقاتِ رسم پر بحث موجود ہے۔ہم اپنی اس بحث کا خاتمہ ترتیبِ ہجائی کے لحاظ سے ان مخطوطات کے تذکرہ پر کرتے ہیں جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں؛

☆......**مخطوطات:**

الأبحاث الجميلة فى شرح العقيلة :برہان الدین ابراہیم الجعبریؒ (م ۷۳۸ھ) کا یہ مخطوط جامعۃ الازہر میں موجود ہے جس کا نمبر (۲۳۱) ۲۲۲۴۴ ہے①۔

ارجوزۃ فی رسم المصحف :محمد متولّی (۱۳۱۳ھ) کا یہ مخطوط رقم (۱۹۰) ۱۶۲۲۸ کے تحت الازہر میں موجود ہے②۔

ارشاد القراء والكاتبين الى معرفة رسم الكتاب المبين :ابو عبید رضوان بن محمد (م ۱۳۱۱ھ) کی تصنیف کا ذکر گزر چکا ہے۔اس کا مخطوط المكتبة التيمورية میں رقم ۶۵ کے تحت موجود ہے③۔

اشارة الالحاظ فى علم ما يرسم من الالفاظ (ارجوزة فى الرسم) :یوسف المدنی الحسینی کی تصنیف الازہر میں (۲۸۱) ۲۲۲۸۸ کے تحت موجود ہے④۔

---

① ملاحظہ ہو: د۔ابتسام: معجم الدراسات القرآنیۃ: ص ۳۶۵

② نفس المصدر: ص ۳۶۷

③ المرجع السابق

④ نفس المصدر: ص ۳۶۸

Marfat.com

٭ ترتیب الحنبلي فی رسم القرآن الجلي :علامہ حنبلیؒ کا مخطوطہ التیموریۃ میں رقم ۴۱۰ پر موجود ہے①۔

٭ تغرید الجمیلة لمنادمة العقیلة :برہان الدین الجعبریؒ کا یہ رسالہ، الازہر میں ۴۸۵۴ (۸۲) ۱۶۲۱۵ (۱۷۷) رقم پر موجود ہے②۔

٭ تقیید علی مورد الظمآن فی الرسم :شقرون الوھرانی کا مخطوط، تیموریہ میں ۲۱۳ رقم پر موجود ہے③۔

٭ جامع الکلام فی رسم مصحف الإمام :مصنفِ مجہول کی یہ تصنیف، الازہر میں (۳۰۰) ۳۲۳۰۷ پر موجود ہے④۔

٭ جمیلة أرباب المراصد فی شرح عقیلة أتراب القصائد فی أسنی المقاصد للشاطبیؒ :ابراہیم الجعبریؒ کا یہ مخطوط 'الاوقاف' (عراق) میں رقم ۲۳۷، الازہر میں ۲۳۷ ۲۲۲۴ پر اور معہد المخطوطات (مصر) میں رقم ۲۹ کے تحت موجود ہے⑤۔

٭ الجوھر الفرید فی رسم القرآن المجید :ابن عریشہ الہوریؒ کی یہ تصنیف خزانۂ تیموریہ میں رقم ۲۶ پر موجود ہے⑥۔

---

① نفس المصدر: ص ۳۷۰

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۷۱

④ المرجع السابق

⑤ نفس المصدر: ص ۳۷۲

⑥ المرجع السابق

Marfat.com

خلاصة الرسوم فی ضبط الكلمات القرآنية :عثمان بن حافظ رحمٰن نے یہ رسالہ ۱۱۵۳ھ میں لکھا جو کہ الازہر میں ۶۲۳۱ رقم پر محفوظ ہے①۔

الرحيق المختوم فی نثر اللؤلؤ المنظوم :الحسن بن خلف کا یہ مخطوط الخزانۃ التیموریۃ میں رقم ۴۹۰ پر موجود ہے②۔

رسالة فی أقسام القرآن ومرسوم خطه وكتابته :علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کا یہ رسالہ الاوقاف میں ۲۲۸۱۱/۲۴ پر محفوظ ہے③۔

رسالة فی بيان من كتب المصاحف اوّلاً :رسالہ مذکور کے مصنف کا علم نہیں ہوسکا اور عراقی اوقاف کی نگرانی میں رقم ۲۷۶۹/۴۸ پر موجود ہے④۔

رسالة فی بيان قواعد رسم المصحف العثمانی :مصنف مجہول کا یہ رسالہ التیموریۃ میں رقم ۱۷۶ کے تحت موجود ہے⑤۔

رسالة فی الرسم :مصنف مجہول کی یہ تصنیف الخزانۃ التیموریۃ میں رقم ۲۲۶ پر موجود ہے⑥۔

رسالة فی الرسم :اسی نام سے ایک اور مجہول کی طرف منسوب یہ رسالہ الازہر میں رقم (۲۸۱) ۲۲۸۸ پر موجود ہے⑦۔

---

① المرجع السابق
② نفس المصدر: ص ۳۷۳
③ المرجع السابق
④ نفس المصدر: ص ۳۷۴
⑤ المرجع السابق
⑥ المرجع السابق
⑦ المرجع السابق

رسالة فی رسم بعض کلمات القرآن تلیها رسالة القراء ات والرسم :بابابن بانیدہ نامی مصنف کا یہ رسالہ الازہر میں رقم (۹۷) ۶۲۳۱ کے تحت داخل ہے①۔

رسالة فی رسم المصحف :علامہ الدانیؒ کا یہ رسالہ الاوقاف میں ۲۴۰۵/۳ پر موجود ہے②۔

اسی نام سے ایک اور مخطوط الازہر میں بھی موجود ہے جس کا رقم (۱۶۳) ۴۰۴۵ ہے جبکہ اس کے مصنف کا علم نہیں③۔

رسالة فی رسم المصحف :ابراہیم بن محمد بن عبدالرحمٰن الاندلسیؒ نے یہ رسالہ ۱۰۹۷ھ میں لکھا جو کہ معہد المخطوطات العربیة (مصر) میں رقم ۳۷ کے تحت محفوظ ہے④۔

روضة الطرائف فی رسم المصاحف(منظومة) :علامہ جعبریؒ کا یہ مخطوط تیموریہ میں رقم ۵۷۱، جبکہ معہد المخطوطات میں رقم ۱۴۱ پر موجود ہے⑤۔

زبدة البیان فی رسوم مصاحف عثمان :مصنف مجہول کا یہ مخطوط مکتبہ صوفیاء میں رقم ۴۵ پر موجود ہے⑥۔

---

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۷۵

④ المرجع السابق

⑤ المرجع السابق

⑥ المرجع السابق

Marfat.com

الطارف والطریفة فی رسم المصاحف العثمانیة الشریفة: حسین بن السید الاماسي (اا ویں ھ) کا مخطوط الازہر میں (۲۸۱) ۲۲۸۸ رقم پر موجود ہے①۔

الصنائع (ذکر فیھا الصنائع التی التزمھا فی مصحف کتبہ بنفسہ): محمد بن محمود السمر قندیؒ کا مخطوط الخزانۃ التیموریۃ میں رقم ۳۴۵ کے تحت موجود ہے②۔

فائدة فی رسم المصحف: مصنف مجہول، التیموریۃ میں رقم ۳۶۲ پر موجود ہے③۔

فتح المنان بمورد الظمآن فی رسم القرآن: ابن عاشر ابو عبداللہ محمد بن محمد (م ۱۰۴۰ھ) کی تصنیف شکلِ مخطوط میں مراکش کے شہر رباط میں رقم ۱۰۔ا۔۸ اور تیموریۃ میں رقم ۲۱۵ پر موجود ہے④۔

الفرائد: عبدالعاطي التکروری کے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ رسالہ التیموریۃ میں رقم ۳۹۹ پر موجود ہے⑤۔

فی النقط: اِس عنوان کے ساتھ سترہ (۱۷) مخطوطات، معہد المخطوطات العربیۃ مصر میں موجود ہیں۔ جو اِن مصنفین کی طرف منسوب ہیں: ابن الانباریؒ (م ۳۲۸ھ)؛ ابن اشتہؒ (م ۳۶۰ھ)؛ ابن السراجؒ (م ۳۱۶ھ)؛ ابن مجاہدؒ (م ۳۲۴ھ)؛

---

① المرجع السابق

② المرجع السابق

③ نفس المصدر: ص ۳۷۹

④ نفس المصدر: ص ۳۸۰

⑤ المرجع السابق

Marfat.com

ابواسحٰق الزیادیؒ(م ۲۴۹)؛ابو اسحٰق ابراہیم الیزیدیؒ(م ۲۲۵ھ)؛ ابو الاسود الدئلیؒ (م۶۹ھ)؛ابوعبدالرحمٰن الیزیدیؒ(م۲۳۷ھ)؛احمد بن جعفر المنادیؒ(م۳۳۴ھ)؛الخلیل بن احمد الفراہیدیؒ(م۱۷۰ھ)؛علی بن عیسیٰ الرمانیؒ(م۳۸۴ھ)؛علی بن محمد الانطاکیؒ(م ۳۷۷ھ)؛محمد بن عیسیٰ الاصبہانیؒ(م۲۵۳ھ)؛یحیٰ بن المبارک الیزیدیؒ(م۲۲۷ھ)اور ابوحنیفہ احمد بن داؤد الدینوریؒ(م۲۸۲ھ)①۔

- مقدمة فی رسم الکلمات القرآنیة وضبطها وعدد آي القرآن الکریم :المخلاتیؒ رضوان بن محمد(م۱۳۱۱ھ) کا مخطوط،الازہر میں رقم (۱۳۰) کے تحت موجود ہے②۔
- واضحة المبهوم فی علم الرسوم : محمد بن خلیل بن عمر القشیری الاربلیؒ کی یہ تصنیف الخزانة التیموریة میں رقم ۴۴۷ پر موجود ہے③۔
- الهبات السنیة العلیة علی ابتیات الرائیة فی الرسم : علی بن سلطان مُلّا علی قاری الہرویؒ(م۱۰۱۴ھ) کا رسالہ شکلِ مخطوط میں الخزانة التیموریة میں رقم ۲۳۶ پر موجود ہے④۔

مذکورہ بالا مخطوطات اگر زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ فنِ رسم کے محققین و متعلقین کیلئے ایک گرانقدر سرمایہ مہیا ہوگا۔

☆......☆......☆

---

① نفس المصدر:ص۳۲۸۰ تا ۳۸۲

② نفس المصدر:ص۳۸۳

③ نفس المصدر:ص۳۸۴

④ نفس المصدر:ص۳۸۵

Marfat.com

باب پنجم

رسمِ عثمانی کا تشریعی مقام

Marfat.com

فصل اول

رسمِ عثمانی کی توقیفیت

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ رسمِ عثمانی کے امتیاز کی بنیادی وجہ اس کے وہ اختلافات ہیں جو رسمِ قیاسی واملائی کے مقابلہ میں منقول ہیں۔ بالفاظِ دیگر انہی اختلافات نے رسمِ قرآنی اور رسمِ قیاسی کے راستے جدا جدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ جب دونوں طریقہ ہائے کتابت میں فرق اور اختلاف ظاہر ہوا تو ان کی تحقیق وتفتیش ایک لازمی امر تھا۔ نتیجتاً یہ بحث پیدا ہوئی کہ کیا رسمِ قرآنی منجانب اللہ ہے اور کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ ایک کلمہ قرآن مجید میں کسی حرف کے حذف اور دوسرے مقام پر کسی حرف کی زیادتی کے ساتھ لکھا جائے؟ اِسی بحث کا دوسرا زاویۂ نگاہ یہ تھا کہ اہلِ عرب چونکہ اپنے رسم الخط کے لحاظ سے ارتقائی دور میں تھے چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اُس وقت کے رائج رسم کے ساتھ ہی قرآن کی کتابت کی۔ بالفاظِ دیگر عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ بسا اوقات کسی کلمہ سے کوئی حرف حذف یا زیادہ کر دیتے تھے۔ دریں اثناء علماء نے کسی ایک راستہ کی افضلیت وفوقیت کی وجوہ تلاش کرنا شروع کیں جس سے رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک مستقل بحث معرضِ وجود میں آئی۔

متأخرین علماء میں مناع القطان ①، طاہر بن عبد القادر الکردیؒ ②، عبد الوہاب حمودہؒ ③، ڈاکٹر غانم قدوری الحمد ④ اور حافظ احمد یارؒ ⑤ وغیرہم نے رسمِ عثمانی کے غیر توقیفی

---

① مباحث فی علوم القرآن: ص ۱۴۷

② تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۹۸

③ القراءات واللہجات: ص ۱۰۰

④ رسمِ مصحف: ص ۲۰۳

⑤ قرآن وسنت چند مباحث (۱): ص ۷۶

Marfat.com

ہونے کے موقف کو اختیار کیا ہے۔ اس نظریہ اور موقف کی بنیاد علامہ ابن خلدون کا وہ اقتباس ہے جو انہوں نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے:

"ولا تلتفتن فی ذلک إلی ما یزعمه بعض المغفّلین من أنهم کانوا محکمین لصناعة الخط، وأن ما یُتخیل من مخالفة خطوطهم لأصول الرسم لیس کما یُتخیّل، بل لکلها وجه......الخ". ①

"بعض غافل لوگوں کی طرح اس بات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے کہ وہ (صحابہ) فنِ کتابت پر عبور رکھتے تھے اسی طرح یہ بات بھی ناقابل التفات ہے کہ ان کے کتابی اختلافات کا تعلق اصولِ رسم سے ہے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہر ایک اختلاف کے پیچھے کوئی وجہ موجود ہے......"۔

اس کے علاوہ اِس نظریہ میں دلیل کے طور پر پیش کیا جانے والا قاضی ابوبکر الباقلانی ؒ کا حسبِ ذیل اقتباس ہے:

"وأما الکتابة فلم یفرض الله علی الأمة فیها شیئا، إذ لم یأخذ علی کُتّاب القرآن وخُطّاط المصاحف رسماً بعینه دون غیره أوجبه علیهم وترک ما عداه، إذ وجوب ذلک لا یدرک إلا بالسمع والتوقیف. ولیس فی نصوص الکتاب ولا مفهومه أن رسم القرآن وضبطه لا یجوز إلا علی وجه مخصوص وحد محدود لا یجوز تجاوزه، ......الخ". ②

---

① مقدمہ ابن خلدون: ۱/۴۲۷ وما بعد

② مناہل العرفان: ۱/۳۷۳-۳۷۴

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ نے کتابت میں سے کوئی چیز امت پر فرض نہیں فرمائی اسی لیے قرآن کو لکھنے والے اور مصاحف کے خطاطین نے کسی معین رسم کو اختیار نہیں کیا۔ کیونکہ کسی رسم کا وجوب سماعی وتوقیفی نہیں اور نہ ہی کتاب اللہ کی کسی نص سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کسی نص سے اس کا مفہوم نہیں نکلتا کہ قرآنی رسم اور اس کی پابندی کسی مخصوص جہت پر لازمی ہے۔

جمہور علماءِ سلف کے اقوال کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے رسمِ قرآنی (عثمانی) کے ثبوت اور فقہی اصولوں کی روشنی میں رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے پر دلائل پیشِ خدمت ہیں:

رسمِ عثمانی کا نظریہ توقیف:

'توقیف' وقف سے ہے بمعنی ٹھہراؤ۔ یعنی اوضاعِ رسمی کا موجد کوئی کاتبِ وحی نہیں۔ یا یہ لفظ 'وقوف' بمعنی شعور و تعلیم سے ہے یعنی یہ تمام رسم امر مشروع ہے۔ شارع ﷺ کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں ہے ①۔ جمہور علماءِ رسم وقراءات اور فقہاءِ اسلام کا موقف یہ ہے کہ رسمِ عثمانی توقیفی ہے یعنی اس کے کلمات کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ ﷺ سے توقیفاً ثابت ہے۔ ڈاکٹر لبیب السعید توقیف کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''أنه يتوقف على السماع من رسول الله ﷺ، وليس للعقل فيه مجال''. ②

یعنی یہ (رسم) رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی بناء پر توقیفی ہے اور اس میں عقل کا کوئی دخل نہیں۔

---

① التھانوی: اظہار احمد، الاستاذ الجلیل (م ۱۴۱۲ھ): **ایضاح المقاصد شرح عقیلة اتراب القصائد فی علم الرسم**: ص ۱۰، قراءات اکیڈمی، لاہور۔ س۔ ن

② الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۳

علامہ طاش کبریٰ زادہؒ رسم کی توقیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وما زال هذا الرسم سنة متبعة إلى يومنا هذا، وإلى أن يرث الله الأرض ومن عليها لا يخضع للتغيير أو التبديل وذلك لأن (رسوم الهجاء تتغير جرياً على سنة التطور، وتختلف في تغيرها من زمن إلى زمن بل من شعب إلى شعب، فصيانة لكتاب الله من عبث العابثين، وإغلاقاً لباب التغيير فيه، وإحداث ما ليس منه أصبح هذا الرسم العثماني مقدساً لا يمسّ". ①

یعنی یہ رسم آج تک قابل اتباع سنت رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے تغیر وتبدل کا ارادہ کرے حالانکہ ہجاء کی کتابت سالوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی اور مختلف زمانوں میں ایک قوم سے دوسری قوم تک منتقلی میں مختلف ہوجایا کرتی ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اعدائے قرآن کی تحریفات سے حفاظت کی خاطر کتاب اللہ میں ہر قسم کی تبدیلی یا کسی قسم کی اضافت کا دروازہ ہی بند کردیا۔ بایں وجہ رسم عثمانی کو یہ قابل احترام مقام ملا جس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

صفحۂ ہستی پر کلام اللہ کا آغازِ نزول بھی اِس عقدہ کو حل کرنے کیلئے مددگار ثابت ہوتا ہے جب اوّل ترین وحی ہی علم وقلم کے دستور وقانون کے ساتھ نازل ہوئی۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ابنِ فارسؒ رسم کے توقیفی اور منجانب اللہ ہونے کے دعویدار ہیں:

"نقوله ان الخط توقيفي لقوله تعالىٰ: عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ○وقال تعالىٰ: نٓ○وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ". ②

① مفتاح السعادۃ:۲/۲۲۵

② المجمع الصوتی الاول:ص۲۹۳.....مقدمہ افضل الدرر:ص۴.....المقری اظہار احمد التھانویؒ:ایضاح المقاصد:ص۱۱

المقری قاری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ، لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے کہ نوشت وخواند تمام پیغمبروں کا عمل رہا ہے، اس میں حضرت ادریس یا حضرت ہود، یا حضرت آدم علیہم السلام ہی کی خصوصیت نہیں لہٰذا علماءِ روایت کا یہ کہنا: '' القرآن قد کتب کلہ بامرہ واملائہ ﷺ'' (قرآن مجید آپ ﷺ کے حکم سے اور املاء کرانے سے مرتب ہوا ہے) کوئی تعبیر مجازی نہیں، سیدھا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ آپ ﷺ کے حکم سے لکھا گیا اور اس کے رسم وانشاء بھی آپ ﷺ کے فرمان سے ہوئی''۔ ①

علامہ شیخ محمد بخیت اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''قرآن کا رسم الخط کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق ہے لہٰذا توقیفی ہے''۔ ②

✦...... رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رسمِ قرآنی کا تقرر:

مسلمانوں کیلئے رسمِ قرآنی کا بطور ماثور التزام ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی موجودگی میں کاتبین کو وحی املاء کرواتے تھے۔ گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی رسم کو نافذ فرمایا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں پورے قرآن مجید کی کتابت کی۔ لہٰذا سنت تقریری کے ذریعے اس رسمِ قرآنی کا ثبوت ظاہر ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر لبیب السعید رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کے متعلق رقمطراز ہیں:

''وللمسلمین فی وجوب التمسک بالرسم القرآنی المأثور حجج......أن النبی ﷺ کان لہ کتاب یکتبون الوحی،

---

① ایضاح المقاصد: ص ۱۱ا و ۱۲ا

② راغب الطباخ: **تاریخ افکار وعلومِ اسلامی**: ۱۲۳، مترجم: افتخار بلخی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۶۸ء

وبحضرته كتبوه كلّه بهذا الرسم.....و كأن النبی ﷺ قد أقرّ هذا الرسم". ①

یعنی مسلمانوں کے لیے ماثور رسمِ قرآنی کی اتباع کے لئے کئی دلائل ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ایک سے زائد کاتبین وحی تھے جنہوں نے آپ کی موجودگی میں اسی رسم کے ساتھ پورا قرآن لکھا گویا کہ آپ ﷺ نے اس رسم کو مقرر کر دیا۔

علامہ ابوطاہر السندیؒ رسم کی توقیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"إن هذا الرسم الذی کتب به الصحابة القرآن الکریم حظي بإقرار الرسول ﷺ، وإتباع الرسول ﷺ واجب علی الأمة". ②

یعنی رسول اللہ ﷺ کے تقرر کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ نے اسی رسم میں قرآن مجید کی کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع امت پر واجب ہے۔

حضرت احمد بن مبارکؒ کا اپنے شیخ علامہ عبدالعزیز دباغؒ سے رسمِ عثمانی کی توقیفیت کی بابت سوال اور ان کا جواب کچھ اس طرح ہے:

"میں نے دریافت کیا کہ کلام اللہ کی اس طریق پر کتابت کا صدور (کہ بعض حروف کو باوجودیکہ پڑھا نہیں جاتا مگر لکھا جاتا ہے) آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہوا ہے یا حضراتِ صحابہ ؓ کی طرف سے؟ فرمایا: آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کو اسی طریق پر قرآن مجید لکھنے کا حکم فرمایا..... قرآن مجید کا یہ رسم الخط توقیفی ہے اور بارگاہِ نبوت سے اس کی تعین ہوئی ہے، نہ حضرات صحابہ ؓ سے اس میں بال برابر دخل ہے نہ کسی اور کا۔ اور

---

① الجمع الصوتی الاول: ص۲۹۶

② صفحات فی علوم القراءات: ص۱۸۱

آنحضرت ﷺ ہی نے امر فرمایا کہ فلاں کلمہ میں فلاں حرف کا اضافہ ہوا اور فلاں کلمہ میں حرف کی کمی۔ کہ اس اضافہ وکمی میں وہ اسرار پوشیدہ ہیں جن تک عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی''۔①

ایک اور استفسار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر میں نے عرض کیا کہ مانا قرآن مجید کا رسم الخط توقیفی ہے مگر مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر قیاسی رسم پر قرآن مجید کو لکھا جائے اور مثلاً الف زائدہ کو حذف کر دیا جائے تو آخر اس میں حرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کلام اللہ میں بہت کچھ اسرار ہیں اور کتابت کو بھی ان اسرار میں دخل ہے۔لہٰذا جس نے توقیفی رسم کے موافق الف زائدہ وغیرہ کو قائم رکھتے ہوئے الفاظِ قرآنی لکھے تو اس نے اسرارِ کلامِ الٰہیہ کا حق ادا کیا اور جس نے اس کو چھوڑ کر قیاسی رسم کے موافق الفاظ لکھے تو اُس نے بعض اسرار کو چھوڑ دیا اور ایسا ہوا گویا کہ اپنی طرف سے الفاظ لکھ رہا ہے نہ کہ وہ الفاظ''۔②

ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''میں نے کہا کہ اگر یہ رسم الخط توقیفی ہے اور بذریعہ وحی کے مامور ہے تو الفاظ قرآن کی طرح یہ بھی بطریقِ تواتر منقول ہونا چاہیے تاکہ نہ اختلاف باقی رہے اور نہ شک وشبہ۔ حالانکہ اس فن کی تمام کتابوں سے ثبوت ملتا ہے کہ رسم الخط خبرِ واحد کے ذریعہ منقول ہے۔ اور اسی لئے اس میں اختلاف بھی ہوا، ورنہ کیسے ممکن ہے کہ امت محمدیہ وحی الٰہی کا ذرا سا حصہ بھی ضائع

---

① مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ: تبریز (ترجمہ) ابریز: ص۱۱۰ و ۱۱۱

② نفس المصدر: ص ۱۱۵

Marfat.com

کرے؟ فرمایا: امت نے وحیِ الٰہی کو بال برابر بھی ضائع نہیں کیا اور الحمد للہ قرآن مجید بلحاظ الفاظ اور بلحاظ رسم الخط ہر طرح محفوظ ہے۔ کہ اہلِ عرفان نے جن کو عینی مشاہدہ کی بصیرت حاصل ہے رسم الخط کو محفوظ رکھا (اور لوحِ محفوظ کی کتابت سے) بال برابر بھی فرق نہ آنے دیا اور ان کا ادراک جو مشاہدہ و معائنہ سے حاصل ہوا ہے، خبرِ واحد سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے"۔ ①

احمد کمال عادل نے بھی رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے پر عمدہ بحث رقم کی ہے۔ خلاصہ کے طور پر لکھتے ہیں:

"فخلاصة القول: أن الرسم العثمانی ظفر بإقرار الرسول وإجماع الصحابة ثم إجماع الأمة والأئمة المجتهدين وأجمعت الأربعة على ذلک، وبه قال النيسا بوری والبيهقی". ②

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسمِ عثمانی رسولِ کریم کے تقرر اور صحابہ کرام، امت، مجتہدین اور ائمہ اربعہ کے اجماع کے بعد قابل اتباع قرار پایا۔

بعض علماء نے ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن میں یہ وضاحت ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام ؓ کو کتابت کے طُرق اور اِس کی تحسین کے ذرائع سکھاتے تھے:

"بل هناک ما يدل على أنه ﷺ كان يرشدهم إلى طريقة الكتابة ومن ذلک قوله ﷺ لمعاوية بن ابی سفيان رضی الله

---

① نفس المصدر: ص ۱۱۶

② علوم القرآن: ص ۵۴...... توقیف کے بارے میں علامہ ابن الجزری کے الفاظ ہیں کہ: "وتلقوه من النبی ﷺ حرفا حرفا، لم يهملوا منه حركة ولا سكونا ولا اثباتا ولا حذفاً، ولا دخل عليهم فی شيئ منه شک ولا وهم، وكان منهم من حفظ كله ومنهم مَن حفِظ اكثره، ومنهم مَن حفظ بعضه، كل ذلک فی زمن النبی ﷺ". ﴿النشر: ۶/۱﴾

عنهما: ((ألق الدواة، وحرف القلم، وانصب الباء، وفرق السين، ولا تعور الميم، وحسن الله، ومد الرحمن، وجود الرحيم، وضع قلمك على أذنك اليسرىٰ، فإنه أذكر لك ①))وهذا يدل على أن الرسم توقيفي، وليس للصحابة فيه اجتهاد، فيجب على الأمة اتباعه وعدم مخالفته". ②

یعنی کئی ایک دلائل ایسے ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ ﷺ امورِ کتابت میں صحابہ کرام کی راہنمائی کرتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو ارشاد فرمایا کہ دوات ڈالو، قلم کی نوک بناؤ، باء کو کھڑا لکھو، سین کے دندانے بناؤ، میم کو ٹیڑھا مت کرو، لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو، رحمٰن کو لمبا کرو، رحیم کو عمدہ بناؤ اور اپنا قلم اپنے بائیں کان پر رکھو گے تو یہ تمہیں زیادہ یاد دلائے گی۔ یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ رسم توقیفی ہے اور اجتہادِ صحابہ کو اس میں کوئی دخل نہیں چنانچہ اس رسم کی اتباع امت پر واجب اور اس سے اختلاف ممنوع ہے۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ اُمّی ہونے کی وجہ سے قراءۃ وکتابت سے ناواقف تھے تو رسمِ قرآنی کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی امیت سے استدلال کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وہی قرآن عطا فرمایا جو کہ لوحِ محفوظ میں مرقوم ومرسوم ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فقط حفظاً تو قرآن دے دیا جائے لیکن اُس کے رسم وکتابت سے رسول اللہ ﷺ ناآشنا رہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی اُمّیت کے بارے میں علامہ ابن خلف الحسینی رقمطراز ہیں:

---

① السیوطیؒ: الدر المنثور: ۱/۱۰

② صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۷

Marfat.com

"فمن جهة الفتح الربانی : کان النبی ﷺ یعرف القراء ة والکتابة ویعرف أکثر منهما". ①

ابن خلفؒ کے علاوہ علامہ بغویؒ، ابوذر ہرویؒ، ابوالفتح نیشاپوریؒ، ابوالولید باجیؒ اور سمنانیؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبل از بعثت نوشت وخواند سے واقف نہیں تھے لیکن بعداز بعثت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو واقفیت عطا فرمائی۔ ②

✦...... اشارۃ النص سے رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کا ثبوت:

اصولیین کے نزدیک کسی بھی حکم منصوص کی چار وجوہ ہیں: اوّلاً: اُس پر قرآن یا حدیث کی واضح عبارت موجود ہو، ثانیاً: اُس عبارت سے کوئی ایسا اشارہ ملے جس سے اس حکم کا ثبوت لازم آئے، ثالثاً: کوئی نص اس حکم پر دلالت کرے اور رابعاً: نص، ثابت حکم کی صحت کا تقاضا کرے۔ انہی چار وجوہ کو بالترتیب عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کہا جاتا ہے۔ جو کہ متعلقاتِ نصوص بھی کہلاتی ہیں۔ جن کی تعریف وتوضیح کتب اصولِ فقہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

نظام الدین الشاشیؒ عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی تعریفات میں لکھتے ہیں؛

"فأما عبارة النص فهو ما سيق الكلام لأجله واُريد به قصداً، وأمّا اشارة النص فهي ما ثبت بنظم النصّ من غير زيادة وهو غير ظاهر من كل وجه ولا سيق الكلام لأجله". ③

---

① ارشاد الحیر ان: ص ۲۷

② ایضاح المقاصد: ص ۱۲...... احمد بن المبارکؒ: ابریز: ص ۱۱۴

③ نظام الدین الشاشی: اصول الشاشی مع احسن الحواشی: ص ۲۸و۲۹، مکتبہ امدادیہ ملتان، س۔ن...... ملاجیون احمد بن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی: نور الانوار: ص ۱۴۷، ایچ۔ایم سعید کمپنی، کراچی۔س۔ن۔

Marfat.com

عبارۃ النص اسے کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس کلام کا مقصود کیا ہے اور یہ کلام کیوں کیا گیا ہے؟ اور یہ غرض اشارۃً معلوم نہ ہو بلکہ صراحۃً اور قصداً معلوم ہو رہی ہو اور یہ صفت تمام نصوص میں پائی جاتی ہے۔ اشارۃ النص اسے کہتے ہیں کہ الفاظِ نص سے ایک شئے اشارۃً مفہوم ہوتی ہو اور متکلم نے اس کے بیان کرنے کو قصد نہ کیا ہو لیکن اس لحاظ سے کہ وہ مفہوم خود بخود ظاہر ہے اسے ظاہر کہیں گے۔ لیکن چونکہ یہ مقصود متکلم نہ تھا اس لئے وہ غیر ظاہری بھی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح کی ایک شخص دوسرے شخص کو دیکھتا ہے جس کی اس کو تلاش تھی لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی کھڑا ہے۔ یہ اسے بھی دیکھ لیتا ہے۔ اول کا دیکھنا مقصود بالذات تھا جو عبارۃ النص ہے اور دوسرے کو دیکھنا مقصود بالذات تو نہ تھا لیکن دیکھنے سے وہ بھی خارج نہ رہا۔ یہ اشارۃ النص ہوا۔ ①

قراءات کے منزل من اللہ ہونے میں اہلِ اسلام کے کسی امام یا فقیہ کا اختلاف منقول نہیں۔ باجماعِ فقہاء قراءات کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے کیونکہ جملہ متواتر قراءات منصوص ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بلحاظِ تواتر، شہرت یا صحت ثابت ہیں۔ قرآنی رسم میں کوئی ایسا لفظ یا کلمہ موجود نہیں جس میں ایک سے زائد قراءات کا احتمال موجود ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس قراءۃ کو اِس رسم میں جمع نہ کیا ہو۔ قرآن کے پورے ذخیرۂ الفاظ میں اس کی ایک مثال کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ جن الفاظِ قرآنی کے رسم میں قراءات کا اجتماع ہوا وہ الفاظ درست ہیں اور اُن کا ایسا ہونا ہی ثابت ہے، مثلاً: لفظ ملک کو اگر مالک لکھا جاتا تو اس سے متواتر قراءۃ مَلِکِ متروک ہوتی۔ لیکن اب یہ قراءۃ اس رسم میں جمع ہے تو گویا قراءۃ کا تواتر اور اس کی سند رسمِ عثمانی کی صحت کی تائید کر رہی ہے بالفاظِ دیگر قرآنی کلمات کے رسم کے صحیح ہونے کی بھی وہی سند ہے جو صحتِ

---

① مولانا قاری حبیب الرحمٰن صدیقی: اصولِ فقہ: ص ۱۵۵، قرآن محل، کراچی، س۔ن۔

قراءات کی ہے۔جیسا کہ علامہ کردیؒ، جو کہ رسمِ عثمانی کی توقیفیت کے زبردست مخالف ہیں، بھی لکھتے ہیں کہ

"فالقراءات مأخوذة من النبی ﷺ مشافهة وسماعاً ولیست مستخرجة من رسم المصحف، بل الرسم تابع لها مبنی علیها". ①

یعنی قراءات رسم سے مستخرج ہونے کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے مشافہۃً ثابت اور مسموع ہیں، بلکہ رسم قراءات کے تابع ہے اور قراءات پر مبنی ہے۔

جب رسمِ عثمانی قراءات کے تابع ہے تو متبوع کی تائید سے تابع کی تائید لازم آتی ہے یعنی اگر متبوع سنداً رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو تابع کا ثبوت بھی بعینہٖ ہوگا۔ چنانچہ وہ تمام کلمات والفاظ جن میں ایک سے زائد قراءات کا اجتماع ہے وہ، بلحاظِ رسم، تائیداً درست قرار پائیں گے اور جب رسم کا ایک حصہ اس طرح صحیح اور درست قرار پاتا ہے تو منصوص کہا جاسکتا ہے جبکہ منصوص حکم کے دیگر اجزاء بھی منصوص قرار پاتے ہیں چنانچہ اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قراءات عبارۃ النص جبکہ رسمِ قرآنی اشارۃ النص سے ثابت ہے۔ جو کہ رسمِ عثمانی کے دلائل توقیف میں سب سے مضبوط دلیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

✦...... دورِ صدیقی وعثمانی میں عہدِ نبوی کے مطابق رسمِ قرآنی کا انتخاب:

رسول اللہ ﷺ نے جس انداز اور رسم میں قرآن کی املاء کروائی، صحابہ کرام ؓ کا اس کے خلاف کوئی دوسرا رسم اختیار کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اگر رسمِ قرآن میں حذف وزیادت کی بابت یہ خیال کیا جائے کہ یہ صحابہ کرام ؓ کا اختراع کردہ ہے تو اِس سے بین

① تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحکمه: ص ۱۱۳ و ۱۱۴

الدفتین مجموعہِ قرآن مشکوک ٹھہرتا ہے اور اِس کا مطلب ہے کہ صحابہ کرام ﷡ نے بذریعۂ وحی منزّل من اللہ قرآن میں اُس چیز کو شامل کیا جو وحی سے ثابت نہیں۔ اِس رائے اور موقف سے نہ صرف التباس فی القرآن لازم آتا ہے بلکہ پوری عمارتِ اسلام کی بنیاد ہی غیر مستند اور مشکوک ٹھہرتی ہے۔

علامہ محمد بن علی بن خلف الحسینیؒ اس کی وضاحت اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

”أن أبا بكر كتب القرآن بهذه الهيئة، في صحف، بإشراك الصحابة ورضاهم، ولم يخالفها أحد منهم، وتبعه عثمان، على ملأ من الصحابة ، وبرضاهم ايضاً، ثم لم ينقل أن أحد من التابعين وتابعيهم رأى أن يستبدِل. في العصور التي تقدمت فيها طرائق الكتابة. بالرسم العثماني رسماً محدثاً. وما دام قد انعقد الإجماع على تلك الرسوم فلا يجوز العدول عنها ألى غيرها، إذ لا يجوز خرق الإجماع بوجه......ولئن جوزنا لصحابيّ أن يزيد في كتابته حرفاً ليس بوحي لزمنا أن نجوّز لصحابي آخر نقصاً من الوحي، إذ لا فرق بينهما، وحينئذٍ تنحلّ عقدة الإسلام بالكلية“. ①

یعنی حضرت ابو بکر ﷛ نے ،صحابہ کرام ﷡ کے مشورہ اور رضا سے،قرآن کو اِسی ہیئتِ (نبوی) کے مطابق لکھا اور صحابہ ﷡ میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ ان کے بعد حضرت عثمان ﷛ نے بھی صحابہ ﷡ کے ایک جمِ غفیر اور ان کی رضا کے ساتھ اسی رسمِ مذکور

---

① الحداد: محمد بن علی بن خلف الحسینی: **إرشاد الحيران إلى معرفة ما يجب في رسم القرآن** :مطبعۃ المعاہد بالجمالیۃ، قاہرہ،۱۳۴۲ھ......ابوطاہر السندیؒ: صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۷

کی پیروی فرمائی۔ اِس پر کوئی روایت نہیں کہ صحابہ ﷡ کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی نے اِس رسمِ قرآنی کو اپنے زمانے میں رائج دیگر طریقہ ہائے کتابت کے ساتھ بدلنے کا خیال کیا ہو۔ چنانچہ ہمیشہ اس رسم پر اجماع قائم رہا ہے جس کی بنیاد پر اس کی مخالفت جائز نہیں کیونکہ اِس سے اِجماع کی مخالفت لازم آتی ہے۔ (اگر رسمِ قرآنی کو صحابہ ﷡ کا اختراع قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ) ہم یہ کہیں کہ کسی صحابی نے قرآن میں ایسا حرف شامل کیا جو وحی سے ثابت نہیں تو اس کا لازمی مطلب ہے کہ کسی دوسرے صحابی نے وحی میں کمی بھی کی، کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ تو اس وقت دینِ اسلام کی اساس ہی مکمل طور پر مشکوک ٹھہرتی ہے۔

لہٰذا صحابہ کرام ﷡ کی طرف یہ قول منسوب کرنا کہ انہوں نے قرآن مجید میں ناقص رسم کے تحت کتابت کی جیسا کہ ایک مصری متجدد محمد محمد عبداللطیف نے اپنی کتاب ''الفرقان'' ① میں ایسے ہی اقوال سے اصحابِ پیغمبر کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے، سراسر اسلام دشمنی کے مترادف ہے۔ جبکہ علامہ ابن الجزریؒ نے صحابہ کرام ﷡ کی خدمات کے حوالہ سے امام شافعیؒ کے حسبِ ذیل الفاظ نقل فرمائے ہیں:

[هم] أدوا إلينا سنن رسول الله ﷺ وشاهدوه والوحي ينزل عليه فعلموا ما أراد رسول الله ﷺ عاماً و خاصاً وعزماً وإرشاداً وعرفوا من سننه ما عرفنا وجهلنا وهم فوقنا في كل علم واجتهاد وورع وعقل وأمر استدرك به علم وأستنبط به، وآراؤهم لنا أحمد وأولى بنا من رأينا عند أنفسنا". ②

---

① محمد محمد عبداللطیف: الفرقان: ص ۴۷، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ، ۱۹۴۸ء.....بحوالہ: غانم: رسم المصحف: ص ۲۱۲

② النشر فی القراءات العشر: ۱/۱۷

Marfat.com

یعنی اصحابِ پیغمبر ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو کما حقہ پہنچایا ہے۔ وہ نزولِ وحی کے عینی شاہد تھے لہٰذا وہ کسی حکم کی عمومیت وخصوصیت وغیرہ کو بہتر جانتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی اُن سنتوں اور طریقوں سے بھی واقف الحال تھے جن سے ہم متعارف نہیں۔ اس کی بنیاد پر علم، اجتہاد، خشیت، عقلمندی وغیرہ میں ہم سے بدرجہا بہتر تھے۔ چنانچہ ہماری اپنی رائے کی نسبت، صحابہ کرام ﷺ کی رائے ہمارے لیے قابلِ ستائش اور بہتر ہے۔

قاری رحیم بخش رسم عثمانی کی توقیفیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''اگر رسم توقیفی نہ ہو تو لازم ساتھ آئے گا کہ...... صحابہ ﷺ نے عدمِ واقفیت کے سبب ان کے بغیر لکھ دیا، خود بھی اِن کلمات پر غلط وقف کرتے رہے اور چودہ سو سال سے قرّاءِ امت بھی اسے غلط پڑھتے آئے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے حفاظتِ قرآن کا وعدہ کیا ہے جو عام ہے لہٰذا یہ وعدہ ایک ایک حرف کی حفاظت کو شامل ہے۔ اگر صحابہ ﷺ کی غلطی تسلیم کی جائے تو حفاظت قرآن کا خدائی وعدہ صادق نہیں رہے گا''۔ ①

✦...... بعض کلمات کا مختلف مقامات میں مختلف الرسم ہونا:

رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کی ایک دلیل اس کے مختلف الفاظ کا مختلف مقامات میں دو طریقوں سے لکھا جانا ہے۔ نظام الدین نیسابوریؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وربما کان من دلائل هذه التوقيفية أن الكلمة من القرآن قد

---

① قاری رحیم بخش: الخط العثمانی فی الرسم القرآنی: ص۱۰۱، ط۲، ادارہ نشر واشاعت اسلامیان، ملتان، س۔ن

Marfat.com

تُكتب في بعض المواضع برسم وفي مواضع أخرى برسم آخر، مع أنها هِيَ هِيَ". ①

یعنی رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک کلمہ قرآن میں بعض مقامات میں ایک رسم جبکہ وہی کلمہ دوسرے مقامات پر دوسرے رسم سے لکھا گیا ہے حالانکہ کلمہ ایک ہی ہے۔ مثلاً کلمہ ''بسم'' سورتوں کے آغاز اور دو آیات بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ② اور وَإِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ③ میں الف کے بغیر جبکہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ④ اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ⑤ میں الف کے ساتھ مرسوم ہے۔ اس کی مثالیں گزشتہ باب میں مصاحف کے اختلافی مقامات کے تحت تفصیلاً گزر چکی ہے۔ اگر یہ رسم قیاسی ہوتا تو ہر کلمہ ہر جگہ ایک ہی طرح مرسوم ہوتا اس میں اختلاف نہ رکھا جاتا۔ لہٰذا بعض حکم و مصالح کے تحت یہ رسم بعض مقامات میں مختلف رکھا گیا ہے۔

✦...... عصرِ حاضر کے علماء کا فتویٰ:

تمہیدی حصہ میں علماء وسلف کے اجماع پر مختلف اقوال نقل کیے جا چکے ہیں۔ انہی کی پیروی میں جدید علماء کی اکثریت رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کی قائل ہے۔ اس کا مشاہدہ مجمع اللغۃ العربیۃ مصر کے دسمبر 1960ء میں رسمِ مصحف کی توقیفیت کے متعلق منعقدہ

---

① نظام الدین نیسابوری: الحسن بن محمد الحسین (م ۸۲۸ھ): **غرائب القرآن ورغائب الفرقان**: المقدمۃ السابعۃ: ۳۲/۲ تا ۴۰، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء

② ہود: ۴۱

③ النمل: ۳۰

④ الواقعۃ: ۹۶...... الحاقۃ: ۵۱

⑤ العلق: ۱

Marfat.com

بعض مجالس اور سیمینارز میں کیے گئے اظہارِ خیال سے لگایا جا سکتا ہے:

"عرض مجمع اللغة العربية فی بعض جلساته لرسم المصحف ، فكان الرأي ((الوقوف عند الرسم المعهود ، لأن الرسم العادي عرضة للتغيير والتبديل فی كل عصر ، فلو أبيح هذا لتعدد رسم المصحف ، وكان مظنّة لأن يُعْزَى إليه الإختلاف ، فحفظ القرآن وصونه يعني بقاء رسمه علی الكتبة الأولیٰ))". ①

یعنی رسمِ عثمانی کو توقیفی ماننے ہی میں امت کے اتحاد کے علاوہ کئی مصالح مضمر ہیں کیونکہ دورِ جدید میں ہر رسم اپنی روز افزوں ترقی کے سبب تغیر و تبدّل کا محتاج ہے۔ اسی بنیاد پر اگر ہم متعدد رسومِ مصحف کی اجازت دے دیں تو اس کی وجہ سے قرآنی حفاظت و صیانت میں ایک نا قابلِ یقین مشکل درپیش ہو گی۔ چنانچہ مناسب یہی ہے کہ کتبۂ اولیٰ کے مطابق ہی رسم اختیار کیا جائے۔

---

① الجمع الصوتی الاول: ص ۳۰۲

Marfat.com

فصل دوم

رسمِ عثمانی کا التزام اور اس کی ضرورت واہمیت

Marfat.com

کلماتِ قرآنیہ کا ایک بڑا حصہ تلفظ کے موافق یعنی قیاسی ہے، لیکن چند کلمات تلفظ کے خلاف لکھے جاتے ہیں۔ کیا رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی کے مابین فرق واختلاف باقی رہنا چاہئے؟ یا مصاحف کی کتابت وطباعت میں رسمِ عثمانی کے قواعد وضوابط کی پابندی واجب ہے؟ یہ وہ سوال ہیں جنہوں نے علماءِ رسم کے علاوہ مورخین کے زاویہ فکر کو بنیادی طور پر دو طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ کیونکہ لغتِ عربی اور اس کے رسم الخط سمیت، دنیا کی ہر زبان اپنے تطوّر وارتقاء کا سفر جاری رکھتے ہوئے اپنے اندر کئی تبدیلیوں کی متحمل رہتی ہے اور لازمی نتیجہ کے طور پر اس کا رسم الخط بھی جدّت ونشو کا متقاضی رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں رسمِ قرآنی یا رسمِ عثمانی نے اِس عام مروّجہ 'اصولِ نشو' کی قبولیت سے ہمیشہ توقف کیا ہے۔

قرآنی رسم کی اِسی قدامت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک مکتبہ فکر کے نزدیک رسمِ مذکور میں چونکہ کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں چنانچہ طباعتِ مصاحف میں اِسی کی پابندی لازمی ہے۔ جبکہ اِس کے مقابلہ میں فکر کا ایک زاویہ یہ بھی تھا کہ مرورِ زمان کے ساتھ زبانوں اور ان کے رسوم الخطوط کی تبدیلی کا لوگوں کے مزاج وفہم پر اثر انداز ہونا ایک لازمی امر ہے لہٰذا رسمِ قرآنی کو لوگوں کی آسانی اور مزاج کے موافق بنانے کیلئے قدیم رسمِ قرآنی میں تبدیلی کی گنجائش موجود رکھتے ہوئے رسمِ عثمانی کا التزام ضروری نہیں۔ اِسی سوچ کے حامل بعض افراد نے قدرے اعتدال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِس کی خلاف ورزی کو 'ضروری' کی بجائے صرف 'جائز' قرار دیا۔

گویا رسمِ عثمانی کے التزام وعدمِ التزام کے بارے میں تین مواقف سامنے آئے:

○......رسمِ عثمانی کے عدمِ التزام کا وجوب۔

○......رسمِ عثمانی کے عدمِ التزام کا جواز۔

○......رسمِ عثمانی کے التزام کا وجوب۔

⇦ رسمِ عثمانی کے عدمِ التزام کا وجوب:

اِس نظریہ کے مطابق: مصاحف کے دورِ طباعت و کتابت میں خصوصیاتِ رسمِ عثمانی سے پرہیز کرتے ہوئے عصرِ حاضر میں رسمِ عثمانی کے التزام کی بجائے رائج عربی قواعدِ املاء پر عملدرآمد ہونا چاہئے۔ عوام کیلئے رسمِ عثمانی کے مطابق مکتوب مصاحف میں قراءتِ قرآن کے لحاظ سے کئی مفاسد ہیں جبکہ خواص کیلئے اس کی گنجائش موجود ہے۔

علماءِ سلف میں سب سے پہلے سلطان العلماء العز بن عبد السلامؒ (م۶۶۰ھ) نے اسی موقف کی بنیاد پر رسمِ عثمانی سے پرہیز کرنے کی تلقین کی۔ ①

علامہ العز بن عبد السلامؒ کے اِس موقف کو علامہ قسطلانیؒ ② اور علامہ الدمیاطیؒ ③ کے علاوہ علامہ زرکشیؒ نے اِن الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"قال الشيخ عزالدين بن عبد السلام: لا تجوز كتابة المصحف ــ الآن ــ على الرسوم الأولىٰ باصطلاح الأئمة لئلا يوقع في تغيير الجهال". ④

---

① قاضی عبد الفتاح نے الشیخ حسین والیؒ اور احمد حسن زیاتؒ کو بھی اسی نظریہ کے قائلین میں شمار کیا ہے۔......ملاحظہ ہو: القاضی، عبد الفتاح، تاریخ المصحف الشریف: ص۸۲، مطبعۃ المشہد الحسینی، القاہرۃ

② لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۱/۲۷۹

③ اتحاف فضلاء البشر: ص۹

④ البرہان فی علوم القرآن: ۱/۳۷۹

Marfat.com

یعنی اب قرآن مجید کی کتابت ائمۂ رسم کی اصطلاح والے پہلے رسم الخط پر جائز نہیں کیونکہ اس سے جاہل لوگوں کے سنگین غلطی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

علامہ زرکشی کے موقف کی تحقیق:

الشیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ کے اس قول کو ذکر کرنے کی وجہ سے بعض متاخرین مثلاً علامہ عبدالعظیم الزرقانی ①، ڈاکٹر صبحی صالح ②، ڈاکٹر لبیب السعید ③ اور حافظ احمد یار صاحبؒ ④ نے علامہ بدرالدین زرکشیؒ کو بھی اسی مذکورہ رائے کا قائل قرار دیا ہے جو کہ راقم کے نزدیک درست نہیں۔

درحقیقت مذکورہ مصنفین علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ اور اس پر علامہ زرکشی کے تعقیبی قول اور محاکمہ کے مابین فرق کرنے سے قاصر رہے ہیں اور دونوں اقوال کو ایک ہی سمجھ کر اس پر حکم لگا دیا گیا ہے ⑤۔ علامہ عزالدینؒ کا قول صرف اسی قدر ہے جتنا کہ گزشتہ اقتباس میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کے متصل بعد علامہ زرکشیؒ کے اپنے الفاظ اس طرح ہیں:

"ولكن لا ينبغي إجراء هذا على إطلاقه؛ لئلا يؤدي إلى دروس العلم، وشئ أحكمته القدماء لا يترك مراعاته لجهل الجاهلين؛ ولن تخلو الارض من قائم لله بالحجة". ⑥

یعنی (علامہ عزالدینؒ کے) اس موقف کا اطلاق عمومی طور پر درست نہیں کیونکہ

---

① دیکھئے: مناہل العرفان: ۳۷۸/۱

② مباحث فی علوم القرآن: ص ۲۸۰

③ الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۲

④ قرآن وسنت چند مباحث (۱): ص ۸۴

⑤ غانم: رسم المصحف: ص ۲۰۱

⑥ مرجع سابق

Marfat.com

(مخصوص) جاہلین کے جُہل کی وجہ سے علماءِ سلف کی بیان کردہ حکمتوں کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور اِس پر دلائل کے لحاظ سے بھی کمی نہیں۔

علامہ زرکشیؒ کا مذکورہ قول صراحتاً قولِ اوّل کے خلاف اور متناقض ہے۔ دورانِ طباعت کاتب (Composer) اور مطبع (Press) کیلئے ضروری تھا کہ وہ علامہ زرکشی کے قول کو نئے پیراگراف سے شروع کرتے۔ آئندہ طباعت میں اِس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ لیکن علامہ زرقانیؒ کے حسبِ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ اور علامہ زرکشیؒ کے اقوال میں تفریق کیے بغیر ان کو ایک ہی موقف ومسلک کا قائل شمار کیا ہے۔ جبکہ درحقیقت ایسا نہیں:

"یمیل صاحب التبیان ومن قبله صاحب البرهان، إلى ما یفهم من كلامهم العز ابن عبد السلام، من أنه یجوز بل یجب كتابة المصحف الآن لعامة الناس على الاصطلاحات المعروفة الشائعة عندهم......". ①

مذکورہ صراحت کے بعد یہ کہنا درست ہوگا کہ علامہ زرکشیؒ بھی رسمِ عثمانی کے التزام کے قائلین میں سے ہیں اور انہوں نے علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

جہاں تک علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ کے موقف ومسلک کا تعلق ہے تو وہ مجتہد اور جیّد عالم دین ہونے کے لحاظ سے اپنی رائے کے اظہار کا حق محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ وہ امت کے معاملہ میں تیسیر وسہولت کے قائل تھے۔ جیسا کہ علامہ غانم نے اس کا ذکر کیا ہے:

"ولیس غریبا على الإمام العز مثل هذا الرأي الذی تفرد به فهو

---

① مناہل العرفان: ۳۷۸/۱

Marfat.com

صاحب نظرية المصالح، فالشريعة ((كلها مصالح ، إمّا تدرأ مفاسد أو تجلب مصالح))، وقد أداه اجتهاده أن في مذهبه مصلحة وتيسيراً على الأمة". ①

یعنی امام عزالدین بن عبدالسلامؒ کی انفرادی رائے کی وجہ سے اُن پر اظہارِ تعجب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نظریہ مصالح سے واقف کار ہیں اور شریعت مصالح سے بھرپور ہے خواہ وہ مفاسد کو دور کرنے کا معاملہ ہو یا کسی مصلحت کے حصول کا۔ انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق مصلحت اور امت پر آسانی کے پیش نظر اجتہادی موقف اختیار کیا ہے۔ ورنہ متاخرین علماء میں سے کوئی قابلِ ذکر نام ایسا نہیں جس نے اِس رائے مذکورہ سے اتفاق کیا ہو۔ کیونکہ صحابہ کرام ﷺ کا اتفاق صرف اُسی معاملہ پر ممکن ہوسکتا ہے جو اُن کے ہاں متحقق ہو۔ جیسا کہ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

" ولم يكن ذلك الصحابة كيف اتفق بل على أمر عندهم قد تحقق". ②

چنانچہ رسمِ عثمانی سے پرہیز اور اس کے عدمِ التزام کا نظریہ صرف علامہ عزالدین بن عبدالسلام کے ایک قول کے سہارے پر کھڑا ہے جو کہ علماءِ امت کے اجماع کے مقابلے میں متروک العمل ٹھہرتا ہے۔

⇦ رسمِ عثمانی کا جوازِ عدمِ التزام:

رسمِ عثمانی کے عدمِ التزام کے متعلق پہلے اور دوسرے نظریہ میں وجوب اور جواز کا

---

① رسم المصحف: ۲۰۱

② لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۲۸۵/۱

فرق ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے قاضی ابوبکر الباقلانیؒ نے مستعمل طریقۂ املاء میں مصاحف کی کتابت کے جواز کا فتویٰ دیا۔ ان کے نزدیک: کسی دلیل قطعی سے امت کیلئے کوئی متعین رسم مخصوص ومشروع نہیں کیا گیا۔ علامہ زرقانیؒ نے الانتصار کے حوالے سے قاضی ابوبکر الباقلانیؒ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے اہمیت کے پیش نظر مکمل اقتباس پیش خدمت ہے:

"وأما الكتابة فلم يفرض الله على الأمة فيها شيئا، إذ لم يأخذ على كُتّاب القرآن وخُطّاط المصاحف رسماً بعينه دون غيره أوجبه عليهم وترك ما عداه...... وكان الناس قد أجازوا ذلك وأجازوا أن يكتب كل واحد منهم بما هو عادته، وما هو أسهل وأشهر وأولىٰ، من غير تاثيم ولا تناكر، علم أنه لم يؤخذ في ذلك على الناس حدٌّ مخصوص كما أخذ عليهم في القراءة والأذان. والسبب في ذلك أن الخطوط إنما هي علامات ورسوم تجري مجرى الإشارات والعقود والرموز، فكل رسم دالٌّ على الكلمة مفيدٍ لوجه قراءتها تجب صحته وتصويب الكاتب به على أي صورة كانت. وبالجملة فكل من ادّعى أنه يجب على الناس رسم مخصوص وجب عليه أن يقيم لحجة دعواه". ①

یعنی اللہ تعالیٰ نے کتابت کی بابت امت پر کوئی چیز فرض نہیں کی کیونکہ قرآن کے لکھنے والے اور خطاط حضرات کیلئے کہیں کسی مخصوص رسم کا وجوب ثابت نہیں کہ وہ اسی کو اختیار کریں اور اس کے علاوہ کسی بھی رسم کو ترک کر دیں......لوگوں کو اپنے مروجہ رسوم اور طرز ہائے

① مناہل العرفان: ۱/۳۷۳-۳۷۴

Marfat.com

کتابت میں لکھنے کی آزادی اور اجازت تھی۔ اس میں کسی رسم کا زیادہ آسان، مشہور یا بہتر ہونا وارد نہیں اور نہ ہی کسی رسم کے بارے میں گناہ یا ممانعت وارد ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ لوگوں کو قراءات اور اذان کے برعکس کسی رسم کی تعیین نہیں کی گئی تھی۔ اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ لکھنے کے خط محض اشارات ورموز کے اظہار کی علامات ہوتے ہیں چنانچہ ہر رسم الخط کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی مفید کلمہ پر دلالت کر رہا ہو جو پڑھنے کے قابل ہو یعنی اس کلمہ اور اس کے لکھے جانے کا انداز درست ہونا شرط ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی مخصوص رسم کے وجوب کا دعویٰ کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پختہ دلیل بھی پیش کرے۔

علامہ زرقانی، مذکورہ رائے پر مناقشہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ رائے کئی وجوہ کی بنیاد پر قابلِ استدلال نہیں۔ مثلاً: علامہ باقلانی ؒ کی رائے کے مقابلہ میں سنت اور اجماعِ صحابہ ؓ کے علاوہ جمہور علماء کے اقوالِ التزام موجود ہیں۔ قاضی ابو بکرؒ کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ سنت سے ثابت نہیں تو یہ بھی مردود ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کتابِ وحی کو اسی رسم کا حکم ارشاد فرمایا، جیسے حضرت زید بن ثابت ؓ نے جمعِ ابی بکر ؓ اور پھر جمعِ عثمانی میں اسی رسم کے موافق کتابت کی جو وہ عہدِ نبوی میں استعمال کرتے تھے۔ مذکورہ رائے کے ابطال کی تیسری وجہ اجماعِ صحابہ ؓ کا انعقاد ہے اس کے بعد کسی ممکنہ صورت کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ہم اجماعِ صحابہ ؓ کے خلاف اس کی اجازت دیں۔ ①

علامہ عبدالعزیز دباغ ؒ نے بھی قاضی ابو بکرؒ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا:

''قاضی ابو بکر کا یہ کہنا کہ رسم الخط کے اتباع کا وجوب نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ کلام الرسول سے نہ اجماع سے نہ قیاس سے، (لہٰذا اختیار ہے جس طرح چاہے لکھے) صحیح نہیں ہے۔ کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: جو کچھ بھی تم کو رسول ﷺ دیں

---

① مرجع سابق

Marfat.com

وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز آؤ۔ اور یہ واضح ہو چکا کہ رسم الخط توقیفی ہے، صحابہ ﷺ کی اصطلاح نہیں ہے (لہٰذا رسول ﷺ کا دیا ہوا ہے اور اس کا لینا واجب ہے)۔ اور اگر یہ شبہ کرو کہ حضرتؐ نے اس طریق پر کتابتِ قرآن کا حکم نہیں فرمایا، تو آپ کے زمانہ میں صحابہ ﷺ کا اس طریق پر لکھنا اور حضرتؐ کا اس کو قائم و برقرار رکھنا ہی [سنتِ تقریری کے ذریعے] حکم کے درجہ میں ہے"۔ ①

جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ نے بھی علامہ ابوبکر الباقلانی ؒ کی رائے کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کتابتِ مصحف میں رسمِ عثمانی کے التزام کا حکم دیا:

"أما ما يراه أبو بكر الباقلانى من أن الرسم العثماني لا يلزم أن يتبع فى كتابة المصحف فهو رأي ضعيف. لأن الأئمة في جميع العصور المختلفة درجوا علىٰ التزامه في كتابة المصحف، ولأن سدّ ذرائع انفساد .مهما كانت بعيدة. أصل من أصول الشريعة الإسلامية التي تبني آلأحكام عليها وما كان موقف الأئمة من الرسم العثماني إلا بدافع هذا الأصل العظيم مبالغة في حفظ القرآن وصونه". ②

یعنی بہرحال ابوبکر الباقلانی ؒ کی کتابتِ مصحف میں رسمِ عثمانی کا اتباع لازم نہ ہونے کی رائے ضعیف ہے۔ کیونکہ تمام ادوار میں علماءِ امت نے کتابت مصحف کیلئے رسمِ عثمانی کے

---

① احمد بن المبارکؒ: ابریز (مترجم): ص ۱۱۶

② الدکتور احمد مختار عمر، الدکتور عبدالعال سالم مکرم: معجم القراءات القرآنیة: ۱/۴۲ و ۴۳، ط ۱، انتشارات اسوہ (التابعة لمنظمة الاوقاف والشؤون الخیریة)، ایران، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

التزام کو ہی ترجیح دی ہے۔ ممکنہ فساد کے اسباب کا تدارک ہی شریعت کا اصل الاصول ہے جس پر احکام کا مدار ہے۔ بعینہٖ رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں ائمہ کا موقف بھی قرآن کی حفظ وصیانت کے اسی مقصدِ عظیم کے دفاع کیلئے ہے۔

علماء کے مذکورہ اقوال کے علاوہ مصری مجلسِ فتویٰ کی صراحت کے بعد قاضی ابوبکر الباقلانیؒ کے موقف کے جواز اور اس سے استدلال کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ قاضی ابوبکر الباقلانیؒ کے علاوہ علامہ ابن خلدون نے بھی رسمِ عثمانی کی مخالفت کو جائز قرار دیا ہے۔ مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

”ولا تلتفتن فی ذلک إلی ما یزعُمه بعض المغفّلین من أنهم کانوا محکمین لصناعة الخط، وأن ما یُتخیل من مخالفة خطوطهم لأصول الرسم لیس کما یُتخیّل، بل لکلها وجه......الخ“. ①

لیکن علماءِ رسم نے علامہ ابن خلدون کی رائے سے بھی اتفاق نہیں کیا۔ اسکی صراحت کرتے ہوئے علامہ المارغنیؒ لکھتے ہیں:

”لا یجوز لأحد أن یطعن في شئ مما رسمه الصحابة فی المصاحف، لأنه طعن في مجمع علیه، ولأن الطعن في الکتابة کالطعن في التلاوة وقد بلغ التهور ببعض المؤرخین الی أن قال في مرسوم الصحابة ما لا یلیق بعظیم علمهم الراسخ وشریف مقامهم الباذخ فإیاک أن تغتر به“. ②

یعنی کسی شخص کے لئے مصاحف میں صحابہ کی طرف سے اختیار کیے گئے رسم کے بارے میں

---

① مقدمہ ابن خلدون: ۱/۴۷۷ وما بعد

② دلیل الحیران: ص۲۶

اعتراض کرنا درست نہیں کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کے بارے میں طعن کرتا ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے۔ کیونکہ کتابت میں طعن دراصل تلاوت یعنی متن پر طعن ہے۔ مشہور مؤرخ کا یہ کہنا کہ 'صحابہ کی کتابت اوران کے مقام و مرتبہ اور بزرگی و شرف میں مناسبت نہیں' حد سے تجاوز کرنا ہے۔

تطبیقی رائے:

مذکورہ بالا دو مختلف آراء اور دوطرفہ دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک تیسری فکر بھی سامنے آتی ہے جس میں قاضی ابوبکر الباقلانیؒ اور علامہ ابن خلدون کی آراء کے ساتھ جمہور کی رائے کو اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ خواص اور اہلِ علم کیلئے تو اس کا التزام ضروری ہے لیکن عوام کے لئے رسمِ عثمانی کی بجائے مروّجہ رسم میں مصاحف کی کتابت وطباعت جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ الدمیاطیؒ نے اِس رائے کو اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

"ورأى بعضهم قصر الرسم بالاصطلاح العثماني على مصاحف الخواصّ، وإباحة رسمه للعوامّ، بالاصطلاحات الشائعة بينهم". ①

علامہ ابوطاہر السندیؒ اس نظریہ کے قائلین کا موقف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وذهب بعض المتأخرين وبعض المعاصرين الى وجوب كتابة المصاحف للعامة بالقواعد الإملائية، ولكن تجب المحافظة ـــ عندهم ـــ على الرسم العثماني القديم كأثر من الآثار الإسلامية النفيسة الموروثة عن السلف الصالح، فمن ثَمّ تكتب مصاحف لخواص الناس بالرسم العثماني". ②

① اتحاف فضلاء البشر: ص ۹

② صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۸۰

Marfat.com

یعنی بعض متاخرین اور دورِ حاضر کے محققین نے قواعدِ املائی کے عام قواعد کے تحت مصاحف کی کتابت کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن ان کے نزدیک قدیم رسمِ عثمانی کی حفاظت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ ماثور اور پرانے اسلامی آثار میں سے سلفِ صالح کی ایک نفیس علامت ہے۔ چنانچہ خاص لوگوں کیلئے رسمِ عثمانی کے مطابق ہی مصاحف لکھے جائیں۔

علامہ عبدالعظیم الزرقانیؒ اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وهذا الرأي يقوم على رعاية الاحتياط للقرآن من ناحيتين:

١. ناحية كتابتهِ في كل عصر بالرسم المعروف فيه إبعاد للناس عن اللبس والخلط في القرآن.

٢. وناحية إبقاء رسمه الأول المأثور، يقرؤه العارفون به ومن لا يخشى عليهم الإلتباس". ①

غالباً اسی نظریہ سے متاثر ہونے اور اسی رفعِ التباس کی بناء پر ہی اہلِ مشرق (ایشائی ممالک) میں بہت سی چیزوں میں رسمِ عثمانی سے بالفعل (عملاً) خلاف ورزی کا رواج ہوگیا ہے جبکہ اہلِ مغرب (افریقہ) میں رسمِ عثمانی کا التزام تا حال موجود ہے کیونکہ وہ مسلکِ مالکی کے خواہاں ہیں اور اس بارے میں امام مالکؒ کا واضح قول ثابت ہے اور افریقہ اور مغرب میں زیادہ تر فقہ مالکی کا اتباع کیا جاتا ہے۔ ②

اہلِ مشرق (خصوصاً برصغیر پاک وہند) میں کتابتِ مصاحف کے دوران رسمِ عثمانی کی خلاف ورزی کی زیادہ مثالیں ملتی ہیں اس کی بڑی وجہ نقل صحیح کا التزام کرنے کی بجائے حافظہ و قیاس سے کام لینا ہے۔ پیشہ ورانہ عجلت بھی اس کا باعث بنتی ہے جس

---

① مناہل العرفان: ۱/۳۸۵

② ملخص از: حافظ احمد یارؒ: قرآن وسنت چند مباحث (۱): ص ۸۵

Marfat.com

کا بڑا سبب کتاب مصاحف کی (رسمِ عثمانی سے) کم علمی اور کتابت کی ماہرانہ نگرانی اور پڑتال کا فقدان ہے۔ مصاحف کے مُصحّحین حضرات بھی رسم کی اغلاط سے یا تو خود بے خبر ہوتے ہیں یا رسم کی بجائے حرکات کی اغلاط پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ نظریاتی حد تک لوگ ہمیشہ رسمِ عثمانی کے التزام کے قائل رہے ہیں بلکہ محتاط کاتب نقل صحیح کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ منقول عنہ نسخہ میں ہی اغلاط موجود ہوں۔ ①

دورِ حاضر میں رسمِ عثمانی کی بجائے رسمِ املائی میں کتابتِ مصاحف کے جواز کی سب سے بڑی وجہ عوامی سہولت بیان کی جاتی ہے، لیکن جن لوگوں نے دورِ حاضر میں، عوام کی سہولت کی خاطر، جدید رسمِ املائی کے مطابق مصاحف کی کتابت وطباعت کو ضروری قرار دیا ہے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ التباس واشتباہ عوام کی بجائے پڑھے لکھے طبقہ کے مسائل میں سے ہے کیونکہ عوام کیلئے مشافہت وتلقی ضروری ہے۔ مشافہت وتلقی کے بغیر عام آدمی رسمِ املائی کو بھی غلط طریقہ پر ادا کر سکتا ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ احمد یارؒ لکھتے ہیں:

''عوام کی بجائے عرب ممالک کے خواندہ لوگوں کے لئے رسم الخط کی ثنویت (روزمرہ میں رسمِ قیاسی اور تلاوت میں رسمِ عثمانی سے واسطہ پڑنا) التباس اور صعوبت کا باعث بنتی ہے۔ ورنہ دنیا میں لاکھوں (بلکہ شاید) کروڑوں ایسے مسلمان ہیں جو اسی رسم عثمانی کے مطابق لکھے ہوئے مصاحف سے اپنے علاقے میں رائج علاماتِ ضبط کی بنا پر ہمیشہ درست تلاوت کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں ''عوام'' کا نام تو محض ایک نعرہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ ضرورت تو پڑھے لکھے عربی دانوں کو رسمِ قرآن

① مرجعِ سابق

Marfat.com

سے شناسا کرنے کی ہے۔رسمِ قرآنی کو ترک کر دینا اس کا کوئی علاج نہیں۔ بلکہ اس کے مفاسد بہت زیادہ ہیں جبکہ رسمِ عثمانی کے التزام میں متعدد علمی اور دینی فوائد کا امکان غالب ہے"۔①

لہٰذا مناسب ہے کہ عوام الناس کو رسمِ عثمانی اور اس کے رموز وفوائد اور خصوصیات سے روشناس کرایا جائے اور سرکاری سرپرستی میں اس کے انتظامات ترتیب دیے جائیں۔اس کا ایک حل وہ اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مگر جدید اور قیاسی املاء کے عادی خواندہ لوگوں کے لئے رسمِ قرآنی میں کیسے سہولت پیدا کی جائے؟ اس سوال کا ایک جواب تو دقتِ نظر سے اختیار کردہ علاماتِ ضبط کا نظام ہے۔دوسرا علاج اس کا الازہر والوں نے ۱۳۶۸ھ میں ایک دوسرے فتویٰ کی صورت میں دیا جس کی رو سے یہ جائز قرار دیا گیا کہ اصل متن تو رسمِ عثمانی کے مطابق ہی رہے مگر نیچے ذیل (فٹ نوٹ) کے طور پر "مشکل" کلمات کو جدید املاء یا رسمِ معتاد کی شکل میں الگ بھی لکھ دیا جائے۔ چنانچہ عبدالجلیل عیسیٰ کے حاشیہ کے ساتھ "المصحف المیسر" اسی اصول پر علماء الازہر کی نگرانی میں تیار ہو کر شائع ہوا تھا۔یہ بھی اس مسئلہ کا ایک عمدہ حل ہے۔تاہم غالباً پاکستان میں اس کی ضرورت نہیں یہ پڑھے لکھے عربوں کا مسئلہ کا حل ہے۔ہمارے ہاں رسمِ عثمانی کا مکمل التزام درکار ہے"۔②

رسمِ عثمانی کے متعلق مذکورہ دونوں نظریہ ہائے عدمِ التزام کا ردّ کرتے ہوئے علامہ السندیؒ لکھتے ہیں:

---

① نفس المصدر: ص ۸۷

② نفس المصدر: ص ۹۷ و ۹۸

Marfat.com

"أما ما ذهب إليه أصحاب المذهبين الآخرين، فيمكن الرد عليهم: ۱. فيهما مخالفة لإجماع الصحابة والتابعين وأهل القرون المفضلة. ۲. القواعد الإملائية العصرية عرضة للتغيير والتبديل فی کل عصر، وفی کل جیل، فلو أخضعنا رسم القرآن الكريم لتلك القواعد لأصبح القرآن عرضة للتحريف فيه. ۳. الرسم العثماني لا يُوقع الناس في الحيرة والإلتباس، لأن المصاحف أصبحت منقوطة مشكلة بحيث وُضعت علامات تدل على الحروف الزائدة، أو الملحقة بدل المحذوفة، فلا مخافة على وقوع الناس فی الحيرة والإلتباس". ①

یعنی مؤخرالذکر دونوں مذاہب کے قائلین کا رد ممکن ہے: اوّلاً: رسمِ عثمانی کی مخالفت میں صحابہ ﷺ، تابعینؒ اور پہلے ادوارِ مقدسہ کے اجماع کی مخالفت لازم آتی ہے۔ ثانیاً: جدید قواعدِ املائیہ ہر زمانہ اور ہر نسل میں تغیر و تبدل کا شکار رہے ہیں۔ اگر ہم قرآنی رسم کو اِن قواعد کے مطابق لکھنے کی اجازت دے دیں تو اس سے قرآن میں تحریف کا باب کھل جائیگا۔ ثالثاً: التباس اور لوگوں کی پریشانی کا باعث رسمِ عثمانی نہیں کیونکہ اب مصاحف منقوط ہیں اور ایسی علامات وضع ہو چکی ہیں جو کہ زائد یا محذوف حرف کے بدلے اضافی حروف پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا اب لوگوں کی پریشانی اور التباس کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔

مفتی محمد شفیعؒ عوام الناس کی اس مشکل کے بارے میں لکھتے ہیں:

① صفحات فی علوم القراءات: ص۱۸۲

Marfat.com

''الغرض اوّل تو یہ مشکلات محض خیالی ہیں ان کو مشکل تسلیم کرنا ہی غلطی ہے اور بالفرض تسلیم بھی کیا جائے تو ہر مشکل کا ازالہ ضروری نہیں۔ یوں تو نماز روزہ وغیرہ، ارکانِ اسلام سب ہی کچھ نہ کچھ مشکل اپنے اندر رکھتے ہیں''۔①

علامہ ابو ہشام رقمطراز ہیں:

''علماء کا اس بات پر اجماع ہونے کے بعد کہ رسم مصحف توقیفی ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ایک یہ رائے بھی سامنے آئی کہ رسم عثمانی کو دیگر آثارِ قدیمہ کی طرح محفوظ کر لیا جائے اور عام لوگوں کی آسانی کے لئے قرآن کو ان کے معروف رسم الخط میں لکھا جائے۔ اس رائے کے مطابق کچھ عملی کوششیں کی گئیں۔ مثلاً: بچوں کے لئے ایسے سپارے چھاپے گئے جن میں ہر آیت رسم عثمانی کے ساتھ ساتھ عام رسم الخط میں بھی لکھی گئی تھی۔ بظاہر تو یہ بات بہت فائدہ مند تھی لیکن یہ اُلٹا بوجھ بن گئی اور زیادہ غلطیاں ہونے لگیں۔ لہٰذا اس رائے کو ترک کر دیا گیا''۔②

رسمِ عثمانی کے متجدد مخالفین:

دیگر اسلامی احکام میں مدلل بحث وتمحیص کی طرح رسمِ عثمانی کے التزام اور عدمِ التزام کے معاملہ میں بھی علماءِ سلف میں سے جنہوں نے اس کے التزام سے اختلاف کیا انہوں نے یقیناً اپنے ایمان کو بچانے کے ساتھ ساتھ قرآنی رسم کے خصائص وفوائد سے ہر گز انکار نہیں کیا چہ جائیکہ وہ رسمِ عثمانی پر طعن وتشنیع کریں۔ لیکن بدقسمتی سے چند متجددین نے

---

① حضرت مولانا محمد شفیعؒ: جواہر الفقہ: ۱/۷۶، ط۱، مکتبہ دار العلوم کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

② قرآن کریم اور اس کے چند مباحث: ص ۱۰۴

Marfat.com

رسمِ عثمانی میں خامیوں کی تلاش شروع کی اور اس کو ناقص قرار دینے کے ساتھ صحابہ کرام ﷺ کی طرف بھی ناگفتہ بہ باتیں منسوب کی ہیں۔ اِس کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ غانم قدوری لکھتے ہیں:

"......فإن طائفة من المحدثين تنسب إلى العلم أطلقت ألسنتها تصف الرسم بما نجل الرسم والصحابة الذين كتبوه عن مجرد ذكره، وهو إن دل على شئ، فإنما يدل على الجهالة في العلم والبلادة في الذهن والقصور في الادراک، إن لم يدل على سوء النية وخبث القصد والعداء لكتاب الله العزيز". ①

اِن متجددین میں دو (۲) نام سرِ فہرست ہیں:

......عبد العزيز فهمي المصري:

مصری متجدد عبدالعزیز فہمی نے "الحروف اللاتينيةلكتابة العربية" کے نام سے کتاب لکھی جس کو مطبعۂ مصر نے 1944ء میں قاہرہ سے شائع کیا۔ مذکورہ کتاب میں مصنف نے رسمِ مصحف پر دل کھول کر اعتراضات کیے ہیں اور رسمِ مصحف کو "بدائية سقيمة قاصرة" ﴿ص۲۱﴾ جیسے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۲۳ پر رسمِ عثمانی کو غیر معقول قرار دیتے ہوئے "سخيف" (بعید از عقل رکمزور) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

" أقرر بأني لست مكلفًا باحترام رسم القرآن، ولست الغى عقلى لمجرد أن بعض الناس أو كلهم يريدون إلغاء عقولهم،

① رسم المصحف: ص ۲۱۱-۲۱۲

Marfat.com

ولا یمیزون بین القرآن العظیم کلام الله القدیم وبین رسمه السخیف الذی هو من وضع المؤمنین القاصرین ". ①

مزید برآں عبدالعزیز فہمی نے رسمِ عثمانی کو نعوذ باللہ ایک بیماری قرار دیا ہے جس نے جدید عربیت کے حُسن کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔اس کے الفاظ ہیں:

"إنه سرطان أزمن، فشوه منظر العربية، وغشّى جمالها ، ونفّر منها الولی القریب والخاطب الغریب، وإذ أقول (سرطان) فإنی أعنی ما أقول ، كالسرطان حسًّا ومعنى". ②

......ابن الخطیب محمد محمد عبد اللطیف:

رسمِ مصحف کے جدید معترضین میں سے دوسرا بڑا نام ابن الخطیب محمد محمد عبداللطیف کا ہے جس نے "الفرقان" نامی کتاب تصنیف کی۔جس کو پہلی بار دارالکتب المصریہ نے قاہرہ سے 1948ء میں شائع کیا۔موصوف لکھتے ہیں:

"لما كان أهل العصر الأول قاصرین فی فن الكتابة ، عاجزین في الإملاء، لأميتهم وبدواتهم، وبعدهم عن العلوم والفنون ، كانت كتابتهم للمصحف الشريف سقيمة الوضع غير محكمة الصنع، فجاء ت الكتبة الأولى مزيجاً من أخطاء فاحشة ومناقضات متباينة في الهجاء والرسم". ③

① مرجعِ سابق

② مرجعِ سابق

③ الفرقان: ص ۵۷......بحوالہ: مرجعِ سابق

Marfat.com

یعنی ''عصرِ اول کے لوگ ، اپنے اَن پڑھ اور بدوی ہونے کے لحاظ سے، فنِ کتابت سے قاصر اور علوم وفنون سے بے بہرہ تھے۔ مصحف میں کی گئی ان کی کتابت، وضع کے اعتبار سے سقیم اور مہارت کے اعتبار سے غیر محکم ہے۔ لہٰذا پہلی کتابت کے ہجاء ورسم میں فاحش اغلاط اور متباین مناقضات شامل ہیں''۔

ڈاکٹر لبیب السعید، ابن الخطیب کا ایک اقتباس یوں نقل کرتے ہیں:

" (إنه) يقلب معاني الألفاظ ، ويشوهها تشويها شنيعاً، ويعكس معناها بـدرجة تكفّر قاريه، وتحرّف معانيه، وفضلاً عن هٰذا ، فإن فيه تناقضاً غريباً وتنافراً معيباً لا يمكن تعليله، ولا يستطاع تأويله". ①

یعنی یہ رسم الفاظ کے معانی کو بدلنے کا سبب ہے، شکل وصورت کے لحاظ سے بُرا، معنی کو اِس حد تک بدلنے والا کہ اس کا پڑھنے والا کافر ٹھہرے اور اس کے معنی بدل جائیں۔ مزید برآں اس رسم میں عجیب وغریب قسم کا تناقض واختلاف پایا جاتا ہے جو اتنا معیوب ہے کہ اس کی تعلیل ممکن نہیں اور نہ ہی کسی تاویل کی استطاعت ہے۔

جولائی 1948ء میں صدر جامعۃ الازہر کی زیرِ نگرانی تین علماء کی قائمہ کمیٹی نے اکتالیس (۴۱) صفحات پر مشتمل ایک فیصلہ صادر فرمایا جس میں مذکورہ کتب پر پابندی اور ان کو ضبط کرنے کا حکم دیا گیا۔② کیونکہ وہ اسلامی اصول جن پر احکام کا مدار ہے، کی پاسداری اور اِس کی مخالفت کا سدِّ باب ضروری ہے۔③

---

① الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۳

② غانم قدوری: رسم المصحف: ص ۲۱۲

③ الجمع الصوتی الاول: ص ۳۰۱

⇦ رسمِ عثمانی کا التزام:

رسمِ عثمانی کے مجمع علیہ ہونے میں کسی کا اختلاف منقول نہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ مصاحفِ عثمانیہ کی کتابت کرتے ہوئے بارہ ہزار (12,000) صحابہ ﷺ نے اتفاقِ رائے سے اِس رسم کو صحیح اور درست قرار دیا①۔ مصر کے شیخ القراء محمد بن علی حداد نے اپنے رسالہ "النصوص الجليلة" میں رسمِ عثمانی کے اتباع کو بارہ ہزار صحابہ کرام ﷺ کے اجماع سے ثابت کیا ہے اور اسی بنیاد پر امت مسلمہ کا بھی اتفاق ہے کہ مصاحف عثمانیہ کے رسم کی پیروی واجب ہے۔ لکھتے ہیں:

"اجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته (ثم قال) قال العلامة ابن عاشر ووجه وجوبه ما تقدم من اجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثنى عشر الفاً والإجماع حجة حسبما تقرر فى اصول الفقه ﴿النصوص الجليلة: ص ٢٥﴾". ②

علامہ المارغنیؒ نے صحابہ ﷺ کی تعداد اور ان کے اجماع کو اِن الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

"وقد أجمعوا عليه وهم رضي الله عنهم اثنا عشر ألفًا فيجيب عليها اتباعهم وتحرم علينا مخالفتهم فى ذلك". ③

غانم قدوری نے امام اللبیب کا الدرة الصقيله کے حوالے سے مندرجہ ذیل قول نقل کیا ہے:

---

① رسم المصحف: ص ۱۹۹...... الکردی: تاریخ القرآن: ۱۰۳

② مفتی محمد شفیعؒ: جواہر الفقہ: ۱/۸۵

③ دلیل الحیران: ص ۲۵

Marfat.com

"فما فعله صحابي واحد فلنا الأخذ به والإقتداء بفعله والاتباع لأمره، فكيف وقد اجتمع على كتاب المصاحف حين كتبوه نحو اثنى عشر ألفا من الصحابة رضى الله عنهم أجمعين؟". ①

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق خلفاءِ راشدین مہدیین ﷡ کی سنت بھی قابلِ اتباع ہے اور اس کی پیروی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ دلیل مذکور کی بنیاد پر، چونکہ رسمِ عثمانی صحابہ ﷡ کا مجمع علیہ ہے لہٰذا اِس کی اتباع اور اقتداء کا حکم تمام دیگر نظریات کے مقابلہ میں راجح ہے۔ علامہ ابو طاہر السندیؒ رسمِ عثمانی پر لوگوں کے تعامل کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"......وتقلدت الأمة رسمها، واشتهرت كتابتها بالرسم العثماني، وأجمع الصحابة رضى الله عنهم على ذلك الرسم ولم ينكر أحد منهم شيئا منه وإجماع الصحابة واجب الإتباع. ثم استمرّ الأمر على ذلك، والعمل عليه في عصور التابعين والأئمة المجتهدين، ولم ير أحد منهم مخالفة وفي ذلك نصوص كثيرة لعلماء الأئمة". ②

یعنی امت نے اسی رسم کی تقلید کی ہے اور اس کتابت کی شہرت رسمِ عثمانی کے ساتھ ہوئی۔ صحابہ کرام ﷡ کا اس رسم پر اجماع ہوا اور ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور صحابہ کرام ﷡ کا اِجماع واجب الاتباع ہے۔ پھر یہی طریقہ رائج رہا اور تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے ادوار میں اسی پر عمل رہا اور کسی نے اس معاملہ میں اختلاف کا خیال نہیں کیا۔ اس پر علماء امت کے بہت سے اقوال موجود ہیں۔

---

① رسم المصحف: ص ۱۹۹

② صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۷۸

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی زیرِ نگرانی قرآن مجید کی ہونیوالی کتابت ہی صحابہ کرام ؓ کیلئے قابلِ عمل تھی۔ اُنہی خصوصیاتِ رسم کے ساتھ عہدِ صدیقی اور پھر عہدِ عثمانی میں بھی مصاحف تیار کروائے گئے۔ چنانچہ اسلام کے سنواتِ اُولیٰ میں لوگوں کیلئے کتابتِ مصحف کا معیار رسمِ عثمانی تھا اور اکثر صحابہ ؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے ہمیشہ رسمِ عثمانی کی موافقت کو ہی معیار سمجھا۔ ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں:

”ولولا اعتیاد الناس لذلک فی هذه الأحرف الثلاثة (الصلوٰة، الزکوٰة والحیوٰة) وما فی مخالفة جماعتهم لکان أحب الأشیاء إلی أن یکتب هذا کله بالألف“. ①

ایک عرصہ تک اِسی طرح معاملہ چلتا رہا یہاں تک کہ علماءِ لغت نے فنِ رسم کیلئے ضوابط کی بنیاد رکھی اور قیاساتِ نحویہ وصرفیہ اِس غرض سے وضع کر دیے گئے تا کہ نظامِ کتابت اور تعلیمی سلسلہ میں کسی غلطی یا شبہ کا احتمال باقی نہ رہے۔ قواعدِ ہجاء، قواعدِ املاء، علم الخط القیاسی و الاصطلاحی یہ وہ سب نام تھے جو اِن قواعد کیلئے وضع کیے گئے۔ لوگوں نے لکھنے میں پرانے ہجاءِ کلمات کو رفتہ رفتہ ترک کر دیا لیکن مصاحف میں موجود الفاظ باتمامہ اپنی اُسی ہیئت وصورت میں رہے جس میں اُنہیں عہدِ عثمان ؓ میں لکھا گیا تھا۔ اس پر ابنِ درستویہ کی عبارت واضح طور پر دال ہے جو انہوں نے اپنی تصنیف الکتاب کے مقدمہ میں درج کی ہے۔ فرماتے ہیں:

”ووجدنا کتاب الله جل ذکره لا یقاس هجاؤه، ولا یخالف خطه، ولکنه یتلقی بالقبول علی ما أودع المصحف، ورأینا العروض أنما هو إحصاء مالفظ به من ساکن ومتحرک، ولیس یلحقه غلط، ولا فیه اختلاف بین أحد“. ②

---

① ادب الکاتب: ص ۲۵۳

② کتاب الکتاب: ۱۳۵

Marfat.com

مذاہبِ اربعہ میں رسمِ عثمانی کا التزام:

مذاہبِ اربعہ کے تمام فقہاءؒ نے مصحف کی کتابت اور طباعت میں رسمِ عثمانی کے التزام کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اس کی مخالفت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اِس پر علماء کا اِجماع منقول ہے کہ رسمِ عثمانی کی مخالفت جائز نہیں: "ولا مخالف له في ذلك من علماءِ الأئمة" ① ۔علامہ الحدادؒ کے بقول ہمیشہ علماء کا رسمِ عثمانی پر اجماع رہا ہے اور اِس کی مخالفت کو اجماع سے روگردانی تصور کیا ہے۔

"وما دام قد انعقد الإجماع على تلك الرسوم فلا يجوز العدول عنها ألى غيرها، إذ لا يجوز خرق الإجماع بوجه". ②

ڈاکٹر لبیب السعید نے رسمِ عثمانی کے التزام پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے:

"والفقهاء مجمعون، أو كالمجمعين على هذا الرسم". ③

علامہ جعبریؒ نے "روضة الطرائف في رسم المصاحف في شرح العقيلة" میں ائمۂ اربعہ کا یہی موقف نقل کیا ہے۔ ④

1۔امام مالکؒ کا مسلک: وقت کے گزرنے کے ساتھ کتابتِ مصحف میں جب رسمِ عثمانی سے مختلف صُورِ کلمات کا دخول شروع ہوا تو امام مالکؒ (۹۵ھ۔۱۷۹ھ) سے استفتاء

---

① مرجع سابق......السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن:۱۴۶/۴ (تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم) ......صفحات فی علوم القراءات: ص۱۷۸

② اِرشاد الحیران: ص۴۱

③ الجمع الصوتی الاول: ص۲۹۸

④ احمد بن المبارک: الإبریز: ص۵۹، ط۱، المطبعۃ الازہریۃ، مصر، ۱۳۰۶ھ......الکردی: تاریخ القرآن: ص۱۰۴ ......المقری اظہار احمد تھانویؒ: ایضاح المقاصد: ص۱۱......صفحات فی علوم القراءات: ص۱۷۹

Marfat.com

ہوا۔ جس کو علامہ دانیؒ نے اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

"......فقيل له : أريت من استكتب مصحفًا اليوم أترى أن يكتب علىٰ ما أحدث الناس من الهجاء اليوم ؟ فقال: لا أرى ذلک ، ولكن يكتب على الكتبة الاولى". ①

یعنی امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی شخص لوگوں میں موجودہ مروّجہ ہجاء پر مصحف کی کتابت کرسکتا ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اُسے طریقۂ سلف پر چلنا چاہیے۔

امام مالکؒ کے اِس قول کے متصل بعد علامہ دانیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے اِس قول سے کسی نے اختلاف نہیں کیا:

"ولا مخالف له فی ذلک من علماء الامة". ②

امام سخاویؒ نے امام مالکؒ کے قول پر "والذی ذهب اليه مالك هو الحق" کے الفاظ سے تبصرہ کیا ہے۔ ③

2۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول: رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ (۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ) کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

"تحرم مخالفة مصحف الإمام فی واوٍ أو ياءٍ أو ألفٍ أو غير ذلک". ④

ڈاکٹر عبدالوہاب حمّودہ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فإذا عرفنا أن الإمام مالكاً ولد سنة ٩٣ھ وتوفی سنة ١٧٩ ھ

---

① المقنع: ص۹۔۱۰

② مرجعِ سابق

③ مناہل العرفان: ۱/۳۷۲

④ مرجعِ سابق...... البرہان فی علوم القرآن: ۱/۳۷۹

Marfat.com

علی الصحیح، وأن الإمام أحمد ولد سنة ۱۶۴ ھ وتوفی سنة ۲۴۱ ھ فهمنا أن الأمة فی القرنین قد أدرکت مخالفة الرسم العثمانی لقواعد کتاباتهم، ورغبوا فی کتابة المصاحف علی القواعد الکتابیة، فاستفتوا الإمام مالکا فلم یفتهم بجواز ذلک، وما علینا إلا اتباعهم والإقتداء بهم". ①

یعنی ہم جانتے ہیں کہ امام مالکؒ ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات ہوئی اور امام احمدؒ ۱۶۴ھ میں پیدا جبکہ ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہی لوگوں نے قواعدِ کتابت میں رسمِ عثمانی کی مخالفت شروع کر کے عام قواعدِ کتابت پر مصاحف کی کتابت کی طرف رغبت کی۔جب امام مالکؒ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے عام قواعدِ کتابت کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔اب ہمارے اوپر ان کا اتباع اور ان کے قول کی پیروی لازم ہے۔

3۔مسلکِ شافعیہ:

"وجاء فی حواشی المنهج فی فقه الشافعیة مانصه: کلمة الربا تکتب بالواو والألف کما جاء فی الرسم العثمانی، ولا تکتب فی القرآن بالیا أو الألف لأن رسمه سنة متبعة". ②

یعنی فقہ شافعیہ کی کتاب منہج کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ رِبَــــا کا لفظ واؤ اور الف کے ساتھ (الــربـوا) لکھا جاتا ہے جیسا کہ رسمِ عثمانی میں وارد ہے۔قرآن میں کہیں بھی یہ کلمہ یاء (الربی) یا الف کے ساتھ (الربا) لکھا ہوا نہیں کیونکہ یہی سنت ہے۔

---

① القراءات واللہجات: ص۱۰۲

② مناہل العرفان: ۱/۳۷۶

Marfat.com

4۔ مسلکِ حنفیہ:

"وجاء فی المحیط البرهانی فی فقه الحنفیة مانصه: إنه ینبغی ألّا یکتب المصحف بغیر الرسم العثمانی". ①

یعنی محیط البرہانی میں وارد ہے کہ مصحف کو رسمِ عثمانی کے علاوہ لکھنا جائز نہیں۔

مذکورہ بالا اقوال اس بات کے شاہد ہیں کہ مسالک اربعہ کے تمام فقہاء رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں ایک جیسا موقف رکھتے ہیں۔

التزامِ رسم پر اقوالِ سلفؒ:

علامہ عبدالواحد بن عاشر الاندلسیؒ اپنی تصنیف "تنبیه الخلّان علی الأعلان بتکمیل مورد الظمآن" کا آغاز درجِ ذیل خطبہ سے فرماتے ہیں:

"الحمد لله الذی رسم الآیات القرء انیة. علی نحو ما في المصاحف العثمانیة، الواجب اتباعها في رسم کل قراء ة متواتر عن خیر البریة". ②

قولِ باری تعالیٰ ﴿وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ ③﴾ کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

---

① مرجعِ سابق

② الشیخ عبدالواحد بن عاشر الاندلسیؒ: تنبیه الخلان علی الاعلان بتکمیل مورد الظمآن: ص ا، ط ا، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ ﴿نوٹ: مذکورہ کتاب علامہ المارغنیؒ کی تصنیف "دلیل الحیران" کے آخر میں بھی منسلک ہے﴾

③ الفرقان: ۷

Marfat.com

"وقعت اللام فی المصحف مفصولة عن هٰذا خارجة عن أوضاع الخط العربی و خط المصحف سنة لا تغیر". ①

یعنی مصحف میں حرفِ لام (ل) کلمہ 'هٰـــذا' سے علیحدہ لکھا گیا ہے جو عام خطِ عربی سے معدوم ہے۔ خطِ مصحف سنت کی حیثیت رکھتا ہے جس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ سیوطیؒ نے امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کا شعب الایمان میں وارد قول اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

"من کتب مصحفاً فینبغی أن یحافظ علی الهجاء الذی کتبوا به هذه المصاحف، ولا یخالفهم فیه ولا یغیر مما کتبوا شیئا، فإنهم کانوا أکثر علماً، وأصدق قلباً ولساناً، وأعظم أمانة مِنّا. فلا ینبغی أن نظن بأنفسنا استدراکا علیهم". ②

یعنی جو شخص بھی مصحف لکھے تو اسے چاہئے کہ وہ سلف صحابہ ﷺ وتابعینؒ کے ہجاء کا لحاظ رکھے، اُن کی مخالفت نہ کرے، کسی چیز کو اُن کی کتابت کے ساتھ تبدیل نہ کرے کیونکہ وہ علم، قلب ولسان کی سچائی اور ایمانداری میں ہم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ علامہ قسطلانی نے بھی اِسی قول کو ذکر کیا ہے۔ ③

محمد غوث الدین ارکاٹیؒ نے رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں مُلّا علی القاریؒ کا حسب ذیل قول نقل کیا ہے:

---

① جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشریؒ (م ۵۳۸ھ): **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل**: ۲۰۹/۳، ط۲، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، القاہرۃ، ۱۹۵۳ء

② الاتقان فی علوم القرآن: ۱۴۶/۴...... البرہان فی علوم القرآن: ۳۷۹/۱...... الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۰۳

③ لطائف الاشارات لفنون القراءات: ۲۷۹/۱

Marfat.com

"والذی ذهب الیه مالک هو الحق، إذ فیه بقاء الحالة الأولی، إلی أن تعلّمها الطبقة الأخری بعد الأخری، ولا شک أن هذا هو الأحری، إذ فیه خلاف ذلک، تجهیل الناس بأولیة ما فی الطبقة الأولی". ①

یعنی امام مالکؒ کی رائے ہی درست ہے کیونکہ اس میں ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کے سیکھنے میں رسم کی اولین حالت کی بقاء ہے اور بلا شبہ یہی مناسب ہے۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں (آج سے) زیادہ جہالت تھی۔

طباعت و کتابتِ قرآن میں رسمِ عثمانی کے التزام پر علامہ زرکشیؒ کی رائے ہے کہ:

"وبمعناه بلغنی عن أبی عبید فی تفسیر ذلک: وتری القراء لم یلتفتوا إلی مذهب العربیة فی القراءة إذا خالف ذلک الخط المصحف، واتباع الحروف المصاحف عندنا کالسُّنن القائمة التی لا یجوز أن یتعدّاها". ②

یعنی امام ابوعبید کی یہی تفسیر ہم تک پہنچی ہے۔ آپ نے قراء کو دیکھا ہوگا کہ جب کوئی قراءت رسمِ مصحف کے خلاف ہو تو وہ اس کو ہرگز قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ مصاحف عثمانیہ کے حروف کی پیروی ہمارے نزدیک پختہ سنت ہے جس کی مخالفت ہرگز جائز نہیں۔

علامہ نظام الدین نیشاپوریؒ التزامِ رسم کے بارے میں فرماتے ہیں:

"إن الواجب علی القراء والعلماء وأهل الکتاب أن یتبعوا هذا

① محمد غوث ناصر الدین محمد نظام الدین النائطی الارکانی: **نثر المرجان فی رسم نظم القرآن**: ۱/۱۰، مطبعة عثمان پریس، حیدرآباد دکن، ۱۳۱۳ھ

② البرہان فی علوم القرآن: ۱/۳۸۰

Marfat.com

الرسم فی خط المصحف، فإنه رسم زید بن ثابت، وکان أمین رسول الله ﷺ وکاتب وحیه، وعلم من هذا العلم، بدعوة النبی ﷺ ما لم یعلم غیره، فما کتب شیئا من ذلک إلا لعلّة لطیفة وحکمة بلیغة". ①

یعنی مصحف لکھنے کے لیے قرّاء اور علماء پر اِس رسم کا اتباع لازم ہے کیونکہ یہی وہ رسم ہے جس کو امینِ رسول اور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہر کسی کی نسبت اس سے مکمل طور پر واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے جو بھی لکھا وہ کسی لطیف علت اور بلیغ حکمت کی بنیاد پر ہی لکھا ہے۔

علامہ ابو طاہر السندی نے رسمِ عثمانی کے التزام کی چار وجوہ بیان فرمائی ہیں:

"الراجع من ذلک قول الجمهور ،وذلک لوجوه: ۱ .إن هذا الرسم الذی کتب به الصحابة القرآن الکریم حظي بإقرار الرسول ﷺ، واتباع الرسول ﷺ واجبٌ علی الأمة. ۲ .أجمع علیه الصحابة ولم یخالفه أحد منهم ،وکان هذا الانجاز الکبیر الأمة لقوله ﷺ:(علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی...). ۳. أجمعت علیه الأمة منذ عصور التابعین، وإجماع الأمة حجة شرعیة، وهو واجب الاتباع لأنه سبیل المومنین، قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾. ۴. للرسم العثمانی فوائد

---

① غرائب القرآن ورغائب الفرقان: ۱؍۴۰

Marfat.com

مهمة، ومزايا كثيرة، خاصة أنه يحوى على القراء ات المختلفة، والأحرف المنزلة، ففي مخالفته تضيع لتلك الفوائد وإهمال لها". ①

یعنی جمہور کا مذہب التزام راجح ہے اس کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

اولاً: کہ رسول اللہ ﷺ کے تقرر کے باعث صحابہ کرام ﷺ نے اسی رسم میں قرآن مجید کی کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع امت پر واجب ہے۔

ثانیاً: اسی رسم پر عہدِ خلفاء میں جماعت صحابہ ﷺ کا اجماع منعقد ہوا، کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں۔ چنانچہ خلفاء راشدین کا اتباع بھی امت پر واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "تم پر میری اور میرے بعد میرے خلفاءِ راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے"۔

ثالثاً: زمانۂ تابعین ؒ سے امت کا اسی رسم پر اجماع ہے۔ امت کا اجماع حجتِ شرعی اور مسلمانوں کیلئے واجب العمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ جس نے ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے سے ہٹ کر چلا تو ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔ اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

رابعاً: رسمِ عثمانی میں بہت سے اہم فوائد شامل ہیں خصوصاً یہ کہ رسمِ عثمانی میں مختلف قراءات اور منزل من اللہ حروف شامل ہو سکتے ہیں۔ اس رسم کی مخالفت سے یہ تمام فوائد متروک ہو جاتے ہیں۔

التزامِ رسمِ عثمانی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ کردیؒ لکھتے ہیں:

"فخلاصة ما تقدم أن الواجب علينا اتباع رسم المصحف

---

① صفحات فی علوم القراءات: ص ۱۸۰ و ۱۸۱

Marfat.com

العثماني وتقليد أئمة القراء ات خصوصاً علماء الرسم منهم ، والرجوع إلى دواوينهم العظام كالمقنع لأبى عمرو الدانى والعقيلة للشاطبى، فإن ائمة القراء ات المتقدمين قد حصروا مرسوم القرآن الكريم كلمة كلمة على هيئة ما كتبه الصحابة فى المصاحف العثمانية، ونقلوا ذلك بالسند المتصل عن الثقات العدول الذين شاهدوا تلك المصاحف". ①

یعنی ہماری گزشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسمِ مصحفِ عثمانی کے ساتھ ساتھ ائمۂ قراءات خصوصاً علماءِ رسم کا اتباع ہم پر واجب ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس معاملہ میں ہم ان کی عظیم تصانیف کی طرف رجوع کریں جیسے علامہ دانیؒ کی المقنع اور علامہ شاطبیؒ کی تصنیف العقیلہ وغیرہ۔ بے شک متقدمین ائمۂ قراءات نے قرآنی کلمات میں سے ایک ایک کلمہ کا رسم اور اس کے احکام بیان کیے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام ﷺ نے مصاحفِ عثمانیہ میں اِن کلمات کو کتابت فرمایا۔ مزید برآں قرّاء نے ثقہ وعادل اور مصاحفِ عثمانیہ کے عینی شاہدین سے سندِ متصل کے ساتھ اِس رسم کو نقل فرمایا۔

فقہاء اور مفسرین کے علاوہ اہلِ لغت نے بھی ہمیشہ رسمِ عثمانی کے التزام کو اختیار کیا ہے اور اسی کا حکم دیا ہے۔ ڈاکٹر لبیب السعید نے ''دار الکتب والوثائق القومیة قاهره'' میں موجود علامہ ابوالبقاء العکبریؒ کے مخطوط ''اللباب فی علل البناء والإعراب'' کے ورق: ۳۰ سے اُن کا ایک اقتباس نقل کیا ہے کہ اہلِ لغت کی ایک جماعت بھی یہی سمجھتی ہے کہ کلمہ کی کتابت اُس کے تلفظ کے مطابق ہونی چاہیے لیکن قرآنی رسم اس سے مستثنیٰ ہے:

---

① تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۱۱

Marfat.com

" ذهب جماعة من أهل اللغة إلى كتابة الكلمة على لفظها إلا في خط المصحف ، فإنهم اتبعوا في ذلك، ما وجدوه في الإمام . والعمل على الأول". ①

رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں محقق مناع القطان کی رائے حسبِ ذیل ہے:

"والذی أراه أن الرأي الثاني هو الرأي الراجح، وأنه يجب كتابة القرآن بالرسم العثماني المعهود في المصحف......ولو أبيحت كتابته بالاصطلاح الأملائي لكل عصر لأدى هذا إلى تغيير خط المصحف من عصر لآخر، بل إن قواعد الإملاء نفسها تختلف فيها وجهات النظر في العصر الواحد، وتتفاوت في بعض الكلمات من بلد آخر". ②

یعنی میرے خیال میں التزام رسمِ عثمانی کی رائے راجح ہے اور اب قرآن مجید میں رسمِ عثمانی کے مطابق کتابت ہونی چاہیے۔ اگر مروّجہ املائی کتابت کے ساتھ قرآن مجید لکھنے کی اجازت دے دی جائے تو ہر زمانہ میں قرآن مجید کا رسم دوسرے زمانہ سے مختلف ہوگا، بلکہ قواعدِ املائی خود ایک ہی زمانہ میں مختلف جہات سے متغیر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک شہر کے مصاحف کے کلمات دوسرے شہر کے مصاحف سے مختلف ہوں گے۔

مذکورہ اقوال کے علاوہ یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ جس طرح دیگر اسلامی علوم اور ورثہ کی حفاظت مسلم معاشرہ پر ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید سے منسوب ایک رسم اور طرزِ کتابت کی حفظ و صیانت بطریقِ اولیٰ لازمی امر ہوگا۔ اس کے بارے میں حافظ احمد یارؒ رقمطراز ہیں:

② الجمع الصوتی الاول: ص ۲۹۸

① مباحث فی علوم القرآن: ص ۱۴۹

Marfat.com

''یہ 'حفاظتِ ورثہ' والی بات جذباتی ہی نہیں اپنے اندر ایک تہذیبی بلکہ قانونی اہمیت بھی رکھتی ہے۔ بر سبیل تذکرہ مصر کے ایک ناشر کے خلاف رسمِ قیاسی کے ساتھ لکھا ہوا ایک مصحف چھاپنے پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے ناشر کے خلاف فیصلہ دیا اور نسخہ کی ضبطی کا حکم جاری کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں ایک 'نقطۂ توجہ' یہ لکھا کہ ((آثارِ سلف کی حفاظت ترقی یافتہ اقوام کا فریضۂ اولین ہے))۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز شیکسپیئر (یا دوسرے قدیم شعراء مثل چوسر وغیرہ) کا کلام انہی کے زمانے کے ہجاء وغیرہ کے ساتھ چھاپنا ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ کسی طابع یا ناشر کو اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ تین چار سو سال میں انگریزی زبان بدل کر کچھ سے کچھ ہو چکی ہے تو پھر قرآن کے بارے میں یہ اجازت کیسے دی جا سکتی ہے؟''۔ ①

Marfat.com

دورِ جدید کے علماء کے فتاویٰ جات:

مصری تحقیقی جریدے ''المنار'' نے 1909ء میں محمد رشید رضا کا فتویٰ شائع کیا جس میں ملا صادق الایمانقولی القزانی، جو کہ روسی ممالک میں طباعتِ مصاحف کے سلسلہ میں رسمِ مصاحف کی کمیٹی کے تفتیشی سربراہ تھے، نے حسبِ ذیل استفتاء کیا:

''هل يجب اتباع الرسم العثمانى فى كتابة المصحف؟ أم هل تجوز مخالفته للضرورة التى من أمثلها: كلمة (ء اتنِ) فى الآية ٣٦ من سورة النمل، حيث كُتبتْ فى المصحف العثمانى بغير ياء بعد النون. و كلمات: (الأعلام) و (الأحلام) و (الأقلام) و

① قرآن وسنت چند مباحث (ا): ص ۹۵،۹۶

(الأزلام)و(الأولاد)، حيث كُتبت ايضًا فى بعض المصاحف بحذف (الألف) بعد اللام؟". ①

یعنی کیا مصحف کی کتابت کے دوران رسمِ عثمانی کی اتباع واجب ہے؟ کیا کسی ضرورت کے تحت اس کی مخالفت جائز ہے؟ مثلاً: کلمہ (ءاتن) مصحفِ عثمانی میں نون کے بعد بغیر یاء کے لکھا ہے۔ اسی طرح دیگر کلمات مثلاً: (الأعلام)و (الأحلام) و (الأقلام) و (الأزلام) و (الأولاد) وغیرہ بعض مصاحف میں الف کے بعد لام کے حذف کے ساتھ مرسوم ہیں۔

اس کے علاوہ سائل نے محولہ بالا الفاظِ قرآنی میں الف کے بارے میں یہ وضاحت پیش کی کہ روسی شہر پیٹرز برگ (بترسبورج) کے" مكتبة امبراطوريه" میں محفوظ مصحفِ عثمانی میں اِن تمام الفاظ (الأعلام)، (الأحلام)، (الأقلام)، (الأزلام) اور (الأولاد) میں 'الف' محذوف ہیں۔ ②

امام محمد رشید رضا نے پانچ نکات پر مشتمل جو جواب صادر فرمایا اس کو من وعن پیش کیا جاتا ہے:

"﴿ا﴾ أن الاسلام يمتاز على جميع الاديان بحفظ أصله منذ الصدر الأول، وأن التابعين وتابعيهم وائمة العلم أحسنوا باتّباع الصحابة فى رسم المصحف، وعدم تجويز الكتابة بما استحدث الناس من فنّ الرسم، وإن كان أرقى مما كان عليه الصحابة، إذ لو فعلوا لجاز أن يحدث اشتباه فى بعض الكلمات باختلاف رسمها وجهل أصلها.

﴿ب﴾ وأن الاتباع فى رسم المصحف يفيد مزيد ثقة

① الجمع الصوتی الاول: ص ۳۰۲

② فتاویٰ امام محمد رشید رضا: ۲/۷۸۹ تا ۷۹۴ بحوالہ: مرجعِ سابق

Marfat.com

واطمئنان في حفظه كما هو، وفي إبعاد الشُبهات أن تحوم حوله، وفي حفظ شئ من تاريخ الملة وسلف الأمة كما هو.

﴿ج﴾وأنه __ كنصّ الفتوىٰ __......

﴿د﴾ وأن ما احتج به العز بن عبد السلام لما رآه من (عدم جواز كتابة المصاحف الآن على المرسوم الاول خشية الالتباس، ولئلا يوقع في تغيير من الجهّال) ليس بشئ، لأن الاتباع إذا لم يكن واجباً في الأصل __ وهو ما لا ينكره __ فترك الناس له لا يجعله حرامًا أو غير جائز لما ذكره من الالتباس.

﴿ھ﴾وأن الحلّ لكل العُقد في مشكلات الرسم التي تواجه السائل هو في الرجوع إلى طبعة المصحف الصّادرة في سنة ۱۳۰۸ھ من مطبعة محمد أبي زيد بمصر، فقد توقف على تصحيح هذه الطبعة وضبطها الشيخ رضوان بن محمد المخلاني أحد علماء هذا الشأن وصاحب المصنفات فيه، والذي وضع للطبعة مقدمة شارحة ونافعة". ①

یعنی ﴿ا﴾...... بنیاد کی حفاظت کے اعتبار سے بھی دین اسلام دیگر مذاہب سے ممتاز ہے۔ تابعین اور تبع تابعین کے علاوہ دیگر اہل علم نے رسمِ مصاحف میں صحابہ کے اتباع کی شاندار مثال رقم کی ہے۔ اسی طرح کسی نئے رسمِ کتابت کی عدمِ تعیین جیسا کہ کچھ لوگوں نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ صحابہ کا اختیار کردہ رسم ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ ایسے رسم میں (بعد کے

---

① مراجع سابقہ

Marfat.com

لوگوں کے لئے) اختلافِ رسم اور کسی حرف کے اصل سے عدمِ واقفیت کی بناء پر شبہ پیدا ہوسکتا ہے۔ ﴿۲﴾...... رسمِ مصحف کا اتباع قرآن کی حفاظت کے حوالے سے یقین اور اطمینان میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ شبہات کو بھی دور کرتا ہے کہ اس میں ملتِ اسلامیہ کے تاریخ اور ائمہ سلف کے ورثہ کی حفاظت کا احساس جھلکتا ہے۔ ﴿۳﴾...... یہ رسم ایک فتویٰ کی مانند ہے جس پر عمل ضروری ہے۔ ﴿۴﴾...... عز بن عبدالسلام کا یہ کہنا کہ التباس اور جاہل لوگوں کا خیال کرتے ہوئے آج کے دور میں پہلے رسم کے مطابق مصاحف لکھنا جائز نہیں، کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ لوگوں کا کسی چیز کو ترک کرنا یا اسے مشکل خیال کرنا اس کو حرام یا ناجائز نہیں کر دیتا۔ ﴿۵﴾...... رسمِ عثمانی کی پیچیدگیوں کا حل مصر کے مطبعہ محمد ابی زید نے ۱۳۰۸ھ میں ایک مصاحف کی اشاعت سے پیش کر دیا جس کی طرف سائل نے اشارہ کیا ہے۔ لہٰذا رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں شبہات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

رسمِ مصحف کے متعلق، ابن الخطب کی تصنیف الفرقان کے سلسلہ میں صفر ۱۳۶۸ھ کے مجلہ الازہر 1937ء میں صادر ہونے والے مصری فتویٰ میں حسبِ ذیل الفاظ بھی تھے:

”أن المصاحف ــ وخاصة فی العصر الحدیث ــ مضبوطة بالشکل التام، ومذیلة ببیانات إرشادیة تیسّر للنّاس ـ إلی حدّ ما ـ قراءة الکلمات المخالفة فی رسمها للإملاء العادیّ، ثم إن رسم المصحف العثمانی لا یخالف قواعد الإملاء المعروفة إلا فی کلمات لا یصعب علی أحد ــ إذا لقنها ــ أن ینطق بها صحیحة“.①

① نفس المصدر: ص ۳۰۳

Marfat.com

یعنی دورِ حاضر میں خصوصاً تمام مصاحف حرکات واعراب کے لحاظ سے مکمل ہیں اور عام املاء سے مخالف کلماتِ قرآنیہ کے بارے میں لوگوں کی آسانی کیلئے ممکنہ وضاحتی بیانات سے پُر ہیں۔مزید برآں مصحفِ عثمانی کا رسم سوائے چند کلمات کے عام قواعدِ املاء کے موافق ہے،تو ان چند کلمات کا کسی سے سیکھ کر ادا کرنا کچھ مشکل نہیں۔

علامہ محمد بن حبیب اللہ الشنقیطیؒ لکھتے ہیں:

"والذی اجتمعت علیه الأمة: أن من لا یعرف الرسم المأثور یجب علیه أن لا یقرأ فی المصحف ، حتی یتعلم القراء ة علی وجهها ، ویتعلم مرسوم المصاحف". ①

یعنی اس بات پر علماءِ امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص قدیم رسمِ قرآنی سے واقفیت نہ رکھتا ہو وہ مصحف سے دیکھ کر تلاوت نہ کرے یہاں تک کہ وہ قراءۃ کے ساتھ ساتھ مصاحف کے رسم کے بارے میں بھی تعلیم حاصل کرے۔

حافظ احمد یارؒ جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الازہر کی مجلس فتوی کی طرف سے ۱۳۵۵ھ میں (بذریعہ مجلۃ الازہر) یہ فتوی جاری ہوا تھا کہ رسمِ عثمانی کی پابندی کے بغیر قرآن کریم کی طباعت ناجائز ہے۔اس کے بعد سے طباعتِ مصاحف میں اس التزام کے بارے میں ایک تحریک سی پیدا ہوگئی ہے"۔②

مفتیٔ ہند مولانا محمد غنیؒ (معدنی) نے ایک استفتاء کا جواب حسبِ ذیل الفاظ سے ارشاد فرمایا:

---

① محمد بن حبیب اللہ الشنقیطیؒ: **إیقاظ الأعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الإمام**: ص ۱۶، ط ۱، مطبعۃ المعاہد بالجمالیۃ قاہرہ، مصر، ۱۳۴۵ھ

② قرآن وسنت چند مباحث (۱): ص ۹۷

Marfat.com

"فإن الكتابة بخلاف المصاحف العثمانية بدعة مذمومة وفعل شنيع باتفاق الأمة". ①

یعنی مصاحفِ عثمانیہ (کے رسم) کے خلاف (مصاحف کی) کتابت، باتفاقِ اُمت قابلِ مذمت بدعت اور برا کام ہے۔ الغرض علماءِ سلف کی طرح دورِ جدید کے جیّد علماء و محققین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ دورِ حاضر میں مصاحف کی کتابت وطباعت کے دوران رسمِ عثمانی کا اتباع ہی لازمی وضروری ہے۔ عربی زبان کے علاوہ دیگر لغاتِ عالم میں قرآن مجید کی کتابت (Transliteration) دورِ حاضر کا ایک توجہ طلب مسئلہ ہے۔ چنانچہ آئندہ بحث میں اس مسئلہ کی تحقیق پیشِ خدمت ہے۔

عجمی لغات میں کتابتِ مصحف اور اس کا حکم:

عربی رسم الخط کے علاوہ دیگر زبانوں اور ان کے رسم الخط میں قرآنی کتابت کو جمہور نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ رسمِ عثمانی کا عدمِ التزام ہے کیونکہ اگر قرآن مجید کو کسی عجمی رسم الخط میں لکھا جائے تو اس سے کئی حروف وکلمات کا سقوط لازم آتا ہے جو کہ قراءۃِ قرآن کیلئے کسی طور جائز نہیں۔

مثلاً: اگر قرآن مجید کو انگریزی زبان میں Transliteration کے ساتھ لکھا جائے جیسے: وَالضُّحیٰ کو Wa zu ha لکھنا۔ مثالِ مذکور میں حرفِ Z عربی ہجاء میں سے ذ، ز، ض کی آواز دیتا ہے۔ عربی حروف کے مخارج سے واقف یا کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والا شخص جانتا ہے کہ ذ، ز اور ض تینوں کے مخارج علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جبکہ غیر عربی زبان میں عربی حروفِ ہجاء کے مخارج کا لحاظ رکھنا ناممکن ہے:

---

① جواہر الفقہ: ۹۳/۱

Marfat.com

"وكيف يمكن كتابته او ترجمته حرفيا باللغات الأجنبية ومخارج حروفها ليست كمخارج الحروف العربية، وعدد حروف هجائها قد يزيد عنها وقد ينقص". ①

یعنی عجمی لغات میں قرآن کی کتابت اور اس کا حروف کے اعتبار سے ترجمہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے؟ جبکہ ان اجنبی لغات کے مخارجِ حروف عربی حروف کے مخارج کی طرح نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی یہ کم ہو جاتے ہیں۔

اس طرح اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھ دیا جائے تو یہ تجوید کی اصطلاح میں "لحنِ جلی" کہلاتی ہے۔ نیز کسی حرف کے بدلنے سے معنی کی تبدیلی لازم آتی ہے جو سخت ترین تحریفِ قرآن ہے ②۔ جمہور فقہاءِ اسلام نے مذکورہ اور ان جیسی دیگر مکروہات کی بنیاد پر قرآن مجید کو دیگر زبانوں میں لکھنے کی ممانعت بیان فرمائی ہے۔

غیر عربی میں کتابتِ قرآن کی ممانعت کے حوالے سے خود رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی بھی موجود ہے جس میں مختلف زبانوں کے التباس سے قرآن کریم کو محفوظ کہا گیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے روایت کو نقل کیا ہے:

"هو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم وهو الصراط المستقيم وهو الذي لا تزيغ به الأهواء ولا تلتبس به الألسنة ولا تشبع منه العلماء ولا يخلف عن كثرة الرد ولا تنقضي عجائبه". ③

---

① تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۶۶

② مفتی محمد شفیعؒ: جواہر الفقہ: ص: ۸۷

③ السنن: ۲/ ۱۱۴، مطبع مجتبائی لاہور، پاکستان

Marfat.com

علامہ کردیؒ نے غیر عربی میں قرآنی کتابت وقراءۃ کو ناجائز قرار دینے پر ائمہ کا اتفاق ذکر کیا ہے:

"اتفقت الأئمة على عدم جواز ترجمة القرآن و كتابته وقراءته بغير العربية، لأن ذلك يؤدي إلى التحريف والتبديل بلا شك". ①

یعنی قرآن مجید کے غیر عربی میں ترجمہ، کتابت اور قراءۃ کے عدمِ جواز پر ائمہ کا اتفاق ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بغیر کسی شک کے تحریف وتبدیل لازم آتی ہے۔

محققِ مشہور، امام حِفنی ناصف (۱۸۶۰ء۔۱۹۱۹ء)، تاریخ رسم المصحف میں رسمِ املائی کے مطابق کتابتِ قرآن کے قائلین پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"___ إذا سلم كلام هؤلاءِ العلماء ___ أن يذهب غيرهم إلى استحسان كُتب المصاحف بالحروف اللاتينية، وآخرون إلى اختصاره، وآخرون إلى إرجاعه للغة العامية ليعم نفعه، إلى غير ذلك من الرَقّاعات والمَخرَفَة، وما ذا بعد الحق إلا الضلال؟". ②

یعنی اگر ان (رسمِ عثمانی کے مخالف) علماء کی بات کو تسلیم کرلیا جائے یا مصاحف کو لاطینی حروف یا اختصار کے ساتھ یا پھر ان کے مطابق عوامی نفع کے لئے مقامی زبانوں میں لکھنے کی اجازت دے دی جائے جیسا کہ تعویذ وغیرہ لکھے جاتے ہیں تو پھر حق کے بعد گمراہی ہی باقی رہ جائے گی۔

---

① تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص ۱۶۶ و ۱۶۷

② حفنی ناصف: تاریخ المصحف: مقدمہ كتاب في قواعد رسم المصحف: ۲۰۳/۸۳ (الجزء الثانی)، ۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

Marfat.com

مفتی محمد شفیعؒ کا رسالہ تحذیر الانام عن تغییر رسم الخط من مصحف الامام مذکورہ عنوان پر جامع تصنیف ہے جس میں عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں قرآن مجید کی کتابت (Transliteration) کے تفصیلی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ دراصل ٹامل زبان میں ترجمۂ قرآن کے بارے میں استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ مفتی صاحبؒ غیر عربی میں کتابتِ قرآن کے بارے میں صحابہ ﷺ کا طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان سب مشکلاتِ مزعومہ کے باوجود صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہیں یہ تجویز نہیں کیا کہ قرآن کو ملکی رسم الخط میں لکھوا کر ان لوگوں کو دیا جاوے۔ بلکہ ان حضرات نے جس طرح قرآن کے معانی اور الفاظ اور زبان کی حفاظت کو ضروری سمجھا اسی طرح اُس کے رسم الخط کی بھی مصحفِ عثمانی کے موافق حفاظت کرنا ضروری سمجھا۔ اور ان مشکلات کو حفاظتِ مذکورہ کے مقابلہ میں نا قابلِ التفات قرار دیا''۔ ①

رسمِ عثمانی کے التزام اور اجماعِ امت سے استدلال کرتے ہوئے غیر عربی میں کتابت قرآن کی حرمت اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ رسم خط عثمانی کا اتباع لازم وواجب ہے، اس کے سوا کسی دوسرے رسمِ خط میں اگرچہ وہ بھی عربی ہی کیوں نہ ہو، قرآن کی کتابت جائز نہیں۔ مثلاً اوائل سورت میں بسم اللہ کو مصاحفِ عثمانیہ میں بحذفِ الف لکھا گیا ہے اور اِقْـرَأْ بِـاسْمِ رَبِّكَ میں بشکل الف ظاہر کیا گیا ہے۔ اگرچہ پڑھنے میں دنوں یکساں بحذفِ الف پڑھے جاتے ہیں مگر باجماعِ امت اسی

① حضرت مولانا محمد شفیعؒ: جواہر الفقہ :۱/۷۶

Marfat.com

کی نقل و اتباع کرنا ضروری ہے۔ اس کے خلاف کرنا عربی رسمِ خط میں بھی جائز نہیں تو ظاہر ہے کہ سرے سے پورا رسم خط غیر عربی میں بدل دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے''۔ ①

مصحفِ عثمانی کی حجیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''......قرآن محفوظ وہی ہے جو مصحفِ امام اور مصحفِ عثمانی کہلاتا ہے۔ جو چیز اُس میں نہیں وہ قرآن نہیں اور جو چیز اس میں ہے وہ نہ مٹائی جاسکتی ہے اور نہ اُس میں کوئی ادنیٰ تغیر کرنا جائز ہوسکتا ہے۔ یہی راز ہے اُس اجماع کا جو اوپر نقل کیا گیا کہ مصحفِ عثمانی کے رسمِ خط کی بھی حفاظت واجب ہے''۔ ②

حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کے بعد حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا ازالۃ الخفاء (۲۶/۱) کے حوالہ سے ایک اقتباس نقل کیا ہے:

'' لہذا محققین علما بآں رفتہ اند کہ در صلوات وغیراں خواندہ نشود مگر قراءت متواترہ وقراءات متواترہ آن ست کہ دردے دوشرط بہم آیند یکے آں کہ بسلسلہ روایت آں ثقۃ عن ثقۃ تا صحابہ کرام ﷺ رسد نہ مجرد محتمل خطے، دوم آن کہ خط مصاحف عثمانیہ محتمل آن باشد زیرا کہ چوں صورت حفظ آں تدوین بین اللوحین وجمع است براں مقرر شد ہر چہ غیر آن ست غیر محفوظ است غیر قرآن ست لان اللہ تعالیٰ قال: وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ وقال اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ ......الخ''۔ ③

---

① نفس المصدر: ۷۸/۱

② نفس المصدر: ۷۹/۱

③ مرجعِ سابق

Marfat.com

یعنی محققین علماء کا خیال ہے کہ نمازوں وغیرہ میں قراءاتِ متواترہ کے علاوہ اور کوئی قراءت نہیں کی جاسکتی۔ قراءتِ متواترہ سے مراد وہ قراءات ہیں جو (عربیت کی موافقت کے ساتھ) مزید شرائط یعنی ثقہ رواۃ کے ذریعے اس کی سند کا صحابہ ﷡ تک اتصال اور مصاحفِ عثمانیہ کے خط کے مطابق ہوں۔ کیونکہ جو چیز بھی بین اللوحین جمع ہے وہ انہی کے مطابق ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز قرآن نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ وقال اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ۔

مفتی صاحبؒ نے صاحبِ نورالایضاح علامہ حسن شرنبلالی کے ایک رسالہ ''النفخة القدسية في احكام قراءة القرآن و كتابته بالفارسية'' کا ذکر کیا ہے جس میں مصنف نے مذاہبِ اربعہ: حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماعِ امت اور ائمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحفِ امام کے رسمِ خط کا اتباع واجب ولازم ہے، غیر عربی عبارات میں اس کا لکھنا حرام ہے اور اسی طرح غیر عربی خط میں اس کی کتابت ممنوع و ناجائز ہے۔ ① اس کے بعد علامہ حسن کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے، جس کے چند جملے حسبِ ذیل ہیں:

''وأما كتابة القرآن بالفارسية فقد نص عليها في غير ما كتاب من كتب ائمتنا الحنفية المعتمدة منها ما قاله مؤلف الهداية الامام المرغيناني في كتابه التجنيس والمزيد ما نصه ويمنع من كتابة القران بالفارسية بالإجماع......ويحرم ايضاً كتابته بقلم غير العربي''. ②

① نفس المصدر: ص ۸۰

② نفس المصدر: ص ۸۲ و ۸۳

Marfat.com

مولانا مفتی محمد شفیعؒ فقہِ حنبلی کے مشہور امام، ابن قدامہؒ کی تصنیف المغنی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اور حنابلہ کے مشہور فقیہ وامام ابن قدامہ کی کتاب مغنی کی حواشی میں اس کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جب سے قرآن دنیا میں آیا اور رسولِ کریم نے اس کی دعوت عجم کے سامنے پیش کی کہیں ایک واقعہ بھی اس کا مذکور نہیں کہ آں حضرت نے عجمیوں کی وجہ سے اُس کا ترجمہ کر کے بھیجا ہو یا عجمی رسم خط لکھوایا ہو۔ آں حضرتﷺ کے مکاتیب جو ملوکِ عجم کسریٰ وقیصر ومقوقس وغیرہ کی طرف بھیجے جن میں سے بعض کے فوٹو بھی چھپ گئے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں، اُن کو دیکھا جا سکتا ہے کہ نہ اُن میں عجمی زبان اختیار کی گئی نہ عجمی رسم خط اختیار کیا گیا''۔ ①

دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء کے ایک فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''۱۳۵۹ھ میں جب جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ ناظر باغ کانپور سے قرآن مجید کو ہندی رسم الخط میں شائع کرنے کی یہ تجویز ہوئی تو علماء نے مخالفت کی۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس وقت استفتاء اس کے بارہ میں آیا۔ اُس وقت احقر دارالعلوم کی خدمتِ فتویٰ انجام دیتا تھا۔ اس سوال کی اہمیت کے خیال سے احقر نے دارالعلوم کی مجلس علمی کے مشورہ میں رکھا۔ مجلسِ علمی کے صدر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنے قلم سے اس پر مضمونِ ذیل تحریر فرمایا''۔ ②

---

① نفس المصدر: ۱/۸۴

② نفس المصدر: ۱/۸۹

پھراس کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کی تحریر نقل کی ہے:

''ہندی رسم الخط میں بہت سے وہ حروف نہیں جو کہ عربی زبان اور قرآن میں پائے جاتے ہیں اور اسی لئے ہندی میں اُن کے لئے کوئی صورت تجویز نہیں کی گئی ہے۔ مثلاً: (ذ، ز، ظ، ض) کو ایک ہی نقش سے ادا کیا جاتا ہے حالانکہ ان حروف کے فرق سے معانی بدل جاتے ہیں اس لئے قرآن مجید کو رسم الخط ہندی میں لکھنا تحریف ہوگا جو قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ (۱۴/ شعبان ۱۳۵۹ھ)''۔ ①

مذکورہ فتوئی میں حضراتِ ذیل شریک تھے:

۱۔ حضرت مولانا سید حسین احمد (مدنی)ؒ صاحب: صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین احمد صاحبؒ: محدث دارالعلوم

۳۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ: شیخ الحدیث والتفسیر صدر مہتمم دارالعلوم

۴۔ حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ: مہتمم دارالعلوم

۵۔ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ: مدرس دارالعلوم ②

فقہائے اسلام کے اقوال کی روشنی میں عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قرآن مجید کی کتابت تحریف کے زمرہ میں آتی ہے جس کی بنا پر غیر عربی میں قرآن مجید کی کتابت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

☆......☆......☆

---

① مرجعِ سابق

② مرجعِ سابق

رسمِ عثمانی سے اختلاف اور اس کے اِنکار کا حکم:

کتابت وطباعتِ مصحف میں رسمِ عثمانی کی ضروریت وافادیت کے پیشِ نظر کچھ قدیم وجدید فقہاء وعلماء نے رسمِ عثمانی کے مخالف پر فتویٰ کفر نافذ فرمایا ہے۔جیسا کہ قاضی عیاضؒ، کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں:

"أجمع المسلمون أن من نقص حرفا قاصداً لذلک أو بدّله بحرف مكانه أو زاد فيه حرفا مما لم يشمل عليه المصحف الذى وقع عليه الإجماع وأجمع على أنه ليس من القرآن عامداً لكل هذا أنه كافر". ①

علامہ کُردی نے الشیخ محمد العاقب الشنقیطیؒ کا ایک قطعہ بھی نقل کیا ہے۔②

رسم الكتاب سنة متبعةٌ　　كما نحا أهل المناحى الأربعة

لأنه إما بأمر المصطفىٰ　　أو باجتماع الراشدين الخلفاء

وكلّ مَن بدّل منه حرفاً　　باءَ بكُفر أو عليه أشفا ②

لیکن جس طرح دیگر فقہی وشرعی ابحاث میں بین الائمۃ والسلف اختلاف موجود رہا ہے، اسی طرح التزامِ رسم کو بھی انہی مسائل حقہ پر قیاس کرتے ہوئے اِس کے منکر کو کافر قرار دینا مناسب نہیں۔کیونکہ فروعی معاملات میں تنقید وتحقیق کی حدود میں رہتے ہوئے اختلافِ رائے کا حق بہر حال موجود ہے۔ڈاکٹر لبیب السعید اِس پر اپنے رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

① منقول از: الکردی: تاریخ القرآن: ص ۱۰۵

② مرجِع سابق

③ مرجِع سابق

Marfat.com

"......أن بعض العلماء يذهب الى تكفير المخالفين في الرسم الاصطلاحي المصحف، نقرر أننا نخالف ذلك الرأى، ونرى أن الأمر لا يستدعى هذا التكفير، طالما أن العلماء اختلفوا في هذه المسألة منذ قديم، وقد سار على هذا القضاء العربي الحديث أيضًا". ①

یعنی بعض علماء نے رسمِ اصطلاحی کے مخالفین پر تکفیر کا حکم لگایا ہے لیکن ہم اس رائے کے حق میں نہیں اور ہمارا خیال ہے کہ

یہ معاملہ ایسا نہیں جس میں کسی پر فتویٔ کفر لگایا جائے، کیونکہ قدیم علماء کے مابین بھی یہ اختلاف موجود رہا ہے اور اسی طرح اب دورِ حاضر کے ماہرین بھی اس میں اختلافِ رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔

اگرچہ رسمِ عثمانی کے منکر پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی قطعاً اجازت نہیں دی جا سکتی کہ کوئی اس رسم پر تنقید و تشنیع کا ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے رسمِ مذکور کے تقدس کے علاوہ صحابہ ﷺ کی معیارِ حق شخصیات پر حرف آئے۔

① الجمع الصوتی الاول: ص ۳۰۰

Marfat.com

Marfat.com

فصل سوم

....

رسمِ عثمانی پر ہونے والے شبہات کا نقد و تجزیہ

Marfat.com

گزشتہ باب میں ''اختلاف المصاحف'' کے تحت مسلم مفکرین وعلماء کی کتب کی ایک فہرست پیش کی جا چکی ہے۔ مستشرقین نے ''اختلاف المصاحف'' کے میدان کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے اور اِسی کی بنیاد پر علومِ قرآنیہ میں رخنہ اندازی، شکوک وشبہات کی بھر مار اور عقائد کے تزلزل جیسے مقاصدِ مزمومہ کے حصول کی کوشش کی گئی ہے بایں وجہ مستشرقین ہمیشہ ایسی روایات کی تلاش میں رہے ہیں۔ اس ضمن میں، اِن روایات کی سندی تحقیق اور اضطراب فی المتن جیسے اہم معاملات سے لاعلمی کے ساتھ ساتھ اِن روایات کے بارے میں مسلم مفکرین اور علماءِ رسم وقراءات کے اقوال کو یک مشت پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے تاکہ استشراقی مقاصد کے حصول اور قرآنِ حکیم کے متعلق پیدا کیے جانے والے غلط تاثر میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی جاسکے۔

مستشرقین اور متجددین کے لیے اس راستہ اور منہج کا آغاز مشہور مستشرق نولڈکے T. Noeledeke (1836ء تا 1930ء) نے کیا۔ اس کی مشہور تالیفات میں: قواعد اللغة العربية (۱۸۹۶ء)، القواعد السريانية (۱۸۸۸ء)، تقاريب اللهجات (۱۸۷۵ء)، تاريخ القرآن (۱۸۶۰ء) اور دراسة المعلقات الخمس وتاريخ الجاهلية (۱۸۷۹ء) قابلِ ذکر ہیں۔ ①

نولڈکے کے بعد اُس کے پیروکار گولڈزیہر (Gold Zhir) نے مذاهب التفسير الإسلامي نامی کتاب میں اختلافِ قراءات کو رسمِ مصحف پر محمول کیا ہے اور رسمِ

① نجیب العقیقی: المستشرقون: ۲/۳۸۷، دارالمعارف، قاہرہ، ۱۹۶۵ء

مصحف پر کئی اعتراضات بھی کیے ہیں۔جن کی تفصیل گزشتہ ابواب میں ''رسمِ مصحف اور اختلافِ قراءات'' کے ذیل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

مشہور مستشرق آرتھر جیفری(Arthur Jeffery) نے Materials For the History of the Text of the Quran سے موسوم کتاب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب مصاحف کے اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کو محرف ومبدّل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اہمیت کے پیش نظر ان صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے نام درج کیے جاتے ہیں جن کی طرف جیفری نے مستقل مصاحف منسوب کیے ہیں:

(۱)ابن مسعود،(۲)ابی بن کعب،(۳)علی بن ابی طالب،(۴)ابن عباس،(۵)ابوموسیٰ الاشعری،(۶)حفصہ،(۷)انس بن مالک،(۸)عمر بن الخطاب،(۹)زید بن ثابت، (۱۰)ابن الزبیر،(۱۱)عائشہ،(۱۲)سالم مولیٰ ابی حذیفہ،(۱۳)ام سلمہ،(۱۴)عبید بن عمیر،(۱۵)الاسود بن یزید،(۱۶)علقمہ،(۱۷)حطّان،(۱۸)سعید بن جبیر،(۱۹)طلحہ، (۲۰)عکرمہ،(۲۱)مجاہد،(۲۲)عطاء بن ابی رباح،(۲۳)ربیع ابن الخثیم،(۲۴)اعمش، (۲۵)جعفر الصادق،(۲۶)صالح بن کیسان،(۲۷)حارث بن سوید۔[رضی اللہ عنہم]......①

مذکورہ مستشرقین کے علاوہ 1914ء میں الفونس منجانا (Alphonse Mingana)(۱۸۸۱ء۔۱۹۳۷ء) اور آجنس سمتھ لیولیس (Agnes Smith Lewis) کی متفقہ تصنیف "Leaves From Three Ancient Qurans Possibly pre-Othmanic with a list of their Variants" کے نام سے چھپی۔''أوراق من ثلاثة مصاحف قديمة

① دیکھیے: Arthur Jeffery: **Materials for the history of the Text of the Quran**, p.25-341, Leiden, Ej. Brill, 1937

Marfat.com

يمكن أن تكون سابقة للمصحف العثماني، مع قائمة بما فيا من اختلافات ‘‘ کے نام سے اس کا عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ الفونس منجانا کی ایک اور کتاب

"An Anceint Syriac Translation of The Kuran, Exhibiting new Verses and Variants"

(ترجمة سريانية قديمة للقرآن تعرض آيات جديدة و اختلافات) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔①

مذکورہ تصنیفات کا تعارف اسلئے پیش کیا گیا کیونکہ رسمِ مصحف پر اعتراضات کے حوالہ سے یہ کتب شہرت کی حامل ہیں۔ مستشرقین کے علاوہ ابن الخطیب محمد محمد عبد اللطیف کی زہر آلود تصنیف ’’الفرقان ‘‘ اور عبدالعزیز فہمی کی ’’الحروف اللاتينية لكتابة العربية ‘‘ بھی اہم ہیں۔ موخر الذکر دونوں کتابوں کا تعارف گزشتہ فصل میں پیش کیا جا چکا ہے۔

صحابہ کرام ﷺ سے منسوب بعض روایات، رسمِ عثمانی کے متعلق شبہات کا باعث بنی ہیں جن سے رسمِ عثمانی میں خطاء کے وقوع کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ایسی تمام روایات سنداً و متناً مضطرب اور قابلِ تاویل ہیں۔ انہی روایات کی بنیاد پر بعض مستشرقین نے قرآن کے اسلوبِ تحریر کے اختلاف سے متعلق شبہات و اعتراضات کا ایک سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ درحقیقت مذکورہ روایات حد درجہ ضُعف کی حامل ہیں بلکہ ان میں بعض ایسی ہیں جو قطعی موضوع اور زنادقہ کی فتنہ پروری ہیں۔

اِن روایات کے اسنادی ضُعف کو علماءِ رسم نے واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ممکنہ تاویلات بھی کی ہیں کہ اگر کوئی متعصب مستشرق یا ملحد اسنادی اضطراب کو تسلیم نہ

① الجمع الصوتی الاول: ص ۳۲۲ و ۳۲۳

Marfat.com

کرے تب بھی اِن روایات سے رسمِ عثمانی میں شبہات واعتراضات کے وقوع کا مکمل سدِّ باب ہو سکے۔

فصلِ ہٰذا میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ایسی تمام روایات کے اجمالی تعارف کے ساتھ اِن کا نقد وتجزیہ اِس طور واضح کیا جائے تاکہ متعلقین فن، ان شبہات کے معیار سے آگاہ وآشنا ہوسکیں۔ مزید براں اِس یقین کے اثبات میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ رہے کہ اللہ رب العزت نے فرقانِ حمید کی حفاظت کے لیے ایسے اسباب کا انتظام فرمایا، جن کے اہتمام کے بعد قرآن مجید میں لحن وسُقم کا وجود تو کُجا اِس کا تصور بھی فعلِ شنیع سمجھا جائے۔

رسمِ عثمانی کے متعلق وجہِ اعتراض بننے والی روایات کے بارے میں علامہ سیوطیؒ نے بڑے جامع انداز میں مناقشہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”وهـذه مشـكلات جدًا، كيف يُظن بالصحابة أنهم يلحنون فى الـكـلام، فـضلاً عن القرآن، وهم الفصحاء اللّدّ. ثم كيف يظن بهـم ثـانيـا فـي الـقـرآن الـذي تـلقوه من النبی ﷺ كما أنزل، وحـفـظـوه وضبطوه واتقنوه. ثم كيف يظن بهم ثالثا اجتماعهم كـلهـم على الخطأ وكتابته ثم كيف يظن بهم رابعاً عدم تنبههم ورجـوعهـم عـنـه. ثم كيف يظن بعثمان انه ينهى عن تغييره. ثم كيف يـظن أن القراء ة استمرت على مقتضى ذلک الخطأ، وهو مـروي بـالـتـواتـر خـلـفًـا عـن سلفٍ، هذا مما يستحيل عقلاً وشرعًا وعادةً“. ①

یعنی ایسی تمام روایات بہت زیادہ مبہم ہیں کیونکہ

① الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۲۷۰

۱...... یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نہایت فصیح و بلیغ ہونے کی وجہ سے قرآن اوراس کے علاوہ بھی اپنے کلام میں غلطیاں کرتے ہوں؟

۲...... یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے قرآن مجید، جس کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بالمشافہ بعینہ اسی طرح حاصل کیا جس طرح وہ نازل کیا گیا پھر اس کو یاد کیا اس کی حفاظت کی، میں لحن باقی رکھا ہو؟

۳...... یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ تمام صحابہ کرام ﷺ قرآن مجید کی کتابت میں غلطی پر اکٹھے ہو گئے ہوں؟

۴...... یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی خطا اور غلطی پر متنبہ نہ ہوں یا اس سے رجوع نہ فرمائیں؟

۵...... یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ خطا کے وقوع کے باوجود حضرت عثمان ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو اس کے درست کرنے سے منع فرما دیا ہو؟

۶...... یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ رسمِ عثمانی میں موجود خطا پر ہی تمام قراءات جاری رہی ہوں حالانکہ وہ علماءِ سلف سے تواتراً ثابت ہوں؟

ان تمام باتوں کی بنیاد پر ایسی تمام روایات کی صحت اور اعتماد عقلاً، شرعاً اور عادۃً محال ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

○......حضرت عثمان ﷺ کی طرف منسوب قول ’’إن فیه لحناً وستقیمه العرب‘‘ کی تنقیح وتنقید:

رسمِ عثمانی پر ہونے والے اعتراضات میں سب سے بنیادی اعتراض وشبہ حضرت عثمان ﷺ کی طرف منسوب قول ہے جس کا مفہوم ہے کہ مصحفِ عثمانی کی تیاری کے بعد حضرت عثمان ﷺ نے بعض حروف میں لحن اور غلطی کو دیکھا لیکن اہلِ عرب اوران کی زبان پر اعتماد کرتے ہوئے کاتبین کواس کے باقی رکھنے کا حکم دیا۔ اِسی روایت کی بنیاد پر متجددین میں ابن الخطیب محمد محمد عبداللطیف نے الفرقان ① میں رسمِ عثمانی پر اعتراضات کیے ہیں اورقرآن کو مبدّل قرار دیتے ہوئے معجزۂ قرآن کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ ذیل میں اس روایت کے مختلف طُرق اوراس کی حقیقت درج کی جاتی ہے:

کتاب المصاحف میں ابن ابی داؤد اِس روایت کومختلف طرق ② سے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

’’حدثنا عبدالله......عن عبد الأعلى بن عبدالله بن عامر القرشي قال: لما فرغ من المصحف أتى به عثمان فنظر فيه فقال: قد أحسنتم وأجملتم أرى فيه شيئا من لحن ستقيمه العرب بألسنتها‘‘. ③

---

① ابن الخطیب: الفرقان: ص۹۰

② ابن ابی داؤد کے اِن طرق میں یونس بن حبیب عن بکار بن بکر قال حدثنا اصحابنا عن ابی عمرو عن قتادة أن عثمان لما رفع الیه المصحف قال: ان فیه لحنا ستقیمة العرب بالسنتها کی روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ قتادہ کا حضرت عثمان سے سماع ثابت نہیں......القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام: ص۳۵۲

③ کتاب المصاحف: ص۱۴۱......محمد بن عمر بن سالم نے اس روایت کو حسن لغیرہ کہا ہے (القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام: ص۳۵۲

Marfat.com

یعنی مصحف سے فراغت کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا البتہ اس میں کہیں کہیں لحن رہ گیا ہے لیکن اس کو عربوں کی زبان درست کردے گی۔

اسی روایت کو امام ابوعبید رحمہ اللہ (م۲۲۴ھ) نے فضائل القرآن میں عکرمہ کی سند سے اِن الفاظ میں بیان کیا ہے:

”لما كتبت المصاحف عرضت على عثمان فوجد فيها حروفاً من اللحن، فقال لا تغيروها، فإن العرب ستغيرها ـــ أو قال ستعربها ـــ بألسنتها، لو أن الكاتب من ثقيف والملي من هذيل لم توجد فيه هذه الحروف“. ①

علامہ الدانی رحمہ اللہ نے روایتِ مذکور کی مندرجہ ذیل سند ذکر کی ہے:

”حدثنا خلف بن إبراهيم المقرئ قال حدثنا أحمد بن محمد المكي قال حدثنا على بن عبد العزيز قال حدثنا القٰسم بن سلّام قال حدثنا حجاج عن هٰرون قال أخبرني الزبير بن الخريت عن عكرمة قال:......الخ“. ②

اسی روایت کو ابو بکر الانباری رحمہ اللہ (م۳۲۷ھ) نے عبد الاعلیٰ بن عبد اللہ بن عامر کے طریق سے، ابو بکر بن اشتہ (م۳۶۰ھ) نے یحیٰی بن یعمر (م۱۲۹ھ) کے طریق سے روایت کیا ہے ③۔علامہ الدانی (م۴۴۴ھ) ④ نے بھی اِس روایت کو بمعہ مناقشہ نقل کیا

---

① فضائل القرآن: ص ۳۷

② المقنع: ص ۱۲۰ و ۱۲۱

③ السیوطی: الاتقان: ۲/ ۲۷۰

④ المقنع: ص ۱۱۹

Marfat.com

ہے۔روایت مذکورہ پر تنقید کرتے ہوئے علامہ دانی رقمطراز ہیں:

”......إذ ظاهر يدل على خطأ الرسم؟ قلت: هذا الخبر عندنا لا يقوم بمثله حجة ولا يصح به دليل من جهتين: إحداهما أنه مع تخليط في إسناده، واضطرب في ألفاظه مرسل، لأن ابن يعمرو وعكرمة لم يسمعا من عثمان شيئا ولا رأياه، وأيضاً فإن ظاهر ألفاظه ينفي وروده عن عثمن رضى الله عنه لما فيه من الطعن عليه مع محلّه من الدين ومكانه من الإسلام وشدّة اجتهاده في بذل النصيحة واهتباله بما فيه الصلاح للأمة فغير متمكن أن يتولّى لهم جمع المصحف مع سائر الصحابة الأخيار الأتقياء الأبرار نظراً لهم ليرتفع الإختلاف في القرآن بينهم ثم يترك لهم فيه مع ذلك لحنا وخطأ يتولّى تغييره مَن يأتي بعده ممن لا شك أنه لا يدرك مداه ولا يبلغ غايته من شاهده هذا ما لا يجوز لقائل أن يقوله ولا يحل لأحد أن يعتقده“. ①

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ کیا یہ روایت، رسم میں خطا کے وجود پر دلالت نہیں کرتی؟ تو میرے خیال میں خبرِ مذکورہ ہمارے لیے دولحاظ سے قابلِ حجت نہیں۔اول کہ اس روایت کی سند اور اس کے الفاظ میں اضطراب پایا جاتا ہے کیونکہ ابن یعمر اور عکرمہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز سماعت نہیں کی۔مزید براں روایتِ مذکورہ کے الفاظ بظاہر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دین اسلام میں مقام ومرتبہ اور شدتِ اجتہاد کے ساتھ اِصلاحِ امت کے جذبہ کی وجہ سے، اِس بات کی نفی کرتے ہیں کہ جب

① مرجعِ سابق

Marfat.com

حضرات صحابہ کرام ﷺ کی بزرگ و پاکباز ہستیوں کی موجودگی میں کسی غلطی کو قرآن میں باقی رہنے دیا ہو اور صحابہ ﷺ نے اِس سے اختلافِ رائے نہ کیا ہو۔ معترض کیلئے ایسا کہنا اور پھر اس پر یقین کرنا کسی طور درست اور جائز نہیں۔

روایتِ مذکورہ میں حضرت عثمان ﷺ کی طرف منسوب قول درج ذیل وجوہ کی بنیاد پر بھی غیر مستند ٹھہرتا ہے:

1۔ظاہر روایت کے اعتبار سے:۔

☜ ......اس کی سند ضعیف، مضطرب اور منقطع ہے۔①

☜ ......حضرت عثمان ﷺ نے لوگوں کیلئے 'المصحف الامام' اس لئے تیار کروایا تھا تا کہ لوگ اِس کی اقتداء کریں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ 'الامام' میں کسی غلطی کو دیکھنے کے بعد اس کو یہ کہہ کر ترک کر دیا ہو کہ اہلِ عرب کی زبان اس کو درست کر لے گی؟ جب قرآن مجید کو لکھنے والے صحابہ کرام ﷺ، اپنے تقویٰ و فصاحت کے باوجود اس خطا کو درست نہیں کر سکے تو اہلِ عرب کیسے درست کر سکتے ہیں؟

☜ ......حضرت عثمان ﷺ نے صرف ایک مصحف تیار نہیں کروایا، بلکہ چھ مصاحف تیار کروانے کے بعد مختلف شہروں کو روانہ فرمائے۔ معترضین کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسے مصاحف کی نشاندہی کریں جن میں یہ خطا باقی رہی ہے۔ اگر تمام میں خطا کا وقوع ہوا ہے تو یہ محال ہے کہ تمام لوگوں نے اِس سے اتفاق کر لیا ہو۔ اور اگر بعض مصاحف کو مخصوص کیا جائے تو یہ باقی مصاحف کی صحت تسلیم کرنے کی دلیل ہے۔ جبکہ کسی معترض نے خطا سے پُر کسی مصحف کی نشاندہی نہیں کی۔

---

① مناہل العرفان: ۱/ ۳۸۰

1۔ بالفرض، اگر روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے:۔

☜ ......تو مذکورہ روایت کو کسی مضمر رَمز یا اشارہ پر محمول کیا جا سکتا ہے، یعنی لحن سے مراد مضمر اشارہ ہے۔ جیسے: الکتٰب، الصّٰبرین وغیرہ۔ ①

☜ ......لحن سے مراد وہ اختلاف ہے جو کسی کلمہ کے تلفظ اور رسم میں میں موجود ہو۔ جیسے: ''بِاَیۡیدٍ''، ''لَااذۡبَحَنَّہٗ'' کو اگر ظاہر خط کے مطابق پڑھا جائے تو یہ لحن کہلائے گا۔ ②

روایت کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں اس کی توجیہ ذکر کرتے ہوئے علامہ دانی لکھتے ہیں:

''فإن قال: فما وجه ذلک عندک لو صحّ عن عثمن رضی اللہ عنه؟ قلت: وجهه أن یکون عثمن رضی اللہ عنه أراد باللحن المذکور فیه التلاوة دون الرسم إذ کان کثیر منه لو تُلی علی حالِ رسمه لا نقلب بذلک معنی التلاوة وتغیّرت الفاظها، ألا تریٰ ......﴿الربوٰا﴾ وشبهه لو تلاه تال لا معرفة له بحقیقة الرسم علی حال صورته فی الخط لصیّر الإیجاب نفیاً ولزاد فی اللفظ ما لیس منه ولا من أصله''. ③

یعنی (بالفرض والمحال) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اِس قول کے ثبوت کی صورت میں روایتِ مذکورہ کی کیا توجیہ ہوگی۔ تو میرے خیال میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لحنِ مذکور سے مراد تلاوت میں لحن کا وقوع مراد لیا ہے نہ کی رسم وکتابت میں لحن۔ کیونکہ اگر اسی رسم میں تلاوت کی جائے تو اس سے تلاوت میں الفاظ بدل سکتے ہیں جیسے: ''الربوٰا'' وغیرہ۔ اگر کوئی قاری تلاوت

---

① مرجع سابق...... السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۲۷۰

② مرجع سابق

③ المقنع: ۱۲۰

کرے اور وہ رسم کی حقیقت سے واقف نہ ہو تو وہ اس میں ایسے لفظ کی زیادتی کرے گا جو کہ اصلاً اس کلمہ میں نہیں۔ جیسے: ''لَا اوْضَعُوْا'' وغیرہ۔

لحن سے مراد ''لحن فی القراءۃ'' یا ''لحن فی اللغۃ'' ہے نہ کہ ''لحن فی الرسم''۔ اور ''لحن فی القراءۃ'' کو اہلِ عرب اپنی لغت اور زبان کے بل بوتے پر درست کر سکتے تھے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''وثمة تأويل للعبارة المنسوبة إلى عكرمة وسعيد بن جبير ــ على فرض صحتها ــ هو أن هذين كانا يريدان بكلمة (لحن) القراءة واللغة. والمعنى: أن فی القرآن ورسم المصحف وجها فی القراءة لا تلين به ألسنة العرب جميعاً، ولكنها لا تلبث أن تلين به ألسنتهم جميعاً بالمران، وكثرة تلاوة القرآن بهذا الوجه''. ①

زیر بحث روایت کے الفاظ ''لو أن الكاتب من ثقيف والملي من هذيل لم توجد فيه هذه الحروف'' ② یعنی اگر قبیلہ ثقیف یا ہذیل کا کوئی شخص اس کی کتابت کرتا تو یہ اِن حروف میں لحن موجود نہ رہتا، کی تاویل میں علامہ دانی لکھتے ہیں:

''قلت: معناه أی لم توجد فيه مرسومة بتلك الصورة المبنية على المعانی دون الألفاظ المخالفة لذلك، إذ كانت قريش ومن ولی نسخ المصاحف من غيرها قد استعملوا ذلك فی كثير من الكتابة، وسلكوا فيها تلك الطريقة، ولم تكن ثقيف

---

① روح المعانی: ۱/۲۹......لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول: ص ۳۴۷......مناہل العرفان: ۱/۳۸۰

② کتاب المصاحف: ص ۴۲

وهـذيـل مع فصاحتها يستعملان ذلک ،فلو أنهما وليتا من أمر المـصـاحف مـا وليه مَن تقدم من المهاجرين والأنصار لرسمتا جـمـيع تـلـك الـحـروف عـلـى حـال استـقـرارهـا فى اللفظ ووجـودهـا فـى الـمـنـطق دون المعانی والوجوه، إذ ذلک هو الـمـعـهـود عـنـدهما والذی جری علیه استعمالاهما، هذا تأویل قول عثمن عندی لو ثبت وجاء مجئ الحجة ".①

یعنی ان قبائل کی کتابت میں ایسے حروف ،الفاظ کی بجائے معانی کے لحاظ سے مبنی ومرسوم نہ ہوتے کیونکہ اہلِ قریش اور مصاحف کو لکھنے والے ذمہ داران حروف کی مذکورہ صورت کو ہی اپنے روزمرّہ خط وکتابت میں استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ نسخِ مصاحف کا یہ کام اگر اِن قبائل کے سپرد کیا جاتا جیسا کہ مہاجرین وانصار نے کیا،تو یہ اِن تمام حروف کوتلفظ کے اعتبار سے باقی رکھتے جو کہ بولنے میں موجود ہوتے کیونکہ اُن کے ہاں یہ ایسے ہی مستعمل تھے۔

علامہ ابو بکر الانباریؒ نے بھی حضرت عثمان ؓ کی طرف منسوب اقوال پر تنقید کی ہے۔فرماتے ہیں:

"(ا)إنه لا تقوم بها حجة ، لأنها منقطعة غير متصلة.

(ب) ومـا يشهد عقل بأن عثمان ــــ وهو الإمام الأمة الذی هو إمـام الناس فی زمنه وقدوته ــــ يـجمعهم على المصحف الذی هو الإمام، فيتبين فيه خللاً، ويشاهد فی خطه زللاً، فلا يصلحه. كلا ، والله ! ما يتوهم عليه هذا ذوإنصاف وتـمييز

(ج) ولا يُعتـقـد أنـه أخّر الخطأ فی الكتاب ليصلحه مَنْ بَعده،

① المقنع:ص۱۲۰

Marfat.com

وسبيل الجائين بعده، البناء على رسمه، والوقوف عند حكمه.

(د) ومن زعم أن عثمان أراد بقوله: ((أرى فيه لحناً)): أرى في خطّه لحناً إذا أقمناه بألسننا...... كان لحن الخط غير مفسد ولا محرف ـــ من جهة تحريف الألفاظ، وإفساد الإعراب ـــ فقد أبطل ولم يصب ، لأن الخط ينبئ عن النطق، فمن لَحَن في كَتْبه فهو لَاحِنٌ في نُطقه. ولم يكن عثمان ليؤخر فساداً في هجاء الفاظ القرآن من جهة كتْبٍ ولا نُطق. ومعلوم أنه كان مواصلا لدرس القرآن، متفقاً لألفاظه، واقفاً على ما رُسم في المصاحف المنُفَذَةِ إلى الأمصار والنواحي". ①

یعنی اوّلاً: روایتِ مذکورہ منقطع اور غیر متصل ہونے کی وجہ سے قابلِ حجت نہیں۔ ثانیاً: اس بات کو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو کہ اپنے دورِ مقدس میں لوگوں کے امام ہوں وہ ایسے مرکزی مصحف پر لوگوں کو جمع کر دیں جبکہ اُن پر اس مصحف میں خلل کا وقوع واضح ہو چکا ہو اور انہوں نے اس کے خط میں کمی بھی ملاحظہ کی ہو پھر اس کی اصلاح نہ فرمائی ہو۔ بخدا ہرگز ایسا ممکن نہیں اور ہر منصف مزاج شخص ایسا وہم نہیں کر سکتا۔ ثالثاً: یہ اعتقاد نہیں رکھا جا سکتا کہ کتابت کی خطا کو بعد والے لوگوں کیلئے چھوڑ دیا گیا ہو اور اسی رسم پر بنیاد رکھتے ہوئے اسی پر قائم رہنے کا حکم دیا جائے۔ رابعاً: کسی کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول لحن سے لحن کا عمومی معنی مراد لینا بھی درست نہیں نیز خط میں پایا جانے والا لحن الفاظ کی تحریف اور اعراب کے بگاڑ کا باعث نہیں۔ کیونکہ خط نُطق پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابت کی طرف سے لحن باقی رکھا اور نہ ہی نُطق کے اعتبار سے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن

① السیوطی: الاتقان: ۲/۲۷۰..... لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص ۳۴۵

کے الفاظ اور امصار و اطراف میں بھیجے جانیوالے رسم سے واقف تھے۔

لحن والی روایت کی بنیاد پر اعتراض کرنے والے مستشرقین و متجددین کے جواب میں حضرت عثمان ؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ بن ہانیؒ کی حسبِ ذیل روایت بھی پیش کی جاتی ہے:

''کنتُ عند عثمان وهم يعرضون المصاحف، فأرسلني بكتف شاةٍ إلى ابن كعب، فيها: ﴿لَمْ يَتَسَنَ﴾، وفيها: ﴿لا تَبْدِيْلَ لِلْخَلْقِ﴾، وفيها: ﴿فأمهل الكافرين﴾. قال: فدعا بالدواة، فمحا أحد اللامين، فكتب: ﴿لِخَلْقِ اللهِ﴾، وكتب: ﴿فَمَهِّلِ﴾، وكتب: ﴿لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾، ألحق فيها الهاء''. ①

یعنی مصاحف کی تیاری کے وقت، مَیں (عبداللہ بن ہانی) حضرت عثمان ؓ کے پاس تھا۔ آپ ؓ نے مجھے بکری کا ایک شانہ دے کر حضرت ابن کعب ؓ کی طرف بھیجا، جس پر الفاظ ﴿لَمْ يَتَسَنَ﴾، ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِلْخَلْقِ﴾، ﴿فأمهل الكافرين﴾ لکھے ہوئے تھے۔ حضرت ابن کعب نے دوات منگوانے کے بعد ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِلْخَلْقِ﴾ سے ایک لام مٹایا اور ﴿لِخَلْقِ اللهِ ②﴾ لکھا، اس کے علاوہ ﴿فأمهل الكافرين﴾ کو ﴿فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ ③﴾ لکھا، اور ﴿لَمْ يَتَسَنَ﴾ کے آخر میں ہاء کا اضافہ کر کے ﴿لَمْ يَتَسَنَّهْ ④﴾ لکھا۔

---

① مراجعِ سابقہ

② الروم: ۳۰

③ الطارق: ۱۷

④ البقرۃ: ۲۵۹

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جہاں بھی کسی قسم کا لحن یا اس کا امکان دیکھا تو اُسے فوراً درست کروایا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی احتیاط کو دیکھتے ہوئے یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے مصحفِ امام میں اثباتِ لحن کے باوجود اس کو اسی طرح باقی رہنے دیا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع اور تائید میں ہونے کے باوجود، درج بالا روایت کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ابن ہانی کی یہ روایت بھی روافض و منافقین کی ایجاد کردہ ہے کیونکہ یہ روایت، دراصل، جمعِ صدیقی پر اعتراض اور اس کو ناقص ثابت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ واضح مطلب ہے کہ اگر ہم اس کو درست تسلیم کر لیں تو ہمیں اس روایت میں مذکور الفاظِ قرآنی کے بارے میں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ الفاظ مصحفِ صدیقی میں غلط رقم تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِن کو بعد میں درست کروایا۔ حالانکہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ مصاحف کی تیاری کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا مصدر یہ مصحف صدیقی ہی تھا۔ یہ درحقیقت مسلمانوں کے اجماع کو مکمل طور پر سبوتار کرنے کی کوشش ہے جس کو کسی صورت قبول نہیں کیا جا سکتا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں:

”هذا، ونحن لا نصدق رواية عبد الله بن هانئ، ولو أنها تدافع عن عثمان المتهم بأنه رأى لحناً فى القرآن فلم يصححه: فهذه الرواية تطعن جمع ابى بكر فى الصميم، ذلك أن الكلمات المقول بأن عثمان بعث بها إلى ابي بن كعب ليرى فيها رأيه أما أن تكون فى الجمع البكرى وإما أن لا تكون: فإن كانت فيه، وعلى الصواب، فلماذا يلتمس لها عثمان رأى بن كعب؟ وإن كانت غير موجودة فيه، أو كانت موجودة ولكن على خطأ،

Marfat.com

فالمعنى أن الجمع البكرى ناقصٌ أو خاطئ، وهذا ما يناقض إجماع المسلمين على سلامة هذا الجمع من كل الوجوه سلامة مطلقة، وعلى أنه الأصل الوثيق لجمع عثمان". ①

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اِن منقطع السند اور واہی روایات کے بارے میں علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

"فلعمری إن هذا يستحيل عقلاً وشرعاً وعادةً، فالحق أن ذلک لا يصح عن عثمان والخبر ضعيف مضطرب منقطع. وقد أجابوا عنه بأجوبة لا أراها تقابل مؤنة نقلها". ②

یعنی بخدا یہ عقلاً، شرعاً اور عادتاً محال ہے۔ درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایسی بات منسوب کرنا درست نہیں اور روایت بھی ضعیف، مضطرب اور منقطع ہے۔علماء نے اس کے مفید جوابات دیے ہیں۔

عقلی طور بھی یہ محال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لحن والے مصاحف مختلف شہروں کی طرف روانہ کیے ہوں اور پھر کسی شہر کے لوگوں کے ساتھ ساتھ صحابہ میں سے بھی کسی نے ان مصاحف پر نکتہ چینی نہ کی ہو اور اس کو خاموشی کے ساتھ قبول کرلیا ہو!!۔اس کی وضاحت ابن ابی داؤد نے بھی کی ہے کہ لحن سے مراد لغت کا لحن ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام عرب کسی لحن کو درست تسلیم کرلیں یا جن کی طرف ایسے مصاحف ارسال کیے گئے اور وہ بغیر کسی تعارض کے اس کو جائز قرار دیں۔

"قال ابوبكر بن ابى داؤد هذا عندى يعنى بِلُغَتِها وإلا لو كان

---

① الجمع الصوتی الاول: ص ۳۴۶

② روح المعانی: ۲۹/۱

فيه لحن لا يجوز في كلام العرب جميعاً لما استجاز أن يبعث به إلى قوم يقرأونه". ①

ایک اور مقام پر ابن ابی داؤد لکھتے ہیں:

"ولا يجوز أن يجتمع أهل الأمصار كلها، وأصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم معهم على الخطأ وخاصة في كتاب الله عز وجل". ②

یعنی یہ ممکن نہیں کہ تمام شہروں کے لوگ کسی خطا پر مجتمع ہو جائیں، نیز تمام اصحابِ رسول ﷺ بھی اکٹھے کسی خطا پر، خصوصاً کتاب اللہ کے معاملہ میں، جمع ہوں۔

☆......☆......☆

○......حجاج بن یوسفؒ کی طرف "مصحف میں گیارہ حروف بدلنے کا" منسوب قول اور اس کی تحقیق:

ابن ابی داؤد نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے:

"حدثنا عبد الله، حدثنا أبو حاتم السجستاني، حدثنا عباد بن صهيب، عن عوف بن أبي جميلة أن الحجاج بن يوسف غير في مصحف عثمان أحد عشر حرفاً......". ③

یعنی عوف بن ابی جمیلہ سے روایت ہے کہ حجاج بن یوسف نے مصحفِ عثمان ؓ میں گیارہ حروف بدلے۔ یہ گیارہ حروف درج ذیل ہیں:

---

① کتاب المصاحف: ص ۴۱

② نفس المصدر: ص ۸۷

③ نفس المصدر: ص ۵۹

Marfat.com

نمبر	سورہ وآیت	تبدیلی سے پہلے صورتِ آیۃ	تبدیلی کے بعد صورتِ آیۃ
1	البقرۃ۲:۲۵۹	لَمْ یَتَسَنَّ وَانْظُرْ	لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ
2	المائدۃ۵:۴۸	شَرِیْعَۃً وَّمِنْهَاجاً	شِرْعَۃً وَّمِنْهَاجاً
3	یونس۱۰:۲۲	هُوَ الَّذِیْ یُنْشِرُکُمْ	یُسَیِّرُکُمْ
4	یوسف۱۲:۴۵	أَنَا آتِیْکُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ	أَنَا أُنَبِّئُکُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ
5	المؤمنون۲۳:۸۵، ۸۷، ۸۹	سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ	آخری دو کو اللہ، اللہ لکھا۔
6	الشعراء۲۶:۱۱۶	مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ	قصہ نوح میں الْمَرْجُوْمِیْنَ لکھا۔
7	الشعراء۲۶:۱۶۷	الْمَرْجُوْمِیْنَ	قصہ لوط میں الْمُخْرَجِیْنَ لکھا۔
8	الزخرف۴۳:۳۲	نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَعَایِشَهُمْ	مَعِیْشَتَهُمْ
9	محمد۴۷:۱۵	مِنْ مَّآءٍ غَیْرِ یَاسِنٍ	مِنْ مَّآءٍ غَیْرِ ءَاسِنٍ
10	الحدید۵۷:۷	وَاتَّقَوْا لَهُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ	وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ
11	التکویر۸۱:۲۴	وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِظَنِیْنٍ	بِضَنِیْنٍ

مذکورہ روایت کے ظاہر الفاظ اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ حجاج بن یوسف نے ان حروف کو تبدیل کیا۔ بایں وجہ بعض مصنفین نے اس روایت کے ابطال اور تردید میں بے

Marfat.com

شمار اقوال اکٹھے کیے ہیں۔ جیسا کہ الدکتور عبدالعال سالم مکرم نے ''القرآن الکریم وأثرہ فی الدراسات النحویة ①'' میں اس بحث کو اسی تنقیدی انداز سے رقم کیا ہے۔ اس کے علاوہ محمد بن عمر بن سالم نے القراءات وأثرھا فی التفسیر والأحکام میں اس کی روایت کو باطل قرار دیا ہے ②۔ لیکن روایت کے پس منظر اور محرکات کی تحقیق کے بعد اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت و تحسین کی بابت، حجاج بن یوسف کی مساعی و خدمات کے نتیجہ میں مصاحف کے خط میں نقط و اعجام کا ایک مربوط نظام تکمیل پذیر ہوا۔ حجاج بن یوسف سے منسوب قول کی وضاحت اور اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ابن قتیبہؒ، عاصم الجحدری سے روایت نقل کرتے ہیں:

''وكان الحجاج وكّل عاصماً هذا، وناجية بن رمح، وعلي بن أصمع بتتبع المصاحف، وأمرهم أن يقطعوا كل مصحف وجدوه مخالفاً لمصحف عثمان ويعطوا صاحبه ستين درهما، خبّرني بذلك أبو حاتم عن الأصمعي، قال وفي ذلك بقول الشاعر:

والا رسوم الدار قفرا كأنه كتاب محاه الباهلي ابن اصمعا''. ③

یعنی حجاج بن یوسفؒ نے عاصمؒ، ناجیہ بن رمحؒ اور علی بن اصمعؒ کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ

---

① عبدالعال سالم مکرم: القرآن الکریم وأثرہ فی الدراسات النحویة: ص ۳۲، ۳۳ دار المعارف، مصر، ۱۹۶۸ء

② القراءات وأثرہا فی التفسیر والاحکام: ص ۳۶۱

③ تاویل مشکل القرآن: ص ۳۷

Marfat.com

مصاحف کی تحقیق کریں۔ حجاج نے اُن کو مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالف ہر مصحف کے تلف کرنے کا حکم دیا۔ جس شخص کے پاس ایسا مصحف ہو اس کو بدلے میں ساٹھ درہم ادا کیے جائیں۔

درج بالا روایت اس بات کی طرف مشیر ہے کہ حجاج بن یوسف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہوئے مصاحف کے مطابق ہجاءِ کلمات کی درستگی اور محافظت پر یقین رکھتا تھا اور اس نے ایسے انتظامات کیے جن سے مصحفِ عثمانی کے رسم کا التزام ضروری ہو سکے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک مصحف کوفہ کی طرف روانہ کیا تو اس وقت وہاں موجود صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حکم سے بعض لوگوں نے مصحفِ عثمانی کی تقلید سے انکار کیا، اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس فیصلہ سے رجوع سے ثابت ہے، لیکن کچھ مصاحف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حکم سے باقی رہنے والے کلمات بعینہٖ اسی طرح باقی تھے۔ حجاج بن یوسف کے اس اقدام کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ ایسے مصاحف کو تلف کر دیا جائے جن کی بنیاد پر آئندہ قرآن مجید میں اختلافات کا سلسلہ قائم ہونے کا امکان ہو۔ حجاج کا یہ طریقہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت کی پیروی تھی کہ جس خوف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو ایک مصحف پر مجتمع کیا اُسی کام کی تکمیل حجاج نے کی۔ بلکہ حجاج نے ایسے لوگوں، جو اپنا مصحف تبدیل کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، کو ساٹھ درہم کی ادائیگی کا بھی حکم دیا۔ چنانچہ اس حقیقت کے پیش نظر حجاج کے نام سے گیارہ حروف کی تبدیلی کا قول معتبر نہیں بلکہ حجاج نے چند مصاحف میں اِن گیارہ حروف کی تصحیح کا انتظام کیا۔

حجاج سے متعلق مروی روایات میں لفظ 'غَیَّـــر' استعمال کیا گیا ہے۔ تو یہ تغیر اصلاح سے غلطی کی طرف نہیں بلکہ غلطی سے اصلاح کی طرف ہے۔ کیونکہ اگر اِس غلطی کو

Marfat.com

باقی رکھا جاتا تو آئندہ حالات میں قرآن کے متنازعہ ہونے میں کسی قسم کا شک باقی نہیں تھا۔ غانم قدوری لفظ ''غَیّر'' کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

" وإذا نظرنا في نص الرواية نجد أنها تذكر لفظ (غيّر) أي بدّل، ولا يشترط أن يكون التغيير من الصواب الى الخطأ بل قد يكون من الخطأ الى الصواب،ويكون الخطأ دافعاً للتغيير الى الصواب، والخطأ المتوقع في هذه الحالة هو أن بعض المصاحف كتبت فيها حروف على نحو ما يوجد في قراء ة ابن مسعود مما يخالف المصحف العثماني". ①

مذکورہ گیارہ حروف میں سے اکثر حروف مصحفِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں موجود تھے۔ جیسے: 1. ﴿يَتَسَنَّ﴾ ② 2. ﴿شَرِيْعَةً﴾③، 8. ﴿مَعَايِشَهُم﴾④، 11. ﴿بِظَنِيْنٍ﴾⑤ ۔حرف نمبر 3 اور 5 مصاحفِ ائمہ میں مختلف طور پر مرسوم تھے۔اور باقی حروف میں بھی قراءات وغیرہ کا اختلاف موجود ہے۔اِس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصحفِ عثمانی میں یہ گیارہ مقامات مختلف فیہ تھے۔

حجاج کے اس اقدام کو امام ابوبکر الباقلانی ؒ کا قول مزید تقویت بخشتا ہے جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حجاج مصاحف کے معاملہ میں سب سے سخت حاکم تھا، کیونکہ لوگ اپنے

---

① رسم المصحف: ص۷۱۴.....محمد بن عمر بن سالم نے بھی اسی قسم کے معنی لکھے ہیں ملاحظہ ہو: القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام: ص۳۶۲

② دیکھئے: Jeffery: Materials...,p.31

③ نفس المصدر: p.39

④ نفس المصدر: p.89

⑤ نفس المصدر: p.87

مصاحف میں بعض منسوخ التلاوۃ آیات لکھتے تھے۔ بایں وجہ حجاج نے بصرہ کے حفاظ اور خطاطین کی طرف حاضری کا حکم نامہ بھیجا۔ اہلِ بصرہ کے مستند قراء میں سے ابوالعالیۃؒ (م۹۰یا۹۶ھ)، نصر بن عاصم الجحدریؒ، ابن اصمعؒ، حسنؒ اور مالک بن دینارؒ حاضرِ خدمت ہوئے تو حجاج نے آلِ عثمان رضی اللہ عنہ سے مصحفِ عثمانی منگوا کر مذکورہ پانچوں اشخاص کو حکم دیا کہ اپنے مصاحف اِس کے مطابق درست کرو۔ چنانچہ انہوں نے گیارہ حروف کو اس مصحفِ عثمانی کے مطابق درست کیا۔ علامہ غانم قدوری نے مذکورہ روایت کو ''نکت الانتصار'' کے حوالے سے اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

''وقد روى أن الحجاج قدم العراق ولم يكن أحد من الأمراء أشد نظراً فى المصاحف منه، وكان الناس يكتبون في مصاحفهم أشياء، كانوا يكتبون (الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما البتة)و(ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم في مواسم الحج)، واشياء غير هذا، فبعث الحجاج الى حفاظ البصرة وخطاطها فجمعهم عنده ثم أدخل عليه منهم خمسة: هم أبو عالية، ونصر بن عاصم الجحدرى وابن اصمع ومالك بن دينار، وبعث الحجاج فأتى بمصحف عثمان، وهو عندئذ عند آل عثمان فقال لهؤلاء الخمسة، اكتبوا المصاحف واعرضوا وصيروا فيما اختلفتم فيه الى قول هذا الشيخ يعنى الحسن، فغيروا أحد عشر حرفاً بأمر الحسن والجماعة المذكورة''.①

مذکورہ روایت سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ گیارہ حروف میں کی گئی

① رسم المصحف: ۱۵۷و۱۶۷

Marfat.com

تبدیلی مکمل طور پر مصحفِ عثمانی کی روشنی میں انجام پائی۔ مزید براں حجاج نے یہ کام، علومِ قرآنیہ میں مہارت رکھنے والے، بصرہ کے مشہور ائمہ کی قائم کردہ کمیٹی کے اعتماد سے انجام دیا۔ کیونکہ عاصم الجحدریؒ کا شمار قراءات ورسم کے علماء میں ہوتا تھا جبکہ مالک بن دینارؒ (م ۱۲۷ھ) خوبصوت خط کے مالک تھے جو کہ اجرت پر مصاحف کی کتابت کیا کرتے تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ حافظہ والے تھے ①۔ امام حسنؒ اپنے زمانہ میں علم وعمل کے لحاظ سے بصرہ کے امام تھے ②۔ ابو العالیہؒ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، ان کے بارے میں ابن ابی داود کا قول ہے کہ "ليس أحد بعد الصحابة أعلم القرآن منه" ③۔

چنانچہ مذکورہ بحث سے حجاج کے گیارہ حروف بدلنے کے متعلق روایت کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ اس میں تغییر کا لفظ اصلاح کے معانی میں استعمال ہوا ہے اور بعض مصاحف میں موجود غلطی کی اصلاح بھی مصحفِ عثمانی کی روشنی میں کی گئی۔ لہٰذا حجاج بن یوسف کی طرف یہ قول منسوب کرنا کہ اُس نے موجودہ قرآن مجید میں کسی قسم کی تبدیلی کی ہے، کسی طرح بھی درست نہیں۔

○......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف "مصحف میں کُتّاب کی غلطی" سے متعلق قول اور اس کی تحقیق:

حضرت ہشامؒ اپنے والد حضرت عروۃ بن الزبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

① ابن الجزریؒ: غایۃ النہایۃ: ۳۶/۲

② نفس المصدر: ۲۳۵/۱

③ نکت الانتصار: ص ۳۹۷۔ بحوالہ: غانم: رسم المصحف: ص ۷۱۶

Marfat.com

انہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ﴿إِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ ①﴾، ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ②﴾، ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ ③﴾ میں قرآنی لحن کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! یہ کُتّاب کا کام ہے جنہوں نے کتاب اللہ میں غلطی کی ہے۔ روایت کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"حدثنا عبدالله، حدثنا عمرو بن عبد الله الأدوي، حدثنا أبو معاوية، عن هشام بن عروة، عن أبيه قال: سألت عائشة عن لحن القرآن، ﴿إِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾، ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾، وعن قوله ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ﴾، فقالت: يا ابن اختى هذا عمل الكُتّاب اخطاؤا في الكتاب". ④

اِس روایت کو ابن ابی داوٗد نے ہشام بن عروہؒ اور سعید بن جبیرؒ (۴۵ھ۔۹۵ھ) کے علاوہ زبیر ابو خالد کی سند سے بھی نقل کیا ہے۔ ⑤، جبکہ امام الفراء ⑥، امام ابو عبیدؒ ⑦ اور علامہ دانیؒ ⑧ نے ہشام بن عروہ کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ محمد بن عمر بن

---

① طٰہٰ: ۶۳ ② النساء: ۱۶۲ ③ المائدۃ: ۶۹

④ کتاب المصاحف: ص ۴۳

⑤ نفس المصدر: ص ۴۲ و ۴۳

⑥ الفراء: ابو زکریا الفراء یحیٰ بن زیاد (م ۲۰۷ھ): **معانی القرآن**: ۱/۱۰۶، (تحقیق: احمد یوسف نجاتی و محمد علی النجار)، ط ۱، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۹۵۵ء

⑦ فضائل القرآن: ص ۲۲۹

⑧ المقنع: ۱۲۲

Marfat.com

سالم بازمول نے اِس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ①۔لیکن اِس روایت کے ایک راوی ابو معاویۃ الضریر کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ ② نے ''ربما دلّس'' کے الفاظ جبکہ علامہ ابن حجر العسقلانی ③ نے ''کان مُرجِئاً خبِیثاً'' کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

روایتِ مذکورہ کی تحقیق سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''لحن'' کے مفہوم کی تخصیص کی جائے۔چنانچہ اہلِ لغت نے مادّۂ لحن کے ضمن میں ''الخطأ في الأعراب، واللغة، والغناء، والفطنة، والتعریض، والمعنی'' وغیرہ معانی نقل کیے ہیں ④۔یعنی 'اعراب میں غلطی' کے ساتھ 'لغوی غلطی' کو بھی لحن کہا جاتا ہے۔روایات میں مذکور تمام الفاظ میں پایا جانیوالا لحن لغت اور قراءۃ کے اعتبار سے ہے۔

لحن کا ایک اور معنیٰ 'لہجہ' بھی ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اقرءوا القرآن بألحان العرب'' یعنی قرآن کو اہلِ عرب کے لہجہ میں پڑھو۔دوسری روایت میں ہے ''بلحون العرب وأصواتها وإیاکم ولحون أهل الفسق وأهل الکتابین'' ⑤ یعنی قرآن کو اہلِ عرب کے لہجہ میں پڑھو اور

---

① محمد بن عمر بن سالم بازمول: القراءات واثرها فی التفسیر والاحکام: ۳۵۰/۱، ط۱، دار الہجرۃ للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

② احمد بن حنبلؒ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ): کتاب العلل ومعرفۃ الرجال: ۲۴۱/۱، انقرہ، ۱۹۶۳ء

③ ابن حجر العسقلانی: شہاب الدین ابو الفضل احمد (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ): تهذیب التهذیب: ۱۳۸/۹، ۱۳۹، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد دکن، ۱۳۲۵ھ-۱۳۲۷ھ

④ ابن منظور: لسان العرب: مادۂ لحن......ابن درید: ابوبکر محمد بن الحسن (۲۲۳ھ-۳۲۱ھ): الجمهرة اللغة: ۱۹۲/۲، ط۱، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، ۱۳۴۵ھ......الازہری: ابو منصور محمد بن احمد (۲۸۲ھ-۳۷۰ھ): تهذیب اللغة: ۶۱/۵، قاہرہ، ۱۹۶۷ء

⑤ غانم: رسم المصحف: ص ۲۱۹

Marfat.com

فاسقوں اور اہلِ کتاب کے لہجہ سے بچو۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق ﷺ کا قول ہے: إنا لنرغب عن كثير من لحن أُبيّ يعني لغة أُبيّ ①۔ یعنی ہم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اکثر لغت اور لہجہ کو چھوڑ دیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں بھی لہجہ اور لغت مراد ہے۔

مسئول عنہا تینوں الفاظ ﴿إِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾، ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ﴾، اور ﴿وَالصّٰبِئُوْنَ﴾ رسم کے اعتبار سے بالکل درست اور رسمِ عثمانی کے قواعد کے عین مطابق ہیں۔ جیسا کہ علامہ غانم ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"وأول هذه الحقائق هي أن الكلمات موضع السؤال قد جاء ت صحيحة في رسمها جارية على قواعد الهجاء، فكلمة ﴿هٰذٰنِ﴾ في الآية الاولىٰ الواردة في الخبر جاء ت على وفق القاعدة التي جرى عليها الرسم العثمانى من حذف ألف (ها) التي للتنبيه ووصلها بما يليها من اسم الاشارة أو نحوه، وحذف الألف من(ذان)على نحو حذفها من كل مثنى، ام كلمة (المقيمين) فى الآية الثانية فهي من حيث رسمها، على ما هي عليه، صحيحة، مثل ما رسم فى المصحف (المؤمنين والمسلمين)، وكذلك بالنسبة لكلمة (الصٰبئون) في الآية الثالثة التى رسمها على مثال (الخٰطِئُوْنَ". ②

یعنی اوّلاً یہ حقیقت ہے کہ سوال میں مذکور تمام کلمات رسم کے مطابق صحیح ہیں اور قواعدِ ہجاء میں

---

① کتاب المصاحف: ۴۱

② رسم المصحف: ص ۲۲۰

Marfat.com

اسی طرح جاری ہوتے ہیں۔ پہلی آیت میں ﴿ھٰذٰنِ﴾ کا کلمہ رسمِ عثمانی کے قاعدۂ حذف کے مطابق ہے جس میں ہائے تنبیہ کے الف کو حذف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ﴿ذانِ﴾ میں تثنیہ کا الف حذف ہے۔ دوسری آیت میں ﴿وَالْمُقِيمِينَ﴾ کا کلمہ بھی رسمِ عثمانی میں دیگر کلمات مثلاً: اَلْمُؤْمِنِيْنَ اور اَلْمُسْلِمِيْنَ کی طرح درست مرسوم ہے۔ اسی طرح ﴿الصّٰبِئُوْنَ﴾ کا لفظ الخٰطِئُوْنَ کی طرح صحیح ہے۔

مزید براں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے یہ صراحت کہیں مذکور نہیں کہ انہوں نے اِن کلمات کو ﴿وَالْمُقِيمُونَ﴾ اور ﴿الصّٰبِئِيْنَ﴾ پڑھا ہو۔ ①

نحوی تعلیلات ② کے علاوہ اختلافِ قراءات کے حوالے سے اگر مذکورہ کلمات کا جائزہ لیا جائے تو قرّاء کے مابین ان کلمات کی قراءات میں بھی فرق ہے۔ مثلاً ﴿اِن هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ میں چار قراءات ہیں؛ اوّل: ﴿اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ یعنی ''اِنَّ'' کے نون کو مشدد اور ''ھٰذٰنِ'' کے نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ یہ امام نافعؒ کی قراءۃ ہے۔ دوم: ﴿اِنْ هٰذٰنِّ لَسٰحِرٰنِ﴾ جیسا کہ یہ امام ابنِ کثیرؒ کی قراءۃ ہے، جس میں ''اِنْ'' کو مخفف اور ''ھٰذٰنِّ'' کے نون کو مشدد پڑھا گیا ہے۔ سوم: ﴿اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ قراءۃِ حفص کے مطابق دونوں نون مخفف ہیں۔ چہارم: ﴿اِنَّ هٰذَيْنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ امام ابوعمرو کی قراءۃ کے مطابق ہے۔ ③

﴿وَالْمُقِيمِينَ﴾ کے کلمہ میں جمہور کا یائے منصوبہ والی قراءۃ پر اتفاق ہے۔ مگر یونس اور ہارون نے ابوعمرو کی واؤ کے ساتھ ﴿وَالْمُقِيمُونَ﴾ قراءۃ نقل کی ہے۔ ④ جبکہ

---

① الزرقانی: مناہل العرفان: ۳۸۱/۱

② مفید نحوی تعلیلات کے لئے ملاحظہ ہو: لبیب السعید: الجمع الصوتی الاول للقرآن: ص۳۲۹ و مابعد

③ الدمیاطی: اتحاف فضلاء البشر: ص۳۰۴

④ نفس المصدر: ص۱۹۶

Marfat.com

عاصم الجحدري نے رسماً ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ﴾ کو یاء کے ساتھ رکھا ہے اور قراءۃ واؤ کے ساتھ کی ہے ①۔ مزید براں ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ﴾ کو منصوب لکھنے میں حکمت یہ ہے کہ یہاں ان لوگوں کی خصوصیت سے تعریف کرنا مقصود ہے جو نماز پڑھتے ہیں۔ نصب اظہارِ مدح میں ہے اور عربی میں یہ قاعدہ عام ہے ②۔

﴿الصّٰبِئُوْنَ﴾ کو بھی جمہور قرّاء نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے لیکن ابن محیصن اور بعض روایات کے مطابق عاصم الجحدری کی قراءۃ یاء کے ساتھ ﴿الصّٰبِئِيْنَ﴾ ہے ③۔

چنانچہ مذکورہ چاروں کلمات کی قراءۃ اور اس کا رسم جمہور علماءِ رسم وقراءۃ کے ہاں متواتر منقول ہے۔ اس صورت میں یہ محال ہے کہ کسی کاتب نے قراءۃ یا ان کے رسم میں کسی قسم کی خطا کی ہو ④۔

اس کے علاوہ علماء نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں تاویل بھی کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول 'خطا' سے مراد اَولیٰ اور بہتر کے انتخاب کے معاملہ میں ہے کہ احرفِ سبعہ میں سے دوسری وجہ کو اگر لکھا جاتا تو یہ بہتر ہوتا۔ ورنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے عظیم قدرومنزلت، وسعتِ علم، معرفتِ لغت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے ذی وقار شخصیت ہونے کی حیثیت سے یہ محال ہے کہ انہوں نے بارہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع پر گفت وشنید کے ذریعہ اُن کے اجماع اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کاوش پر تنقید کرتے ہوئے اسے غلطی قرار دیا ہو۔ جیسا کہ علامہ دانی فرماتے ہیں:

---

① ابن خالویہ: **مختصر في شواذ القرآن من كتاب البديع**: ص ۳۰، مطبعۃ الرحمانیۃ، مصر، ۱۹۳۴ء

② مولانا محمد حنیف ندوی: مطالعۂ قرآن: ص ۲۶۶

③ الدمیاطی: اتحاف فضلاء البشر: ص ۲۰۲

④ غانم: رسمِ مصحف: ص ۲۲۰ تا ۲۲۳۔

Marfat.com

"علی أن أمَ المومنين رضی اللہ عنها مع عظيم محلها وجليل قدرها واتساع علمها ومعرفتها بلغة قومها لحّنت الصحابة وخطّأت الكتبة وموضعهم فی الفصاحة والعلم باللغة موضعهم الذی لا يجهل ولا ينكر، هذا ما لا يسوغ ولا يجوز. وقد تأوّل بعض علمائنا قول أم المومنين أخطئوا فی الكتاب أي أخطئوا في اختيار الاولیٰ من الأحرف السبعة بجمع الناس عليه لا أن الذی كتبوا من ذلک خطأ لا يجوز". ①

لہٰذا مذکورہ بالا تمام بحث کے بعد یہ کہنا درست ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں لحن سے مراد لہجہ یا لغت کا لحن مراد ہے۔ اِس سے بلحاظِ رسم یا قراءۃ لحن مراد نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیال میں سبعۂ احرف میں افضل صورت کوئی اور تھی۔

○......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب چند اختلافی اقوال اور ان کی حقیقت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی چند اختلافی اقوال کی بنا پر بھی مصحفِ عثمانی پر تنقید کی جاتی ہے۔ اِن روایات کی تنقیح حسبِ ذیل ہے:

⇦......کاتب کی خطاء کے متعلق ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"عن ابن عباس في قوله تعالى: ﴿لا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيرَ بُيُوتِكُم حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى اَهْلِهَا﴾ قال: انما هى خطأ من

① المقنع: ص۱۲۲

Marfat.com

الکاتب ﴿حَتّٰی تَسْتَاْذِنُوْا وَتُسَلِّمُوْا﴾ ". ①

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿حَتّٰی تَسْتَاْذِنُوْا وَتُسَلِّمُوْا﴾ ② ۔کو کاتب کی خطاء قرار دیتے تھے اور اس کی جگہ ﴿حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا﴾ پڑھتے تھے۔ اس روایت کو ابو عبیدؒ نے فضائل القرآن ③ میں، اور علامہ ابن جریر الطبریؒ نے اپنی تفسیر ④ میں صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یہ روایت صحیح ہے ⑤ ۔لیکن اس روایت کے بارے میں علامہ ابن جریر الطبریؒ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"وهذا خبر غير صحيح عن ابن عباس وغيره، فإن المصاحف الإسلام كلها قد ثبت فيها: ((حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا))، وصح الإجماع منها، من لدن مدة عثمان، فهي التي لا يجوز خلافها، واطلاق الخطاء والوهم على الكُتاب في لفظ أجمع الصحابة عليه قول لا يصح عن ابن عباس". ⑥

یعنی یہ روایت ابن عباس یا ان کے علاوہ کسی شخص سے منقول نہیں کیونکہ مصاحف لکھے جا چکے تھے اور (حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا) کے بارے میں بھی اجماع واقع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے آج تک کسی سے اس کے خلاف پڑھنا منقول نہیں۔ صحابہ کرام کے مجمع علیہ کسی لفظ میں

① محمد بن عمر بن سالم: القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام: ص ۳۵۱

② النور: ۲۷

③ فضائل القرآن: ص ۲۶۳

④ الطبری: ابو جعفر محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ): **جامع البیان فی تفسیر القرآن** : ۱۸/۱۰۹، المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ، قاہرہ، مصر، ۱۳۲۳ھ۔۱۳۲۹ھ

⑤ القراءات واثرہا فی التفسیر والاحکام: ص ۳۵۱

⑥ الطبری: ۲/۲۱۳

Marfat.com

مصاحف لکھنے والوں پر وہم یا غلطی کا اطلاق درست نہیں۔

علامہ قرطبیؒ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کی تکذیب کرتے ہوئے تقریباً یہی الفاظ استعمال کیے ہیں ①۔ علامہ زرقانیؒ اس شبہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ونجیب (اولاً) بما أجاب به ابو حیان إذ یقول ما نصه: أن من روی عن ابن عباس انه قال ذلک فهو، طاعن فی الإسلام ملحد الدین، وابن عباس بریٔ من ذلک القول. (ثانیاً) بما أخرجه ابن ابی حاتم وابن الأنباری فی المصاحف وابن جریر وابن مردویه عن ابن عباس أنه فسّر ((تَسْتَأْنِسُوا)) فقال: أی تستأذنوا من یملک الإذن من أصحابها یعنی اصحاب البیوت. (ثالثاً) أن القراء لم یرووا غیر قراءة ((تَسْتَأْنِسُوا)) فلو کان ذاک النقل صحیحاً عن ابن عباس لنقلوا عنه أنه قرأ ((تستاذنوا)). (رابعاً)إذا سلمنا للحاکم أن هذا الخبر صحیح عن ابن عباس ، فإننا نرده،برغم دعوی هذه الصحة، لأنه معارض للقاطع المتواتر وهو قراءة ((تَسْتَأْنِسُوا)) ، والقاعدة أن معارض القاطع ساقطٌ، وأن الروایة متی خالفت رسم المصحف فهی شاذةٌ لا یلتفت ألیها ولا یُعوّل علیها". ②

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کا جواب ہم چار طریقوں سے دے

---

① القرطبی: ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری: (م ۶۷۱ھ): **الجامع لأحکام القرآن**: ۱۲/۲۱۴، دارالکتب المصریۃ، قاہرہ، ۱۹۵۰ء

② مناہل العرفان: ۱/۳۸۲

Marfat.com

سکتے ہیں:

۱)......ابوحیان کے قول کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف ایسا قول منسوب کرنے والا دراصل اسلام کو مطعون کرنے والا اور ملحد ہے، جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس قول سے بری ہیں کہ انہوں نے اس کو کاتب کی خطا قرار دیا ہو۔

۲)......جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ اور ابوبکر الانباریؒ نے ''مصاحف'' اور ابن جریرؒ اور ابن مردویہؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ((تَسْتَأْنِسُوْا)) کی تفسیر میں ((تستاذنوا)) کے الفاظ فرمائے ہیں۔ جس سے گھر والوں میں اجازت دینے کا مالک مراد ہے۔

۳)......قرّاء میں سے کسی نے اس کے علاوہ کوئی قراءت نقل نہیں، اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح پڑھا ہوتا تو قرّاء کے ہاں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قراءۃ مشہور و منقول ہوتی۔

۴)......روایت کی صحت کے ثبوت کے باوجود اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے مقابلہ میں مجمع علیہ اور متواتر کلمۂ قرآنی ((تَسْتَأْنِسُوْا)) منقول ہے۔ لہٰذا متواتر کے مقابلہ میں خبرِ واحد معمول بہ نہیں بن سکتی۔

....

⇦......**2.** ﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ﴾① کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے:

''في قوله تعالىٰ: (مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ) أنه قال : هي خطأ من الكاتب ، هو أعظم من أن يكون نوره مثل نور المشكاة، انما

---

①النور:۳۵

Marfat.com

ھی: (مثل نور المؤمن كمشكاة)". ①

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول (مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشْکوٰۃٍ) کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کا نور کسی طاق میں سمانے سے بڑا ہے اس سے مراد مومن کا نور ہے اور آیت دراصل یوں ہے: (مثل نور المومن کمشکاۃ)۔

اس روایت کا جواب دیتے ہوئے ابن اشتہ کا قول ہے:

"أخطأوا في الأختيار وما هو الأولىٰ لجمع الناس عليه من الأحرف السبعة، لا أن الذى كُتب خطأ خارجٌ عن القرآن". ②

یعنی کُتاب نے احرفِ سبعہ میں سے اولیٰ کے اختیار کرنے میں غلطی کی ہے، نہ کہ وہ کچھ لکھ دیا ہے جو کہ قرآن سے خارج ہے۔

لیکن اس اور اس جیسی تمام روایات میں ایسی تاویلات کے ساتھ ساتھ اس کا سب سے مضبوط پہلو یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ایسے تمام اقوال تفسیری اقوال ہیں جو کہ خبر واحد کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے مجمع علیہ اور متواتر منقول قرآنی کلمات کے مقابلہ میں قابلِ قبول نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ڈاکٹر لبیب السعید نے بھی اس کی صراحت کی ہے:

"فالكتاب لم يكتبوا إلا ما تواتر، وما استوفىٰ شرائط ثبوت القرآنية، وكانوا خاضعين لمناهج بالغة الدقة، وكان علمهم على ملأ من المسلمين، فكان الخطأ مأموناً على وجه اليقين". ③

⇦ ......3. ﴿وَقَضىٰ رَبُّکَ﴾ ① کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

---

① السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن: ۱۸۵/۱

② مرجع سابق

③ الجمع الصوتی الاول: ص ۳۳۹

Marfat.com

یہ "ووصی ربک" تھا، جس میں واؤ (و)، حرفِ صاد (ص) سے ملا دیا گیا ہے۔② یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کے مصاحف میں "ووصی ربک" لکھا ہوا تھا۔③

ابن اشتہ کے الفاظ ہیں کہ

"استمدّ الكاتب مداداً كثيراً، فالتزقت الواو بالصّاد......الخ".④

یعنی اس لفظ کو لکھتے ہوئے کاتب نے سیاہی زیادہ لگائی جس کی وجہ سے واؤ (و) اگلے لفظ صاد (ص) سے چمٹ گئی۔ جس کی وجہ سے یہ "وقضی" پڑھا گیا۔

علامہ قرطبیؒ نے ابو حاتم کا قول نقل کیا ہے کہ یہ زنادقہ کا ہمارے مصاحف پر الزام ہے⑤۔ ورنہ درحقیقت "وقضی" ہی متواتر و منقول ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے ابن الانباریؒ کے حوالے سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔⑥ اس روایت کے بارے میں علامہ فخر الدین الرازیؒ لکھتے ہیں:

"واعلم أن هذا القول بعيد جدّاً، لأنه يفتح باب أن التحريف والتغيير قد تطرّق ألى القرآن، ولو جوّزنا ذلک لارتفع الأمان عن القرآن، وذلک يخرجه عن كونه حجة، ولا شک أنه طعن

---

① بنی اسرائیل:۲۳

② السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن:۱/۱۸۴

③ القرطبی: الجامع لاحکام القرآن:۱۰/۲۳۷

④ الاتقان فی علوم القرآن:۱/۱۸۴

⑤ القرطبی: الجامع لاحکام القرآن:۱۰/۲۳۷

⑥ مناہل العرفان:۱/۳۸۳

Marfat.com

عظیم فی الدین"۔① —

یعنی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قول نہایت بعید ہے، کیونکہ اس کی تائید، قرآن میں تحریف وتغیر کا باب کھولنے کے مترادف ہے۔ نیز اس سے قرآنی حفاظت کا دعویٰ ختم ہو جاتا ہے۔ بے شک یہ دین میں طعنِ عظیم ہے۔

....

⇦......**4.** ﴿أَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ ءَ امَنُوْا......﴾② کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف روایت منسوب ہے کہ انہوں نے اس کو کاتب کی سستی قرار دیا کہ کاتب نے ﴿یاس﴾ میں ایک دندانے کا اضافہ کردیا

جس کی وجہ سے یہ ﴿ییاس﴾ بن گیا۔ جبکہ حضرت ابن عباس کے ذاتی مصحف میں ﴿افلم یتبیّن الذین آمنوا......﴾ یا ﴿افلم یأس الذین﴾ لکھا ہوا تھا۔③

اس روایت کے ناقابلِ اعتماد ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن کبھی بھی کتابت کا محتاج نہیں رہا اور نہ ہی کبھی کتابت پر کلی اعتماد کیا گیا بلکہ رسول اللہ سے یہ تلقی اور شفوی طریقہ پر منقول ومسموع ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ فقط ایک کاتب کی سستی کی وجہ سے تمام مسلمانوں میں کوئی لفظ بطورِ قرآن رواج پا جائے جو رسول اللہ ﷺ سے مسموع نہ ہو؟ چنانچہ ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں:

" فالعبرة فی تلقی القرآن ، عند المسلمین ، منذ عهد النبی ﷺ،

---

① الرازیؒ: فخر الدین ابوالفضل بن ضیاء الدین بن الحسن البکری (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ): **التفسیر الکبیر**: ۱۸۴/۲۰، المطبعة المصریة، قاہرہ، ۱۳۵۷ھ

② الرعد: ۳۱

③ السیوطی: الاتقان: ۱۸۵/۱

Marfat.com

هی بالتلقین الشوی اولاً، ولا عبرة بالکتابة وحدها ، حتی مع وُصِفَ بہ اصحابها من یقظة لم یعتورها نعاس، وحَذَرٍ لم تَشُبّه غفلة ، وتشدد لم یکتفه ترخص". ①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس روایت پر امام رازی نے "وھذا القول بعید جداً" سے رائے ظاہر کی ہے② ۔جبکہ علامہ زمخشریؒ کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"ھذا، ونحن لا یصدّق فی کتاب اللہ الذی لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه، وکیف یخفی مثل ھذا حتی یبقی ثابتا بین دفّتی الامام ، وکان متقلبا بین ایدی اولئک الاعلام المحتاطین فی دین اللہ المھتمین به لا یغفلون عن جلائله ودقائقه ، خصوصاً عن القانون الذی الیه المرجع، والقاعدة التی علیها البناء ؟ ھذا .واللہ فریة ما فیھا مریة". ③

ابوحیانؒ ،امام الفرّاءؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"لایتلی الا کما اُنزل ((اَفَلَمْ یَایْئَسِ))". ④

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے

---

① الجمع الصوتی الاول:ص ۳۴۳

② التفسیر الکبیر:۵۳/۱۹

③ الکشاف:۴۰۹/۱

④ البحر المحیط:۳۹۳/۵......الجمع الصوتی الاول:ص ۳۴۴(ڈاکٹر لبیب السعید نے اپنی تصنیف ص ۳۲۵ تا ۳۴۳ میں رسم وقراءات پر ہونے والے اعتراضات وشبہات پر سیر حاصل بحث کی ہے)

Marfat.com

قول منسوب کرنا جو اجماعِ صحابہ ؓ سے متناقض ومتباین ہوں ، اولاً وہ صحت وروایت کے لحاظ سے ضعیف اور مردود ٹھہرتے ہیں اور اگر بالفرض ان کی صحت کو تسلیم بھی کیا جائے تو یہ بات ہر حال سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ کسی کاتب نے غلطی سے کچھ لکھا ہو اور صحابہ ؓ یا عام لوگوں نے اس کو بغیر کسی معارضہ کے قبول کر لیا ہو کیونکہ قرآن مبین ہر دور میں درجۂ تواتر سے آنے والی نسلوں تک منتقل ہوا ہے اور اس انتقال کا سب سے بڑا ذریعہ تعلیمِ شفوی رہا۔ لہٰذا کلام اللہ میں کسی کمی وبیشی کا تصور محال ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے کہ

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ
تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ

Marfat.com

مراجع ومصادر

(Bibliography)

Marfat.com

Marfat.com

(ا)

۞......القرآن

۞......(**مصحف المدينة النبوية**)،لمجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف المدينة المنورة:خطاط: عثمان طٰه، وزارة الشئون الاسلامية ،مكه مكرمه،١٤١٧هـ،

۞......آرتهر جيفری: **كتاب المصاحف**: مقدمة:ط١،المطبعة الرحمانية،مصر، ١٩٣٦ء/١٣٥٥هـ

۞......ابن ابی داؤد،ابوبكر ،عبد الله بن سليمان السجستانی (م٤١٦هـ):**كتاب المصاحف**: ط١، دارالكتب العلمية بيروت، ١٤٠٥هـ/ ١٩٨٥ء

۞......ابن الاثير:ابوالحسن علی بن ابی المكرم محمد عزالدين (م٦٣٠هـ):**الكامل فی التاريخ**: ادارة الطباعة المنيرية، مصر، ١٣٤٩هـ

۞......الاركاتی:محمد غوث بن ناصر الدين محمد بن نظام الدين احمد: **نثر المرجان فی رسم نظم القرآن** :مطبعة شمس الاسلام ، حيدرآباددكن، ١٣٤٩هـ

- ......احمد بن حنبل(١٦٤هـ۔٢٤١هـ):**كتاب العلل ومعرفة الرجال** : انقره، ١٩٦٣ء

- ......احمد خليل،الدكتور السيد :**دراسات فى القرآن**:دارالمعارف ، مصر،س۔ن۔

- ......احمد عادل كمال:**علوم القرآن** :ط٣،دارالارشاد للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، ١٣٨٨هـ/١٩٦٨ء

- ...... احمد مختار عمر،الدكتور،الدكتور عبد العال سالم مُكرم: **معجم القراء ات القرآنية** :ط١، انتشارات اسوه(التابعة لمنظمة الاوقاف والشؤون الخيرية)، ايران،١٤١٢هـ/١٩٩١ء

- ......احمد يارؔ، پروفیسرحافظ: **قرآن وسنت۔ چند مباحث** :شیخ زاید اسلامک سنٹر،جامعہ پنجاب لاہور،جون ٢٠٠٠ء

- ......اسماعيل سالم عبد العال،الدكتور: **المستشرقون والاسلام**: رابطة العالم الاسلامى،مكه مكرمه، ١٩٩٠ء

- ......اشفاق احمد :ہفت **زبانی لغت**: مرکزی اردوبورڈ، لاہور، ١٩٧٤ء

- ......الاصفهانى،حمزه بن الحسن (٢٨٠هـ۔٣٦٠هـ):**كتاب التنبيه على حدوث التصحيف**:مجمع اللغة العربية، دمشق، ١٩٦٨ء

- ......الازہری:ابو منصورمحمد بن احمد(٢٨٢هـ۔٣٧٠هـ): **تهذيب اللغة**: ط١، قاہره، ١٩٦٤ء

- ......الانبارىؔ،محمد بن القاسم بن بشارابو بكر (٢٧١۔٣٢٨هـ): **كتاب ايضاح الوقف والابتداء فى كتاب الله عزوجل**: مجمع االلغة

Marfat.com

العربية ، دمشق، ۱۹۷۱ء، تحقیق:محي الدين عبدالرحمن رمضان

(ب)

۞......بازمول:محمد بن عمر بن سالم :**القراء ات واثرہا فی التفسیر والاحکام**: ط۱، دارالہجرة للنشر والتوزیع،ریاض، سعودی عرب، ۱٤۱۷ھ/ ۱۹۹٦ء

۞......البخاریؒ،ابو عبد الله محمد بن اسماعیل: **الجامع الصحیح**: قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان، طبعہ ثانیہ ۱۳۸۱ھ/۱۹٦۱ء)

۞......بروکلمان(کارل):**تاریخ الادب العربی** :دارالمعارف ،مصر، ۱۹۵۹ء، مترجم:د.عبدالحلیم النجار

۞......البری ،عبد الله خورشید،الدکتور: **القرآن وعلومہ فی مصر**: دارالمعارف قاہرہ، مصر،س۔ن

۞......البلاذریؒ:احمد بن یحيٰ بن جابر البغدادی(۲۷۹ھ):**فتوح البلدان**: ط۱، شرکةبیع الکتب العربیة،قاہرہ،۱۹۰۱ء

۞......البلویؒ،ابوالحجاج یوسف بن محمد(٦۰٤ھ): **ألف باء**: جمعیة المعارف،مصر،۱۲۸۷ھ

۞...... بلیاویؒ:ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ: **مصباح اللغات**:قدیمی کتب خانہ ،کراچی

(پ)

۞......پرویز:غلام احمد: **مذاہبِ عالم کی آسمانی کتابیں** :ط٤،طلوعِ اسلام ٹرسٹ،لاہور،۱۹۹٤ء

(ت)

۞......التھانوی:اظہار احمد ،(م ۱۴۱۲ھ):**ایضاح المقاصد شرح عقیلة اتراب القصائد فی علم الرسم**:قراء ت اکیڈمی، لاہور۔ س۔ن

(ج)

۞......جان کانتینو:**دروس فی علم اصوات العربیة** :مترجم۔صالح القَرمادی:الجامعة التونسیة، تیونس،۱۹۶۶ء

۞......الجبوری:سہیله یاسین:**الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیة فی العراق**:مطبعة الزہراء، بغداد،۱۳۸۱ھ

۞......جرجی زیدان: **تاریخ آداب اللغة العربیة** : دارالہلال،۱۹۵۷ء، تحقیق: د۔ شوقی ضیف

۞......جرجی زیدان:**العرب قبل الاسلام**:ص۹۲،ط۱،دارالہلال،مصر

۞......ابن الجزریؒ: ابو الخیر محمد بن محمد الدمشقی (م ۸۳۳ھ) :**النشر فی القراء ات العشر**:۱/ ۱۴،ط۱،دارالکتب العلمیة، بیروت،۱۴۱۸ھ

۞...... ابن الجزریؒ:**غایة النہایة فی طبقات القراء** :مکتبه خانجی ، مصر، ۱۹۳۲ء

۞......ابن جِنّی:ابو الفتح عثمان(م۳۹۲ھ):**سِرُّ صناعة الاعراب** : ط۱، مکتبه مصطفی البابی الحلبی، مصر،۱۹۵۴ء

۞......جواد علی،الدکتور: **تاریخ العرب فی الاسلام** (السیرة النبویة):بغداد،۱۹۶۱ء

Marfat.com

۞……جواد علی،الدکتور:**المفصل فی تاریخ قبل الاسلام**: ط١، دارالعلم للملايين،بیروت،١٩٦٩ء

۞……الجوہری:اسماعیل بن حماد(م٣٩٣ھ): **تاج اللغة وصحاح العربية**:دارالکتاب العربی ،قاہرہ،١٩٥٦ء

۞……الجہشیاریؒ:ابو عبد الله محمد بن عبدوس: **كتاب الوزراء والكُتّاب**:ط١،مصطفی البابی الحلبی،مصر،١٩٣٨ء

(ح)

۞……الحبش،الدکتور محمد : **القراء ات المتواترة وأثرها فی الرسم العثمانی والأحكام الشرعية**: ط١، دارالفكر المعاصر، دمشق،١٩٩٩ء.

۞……ابن حبيب،محمد: **المنمق في أخبار قريش**:ط١،دائرة المعارف العثمانية ،حیدرآباد،١٩٦٤ء

۞……ابن حجرؒالعسقلانی،احمد بن علی(م٨٥٢ھ): **الاصابه فی تمييز الصحابة**:شركة طبع الكتب العلمية،قاہرہ، ١٣٢٣ھ۔١٣٢٧ھ

۞……ابن حجرؒالعسقلانی:**فتح الباری شرح البخاری** ،مصطفی البابی الحلبی مصر، ١٩٥٩ء

۞……ابن حجرؒالعسقلانی:**تہذیب التہذیب** :مطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية،حیدرآباد ،١٣٢٧ھ

۞……الحداد:محمد بن علی بن خلف الحسینی: **إرشاد الحيران إلى معرفة ما يجب فی رسم القرآن**:مطبعة المعاہد بالجمالية، قاہرہ، ١٣٤٢ھ

۞……حفنی ناصف: تاریخ المصحف: **مقدمه كتاب فی قواعد رسم**

المصحف:قاہرہ،٨ربیع الاول ١٣٥٢ھ

۞......حموده،عبدالوہاب: **القراء اتواللهجات** :ط١،مكتبة النهضة المصرية،قاہرہ،١٣٦٨ھ/١٩٤٨ء

(خ)

۞......ابن خالوية: **مختصر في شواذ القرآن من كتاب البديع** :مطبعة الرحمانية،مصر،١٩٣٤ء

۞......ابن خلدون:عبد الرحمن المغربی(م٨٠٨ھ): **كتاب العبر وديوان المبتداء والخبرمسمّیٰ بتاريخ ابن خلدون** : دارالكتاب، بيروت، ١٩٥٦ء

۞......ابن خلكان:ابو العباس احمد بن محمد(م٦٨١ھ): **وفيات الأعيان وأنباء ابناء الزمان**:ط١،مكتبة النهضة المصرية، قاہرہ، ١٩٤٨ء

۞......ابن خير: ابو بكر محمد بن خير بن عمر الأشبيلی(م ٥٧٥ھ): **فهرسة ما رواه عن شيوخه**:ط١، المكتب التجاری، بيروت، ١٩٦٣ء

خليفه بن خياط: **تاريخ خليفه**:،دمشق،١٩٦٧ء

(د)

۞......الدانی:ابو عمرو عثمان بن سعيد (م ٤٤٤ھ): **المقنع فی رسم مصاحف الامصار** :تحقيق: محمدالصادق قمحاوی، مكتبة الكليات الازہرية، قاہرہ

۞......ابوداؤد:سليمان بن الاشعث (م ٢٠٢.٢٧٥ھ) : **السنن لأبی داؤد**: مكتبه امداديه ملتان پاكستان

Marfat.com

۞...... ابن دریدؒ:ابوبکرمحمد بن الحسن(۲۲۳ھ۔۳۲۱ھ):**الجمہرة اللغة**:ط۱، دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد،۱۳۴۵ھ

(ذ)

۞......الذہبی : محمد بن احمد بن عثمان (م ۷۴۸ھ):**معرفة القراء الکبار علی الطبقات والاعصار**: ط۱، دار الکتب الحدیثیة، قاہرہ ، ۱۹۶۹ء

(ر)

۞......الرازیؒ:فخرالدین ابو الفضل بن ضیاء الدین بن الحسن البکری (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ):**التفسیر الکبیر**:المطبعة المصریة، قاہرہ، ۱۳۵۷ھ

۞......راغب الطباخ:**تاریخ افکار وعلوم اسلامی** : مترجم:افتخار بلخی،اسلامک پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۶۸ء

(ز)

۞......الزبیدیؒ:ابو بکر محمد بن الحسن (م ۳۷۹ھ): **طبقات النحویین واللغویین** : مکتبہ خانجی مصر، ۱۹۵۴ء

۞......الزبیدی :ابو الفیض محمد بن محمد مرتضیٰ الحسینی(م ۱۲۰۵ھ): **تاج العروس**: ۳۱۲/۸، ط۱، دار احیاء التراث العربی ، مصر، ۱۳۰۶ھ

۞......الزبیدی :**حکمة الاشراق إلی کتاب الآفاق** ، سلسلة نوادر التراث القاہرة، ط۱، ۱۹۵۴ء

۞......الزرقانی:الشیخ محمد عبد العظیم : **مناہل العرفان فی علوم القرآن**: دار احیاء الکتب العربیة عیسیٰ البابی الحلبی،قاہرہ،۱۹۴۳ء

۞......الزرکشیؒ،بدرالدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر(م۷۹۴ھ):

البرہان:فی علوم القرآن :دار احیاء الکتب العربیۃ ،قاہرہ، ۱۹۵۷ء

۞...... الزمخشریؒ:جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر(م۵۳۸ھ)

:**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التأویل**: ط۲، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، القاہرۃ، ۱۹۵۳ء

۞......الزمخشری :جاراللہ ابو القاسم محمود بن عمر(م۵۳۸ھ):

اساس البلاغۃ: دارالکتب المصریۃ، قاہرۃ، ۱۹۲۲ء

(س)

۞......سجاد حسین قاضی: (مترجم):سبع معلقات: قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن

۞......ابن سعد:ابو عبد اللہ محمد الزہری(م ۲۳۰ھ):**الطبقات الکبریٰ**:دارِ صاد،بیروت،۱۹۵۷ء

۞......السندیؒ، ابو طاہر عبد القیوم: **صحفات فی علوم القراء ات**: ط۱، المکتبۃ الامدادیہ ،مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۞......السیبویۃ: ابو بشر عمرو بن عثمان(م ۱۸۰ھ): **الکتاب**:المطبعۃ الامیریۃ، بولاق، مصر،۱۳۱۷ھ

۞......السیوطیؒ:جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر(۹۱۱ھ) :**بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ** :عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ،۱۹۶۴ء

۞......السیوطیؒ:**رسالۃ فی علم الخط:(الرسالۃ الخامسۃ من کتاب التحفۃ البہیۃ والطرفۃ الشہیۃ)**: مطبعۃ الجوائب، استنبول،۱۳۰۲ھ

۞......السیوطیؒ:**الاتقان فی علوم القرآن**:ط۱،مکتبہ ومطبعة المشہد الحسینی،قاہرہ،۱۹۶۷ء،تحقیق:محمد ابوالفضل ابراہیم

۞......السیوطیؒ:**المزہر فی علوم اللغة وانواعها**:دار احیاء الکتب العربیة،قاہرہ،۱۹۵۸ء

(ش)

۞......الشاشیؒ:نظام الدین:**اصول الشاشی مع احسن الحواشی**: مکتبہ امدادیہ ملتان،س.ن

۞......ابو شامہ المقدسیؒ،شہاب الدین عبد الرحمن بن اسمٰعیل: **المرشد الوجیز**: ط۲، دار وقف الدیانة الترکي ،انقرہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۞......الشلبیؒ: عبد الفتاح: **رسم المصحف والاحتجاج به فی القراء ات**: مکتبہ نہضة قاہرہ، ۱۹۶۰ء

۞......الشنقیطیؒ:محمد بن حبیب الله:**إیقاظ الأعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الإمام**: ط۱، مطبعة المعاہد بالجمالیةقاہرہ، مصر،۱۳۴۵ھ

(ص)

۞......صبحی صالح،الدکتور: **مباحث فی علوم القرآن**:ط۵، دارالعلم للملایین،بیروت، ۱۳۶۳ھ

۞......صدیقی:مولانا قاری حبیب الرحمن: **اصولِ فقه**:قرآن محل ، کراچی، س.ن

۞......الصفار:الدکتورہ ابتسام مرہون : **معجم الدراسات القرآنیه**: مطابع جامعة الموصل ،بغداد، ۱۹۸۴ء

Marfat.com

۞......الصنعانی،عبد الرزاق :ابوبکر بن ہمام(۱۲۶ھ۔۲۱۱ھ): **مصنف عبد الرزاق**:ط۱، المکتب الاسلامی،بیروت،۱۳۹۰ھ

۞......الصولیؒ:ابو بکر محمد بن یحیٰ(م۳۳۵ھ): **أدب الکتّاب**:المطبعة السلفیة،قاہرہ،۱۳۴۱ھ

(ط)

۞......طاش کبریٰ زادہؒ،احمد بن مصطفی(م۹۶۲ھ):**مفتاح السعادة ومصباح السیادة**:ط۱، دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد

۞......الطبریؒ:ابو جعفر محمد بن جریر(م۳۱۰ھ):**جامع البیان فی تفسیر القرآن**:المطبعة الکبریٰ الامیریة، قاہرہ ، مصر، ۱۳۲۳ھ۔ ۱۳۲۹ھ

۞......الطویل :الدکتور السید رِزق: **فی علوم القراء ات مدخل ودراسة وتحقیق**: ط۱ المکتبة الفیصلیة،مکه ،۱۴۰۵ھ

۞......طٰهٰ باقر:**أصل الحروف الهجائیة**:ص۵۹،مجلّه سومر،مدیریة الآثار،بغداد،۱۹۴۵ء

(ع)

۞......ابن عاشر الاندلسیؒ:الشیخ عبد الواحد: **تنبیه الخلان علی الاعلان بتکمیل مورد الظمآن** :ط۱،دارالکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۞......عاشق الٰہی میرٹھیؒ،مولانا: **تبریز ترجمه إبریز** (احمد بن المبارک): مدینه پبلشنگ کمپنی،کراچی، س۔ن

۞......ابن عبد البر:ابو عمریوسف بن عبد الله(م۴۶۳ھ):**الاستیعاب**

فی معرفة الأصحاب:مكتبة نهضة قاہرہ، مصر، ۱۹۶۰ء

۞......ابن عبد ربه،ابو عمراحمد بن محمد الاندلسی(م۳۲۷ھ): **العقد الفرید**:لجنة التالیف والترجمة والنشر، قاہرہ، ۱۹۴۰ھ

۞......عبدالصبور شاہین،الدکتور:**تاریخ القرآن** : دارالقلم ، مصر،۱۹۶۶ء

۞......عبد العال سالم مکرم،الدکتور:**القرآن الکریم واثرہ فی الدراسات النحویة**:دارالمعارف،مصر،۱۹۶۸ء

۞......عبد العال سالم مُکرم: **معجم القراء ات القرآنیة** :ط۱، انتشارات اسوہ(التابعة لمنظمة الاوقاف والشؤون الخیریة)، ایران،۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

۞......أبو عبید القاسم بن سلّام البغدادی الہروی(م۲۲۴ھ):**غریب الحدیث**:ط۱، دائرة المعارف العثمانیه ،حیدرآباد

۞......ابن العربی،ابوبکر محمد بن عبد الله(۴۶۸ھ۔۵۴۳ھ) :**أحکام القرآن**:ط۱،دار احیاء الکتب العربیة،مصر،۱۹۵۸ء

۞......ابن العربی: **العواصم من القواصم** : ط۲،الدار السعودیة للنشر، جدّه،ذوالحجه۱۳۸۷ھ

۞......عرفان راہی:**تاریخ خطاطی**:ط۱،اداره ثقافتِ پاکستان ۱۹۸۶ء

۞......عز الدین بن عبد السلام : **الفوائد فی مشکل القرآن**: وزارة اوقاف، الکویت،۱۹۶۷ء

۞......علی المتقی:علاء الدین بن حسام الدین الہندی : **کنز العمال**

Marfat.com

فی سنن الاقوال والافعال: موسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۸۵ء

(غ)

۞......غـانم قدوری الحمد: **رسـم الـمصحف دراسة لغوية ونحوية**: ط۱،اللجنة الوطنية للأحتقال،بغداد، عراق، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء

(ف)

۞......ابـن فارس،احمد(م۳۹۵ھ) : **الـصاحبي فـی فقه اللغة وسنن العرب فی کلامها**:مکتبۂ سلفیه، قاہره، ۱۹۱۰ء

۞......ابـن فارسؒ،ابو حسن احمد بن زکریا(۳۹۵ھ): **معجم مقاییس اللغة**: مکتب الأعلام الاسلامی ،بغداد، ۱۴۰۴ھ

۞......الـفـراء:ابـو زکـریـاالفـراء یحیٰ بن زیـاد(م۲۰۷ھ):**مـعـانـی القرآن** :(تـحـقیـق:احـمـد یـوسف نـجاتی و محمد علی النجار)،ط۱، دارالکتب المصریه، قاہره،۱۹۵۵ء

۞......الـفـضلي،عبد الهادی،الدکتور: **الـقراء ات القرآنية --تاريخ و تعريف**: ص۱۱۴،ط۲، دارالقلـم ،بیروت، ۱۹۸۰ء

(ق)

۞......ابـن القاصحؒ ،ابـو البـقـاء عـلی بن عثمان بن محمد : **تـلخیص الـفـوائد وتـقریب المتباعدعلیٰ عقیلة اتراب القصائد للشاطبیؒ**: ط۱، مکتبه مصطفی البابی الحلبی،مصر،۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء

۞......الـقـاضـی ،عبد الفتاح: **تـاریـخ الـمـصحف الشریف** :ص۸۲، مطبعة المشهد الحسینی، القاہرة

Marfat.com

۞......ابـن قتيبـةالـدينوريّ،ابو محمد عبد الله بن مسلم (م٢٧٦ھ): الــمعـــارف:ط٢،دارِ احيـــاء الـتـــراث الــعـــربـى ، بيروت، ١٩٧٠ء، تحقيق:محمد اسماعيل عبد الله الصاوي

۞......ابـن قتيبه الدينورى: **تـاويل مشكل القرآن**:، دار إحياء الكتب العربية، قاہره،١٩٥٤ء، تحقيق:السيد احمد صقر

۞......ابن قتيبه :**عيون الاخبار**:ط١،دارالكتب المصرية،١٩٢٥ء

۞......الـقسـطلانى :شهاب الدين احمد بن محمدبن ابى بكر:**لطائف الاشـارات لـفنون القراء ات**:الـمجـلـس الاعلىٰ للشئون الاسلاميه، قاہره، ١٩٧٢ء

۞......الـقـرطبـيّ:ابـو عبـد الله محمد بن احمد الانصارى:(م٦٧١ھ) :**الجامع لأحكام القرآن**: دارالكتب المصرية،قاہره،١٩٥٠ء

۞......القلقشنديّ:ابوالعباس احمدبن على بن احمد(م٨٢١ھ): **صبح الأعشىٰ في كتابة الإنشاء**:المطبعة الاميرية، قاہره، ١٣٣٢ھ/١٩١٤ء

۞......ابـن قيّـم الـجـوزيةّ، ابـو عبد الله محمد بن بكر بن ايوب الدمشقى (م٧٥١ھ): **تـاريـخ عـمر بن الخطاب**:ط١، الـمكتبة الحسينية، مصر، ١٩٢٨ء

(ک)

۞......الـكـاشـانـى، مـلا حسن فيض : **كـتـاب الـصـافـى فـى تفسير القرآن**: منشورات المكتبة الاسلامية، تہران،س-ن-

۞......كـامـل البـابـا الخطـاط: **روح الـخـط الـعـربي**:ط١،دارالـعـلـم

Marfat.com

للملايين،بيروت،۱۹۸۳ء

۞......الكرديّ:محمدطاہر بن عبد القادر:**تاريخ الخط العربی وآدابه**:مكتبة الهلال،مكه،۱۳۵۸ھ

۞......ابن كثيرؒ،ابولفداء اسماعيل بن كثير القرشی الدمشقی (م۷۷۴ھ):**فضائل القرآن**: ط۱، مطبعة المنار، مصر،۱۳۴۸ھ

۞...... الكوثریؒ،محمد زاہد(م ۱۳۷۱ھ): **مقالات الكوثری** :ط۱، ایچ ایم سعید كمپنی، كراچی، ۱۳۷۲ھ

(ل)

۞......لبيب السعيد:الدكتور: **الجمع الصوتی الاول للقرآن** : ط۲، دارالمعارف القاہرة

(م)

۞......المارغنیؒ التونسی،الشيخ ابراہيم بن احمد : **دليل الحيران علیٰ مورد الظمآن فی فنّی الرسم والضبط**:ط۱، دارالكتب العلمية بيروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۞......ابن مالك :ابو عبد الله محمد بن عبد الله الجيانیؒ:**تسهيل الفوائد وتكميل المقاصد**:دارالكتاب العربی،قاہره، ۱۹۶۷ء

۞......ابن مجاہدؒ، ابو بكر احمد بن موسیٰ بن العباس البغدادی (م۳۲۴ھ): **كتاب السبعة فی القراء ات**: دار المعارف ، مصر، ۱۹۷۲، تحقيق : د. شوقی ضيف

۞......محمد حسین ہیکل: **الصدیق ابو بکر**:ط۵،مکتبۃ النہضۃ المصریۃ،۱۹٦٤ء

۞......محمد حمید اللہ،ڈاکٹر: **الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی**:لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر،قاہرہ، ۱۹٤۱ء

۞......محمد سلیم سیدؒ،پروفیسر: **تاریخ خط وخطاطین**:ط۱،زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز،کراچی،۱٤۲۲ھ/۲۰۰۱ء

۞......محمد شفیعؒ مفتی: حضرت مولانا: **جواہر الفقہ**:ط۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی،جمادی الاولیٰ۱۳۹۵ھ

۞......محمود حجازي،الدكتور: **اللغة العربية عبر القرون**: دار الكتاب العربی،قاہرہ،۱۹٦۸ء

۞......معصومی،ابو محفوظ الکریم: **مصحفِ عثمانی کے تاریخی نسخے**:مجلہ علومِ اسلامیہ،علی گڑھ یونیورسٹی،دسمبر۱۹٦۱ء

۞......مکی بن ابی طالب، ابو محمد(۳۵۵ھ۔٤۳۷ھ): **الأبانة عن معانی القراءات**: ص ۲۳،۲٤،ط۱، دار المامون للتراث، دمشق، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

۞......ملا جیونؒ احمد بن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی: **نور الانوار**:ایچ۔ ایم سعید کمپنی،کراچی۔ س۔ن۔

۞......ابن منظور،ابو الفضل محمد بن مکرم الانصاری:ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم: **لسان العرب**:نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران، ۱٤۰۵ء

Marfat.com

(ن)

- ۞......نجیب العقیقی:**المستشرقون**:دارالمعارف ،قاہرہ، ۱۹۶۵ء
- ۞......ابن الندیم :محمد بن اسحق(م۳۸۵ھ): **الفہرست**:مکتبہ خیاط،بیروت
- ۞......النیسا بوری:نظام الدین:الحسن بن محمد الحسین (م۸۲۸ھ): **غرائب القرآن ورغائب الفرقان** :مطبعة مصطفی البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء

(و)

- ۞......الوافی،علی عبد الواحد،الدکتور: **فقه اللغة**: ط۱، مصر، س۔ن
- ۞......الواقدیؒ:محمد بن عمر بن واقد(م۲۰۷ھ): **کتاب المغازی** : دارالمعارف،مصر،۱۹۶۴ء
- ۞......ولفنسون،اسرائیل : **تاریخ اللغات السامية** :ط۱،لجنة التالیف والترجمة والنشر،قاہرہ،۱۳۴۸ھ

(ہ)

- ۞......ابن ہشام:ابو محمد عبد الملک (م۲۱۸ھ):**السيرة النبوية**: ط۲، مصطفی البابی حلبی،مصر،۱۹۵۵ء
- ۞......ابو ہشام: **قرآن کریم اور اس کے چند مباحث**: ط۱،الہدیٰ انٹرنیشنل، اسلام آباد،۱۹۹۹ء
- ۞......الہورینی،نصر:**المطالع النصرية للمطابع المصرية فی الأصول الخطية**:ص ۷،ط۲، المطبعة الميرية،مصر،۱۳۰۲ھ

Marfat.com

......و......بولاق المطبعة الاميرية، ط۲، ۱۳۰۲ھ

۞...... ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد 56،شمارہ:21

(ی)

۞......یاقوت الحمویؒ:ابو عبداللہ بن عبداللہ شہاب الدین(م۶۲۶ھ) :**معجم الادباء(ارشاد الأریب إلی معرفة الأدیب)** : مکتبہ عیسیٰ البابی الحلبی،مصر،۱۹۳۸ء

۞......الیعقوبی: احمد بن یعقوب بن ابی واضح الکاتب: **کتاب البلدان**: ۱۴۷/۲،لیدن،۱۸۹۱ء

۞......ابو یوسف بن عبد اللہ:**الاستیعاب فی معرفة الاصحاب**: مکتبة نہضة مصر ومطبعہا القاہرة، ۱۹۶۰ء

Marfat.com

انگریزی مصادر:

Abbott Nabbia: **The Rise of the North Arabic Script and Its Development with a Full Description of The Kur`an Manuscripts in the Oriental Institute**: The University of Chcago Press, 1939.

Arthur Jeffery: **Materials for the history of the Text of the Quran**, Leiden, Ej. Brill, 1937.

Beaston (A. F. L): **The Arabic Language Today,** London, 1970

Burton jhon: **The Collection of the Qur'an** Cambridge University Press, New York, London.

Edward William Lane: **Arabic-English Lexicon** Islamic Book Center, Lahore

Microsoft Encarta, (Cd version)One Microsoft Way Redmond, WA **98052-6399**,U.S.A. **Product ID: 70132-442-0736642-49278** Version: **13.0.0.0531**

اشاریہ

اعلام واماکن

(INDEX)

Marfat.com

Marfat.com

اعلام

الف

آدمؑ: ۷، ۸، ۱۲، ۲۳۲، ۲۹۰

آجنس سمتھ لیوس: ۳۵۸

آرتھر جیفری: ۴۳، ۷۱، ۷۲، ۱۰۷، ۱۷۹، ۳۵۸

آلِ منذر: ۱۵

آلوسی علامہ: ۶۱، ۶۹، ۱۶۷، ۳۶۷، ۳۷۲

الانباری ابوبکر محمد بن القاسم: ۲۰۵، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۸۸، ۲۶۳، ۲۶۸، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۰

ابان بن سعید: ۹۸

ابراموف جنرل: ۱۳۳

ابراہیمؑ: ۱۴۳، ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۴، ۲۳۸

ابراہیم الابیاری: ۱۳۸

ابراہیم احمد المارغنی: ۱۹۱، ۱۹۶، ۲۵۲، ۳۱۸

ابراہیم بن عبدالرحمٰن الاندلسی: ۲۸۷

ابراہیم عطوۃ عوض: ۲۸۱

ابتسام مرہون الصفار: ۲۸۰

ابی بن کعبؓ: ۲۴، ۴۷، ۷۵، ۸۹، ۹۲، ۹۷، ۹۸، ۱۰۹، ۱۸۵، ۳۵۸، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۸۲، ۳۹۰

ابن الاثیر: ۱۱۷

احمد: ۵۱

احمد بن ابراہیم الوراق: ۲۷۳

احمد بن جعفر المنادی: ۲۷۴، ۲۸۹

احمد بن حنبل امام: ۱۴۰، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۸۱

احمد خلیل سید: ۹۰، ۱۷۶

احمد عادل کمال: ۵۰، ۱۰۶، ۱۳۱، ۱۷۲، ۲۹۹

احمد عزۃ البغدادی: ۲۸۰

احمد بن مبارک: ۲۹۷

احمد بن محمد المکی: ۳۶۳

احمد المقری: ۱۴۵

احمد یار حافظ: ۲۹۲، ۳۱۲، ۳۲۱، ۳۴۰، ۳۴۵

اخرار خواجہ: ۱۳۳

ادریسؑ: ۸، ۲۹۶

ارکاٹی محمد غوث الدین: ۳۳۵

اسامہ النقشبندی: ۲۸۲

اسحٰقؑ: ۱۹۶

ابو اسحٰق: ۴۴

ابو اسحٰق ابراہیم بن یحییٰ: ۲۷۱

ابو اسحٰق ابراہیم الیزیدی: ۲۸۹

ابو اسحٰق الزیادی: ۲۸۹

☆......نوٹ: اشاریہ میں 'ابو' اور 'ابن' کی بجائے اصل نام کے حروف تہجی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

اسد: ۲۴۵
اسرائیل: ۴۴، ۱۶۲، ۱۹۶، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۳۱
اسلم: ۱۰،
اسماعیلؑ: ۸، ۱۹۶
اسماعیل بن جعفر المدنی: ۲۶۶
اسماعیل سالم ڈاکٹر: ۴۹، ۱۰۷
اسماعیل۔کے۔پوناوالا: ۱۷۹
ابوالاسود الدئلی: ۲۷۰، ۲۸۹
اسود بن یزید: ۳۵۸
اسید بن حضیر: ۲۴
ابن اشتہ ابوبکر محمد بن عبداللہ: ۲۷۴، ۲۸۸،
۳۶۳، ۳۸۹، ۳۹۰
الاصبہانی محمد بن عیسیٰ: ۲۷۳، ۲۸۹
اصطخری: ۱۴۰
اصغر حسین مولانا: ۳۵۳
الاصمعی امام: ۱۲۳، ۱۸۰، ۳۷۵
اظہار احمد تھانوی: ۲۹۶
اعزاز علی مولانا: ۳۵۳
اعمش: ۳۵۸
الفونس منجانا: ۳۵۸، ۳۵۹
اکیدر بن عبدالملک: ۲۲
الیاسین: ۲۴۲
الیکسی شبونن: ۱۳۶
امرءالقیس: ۱۹، ۳۲
انس بن مالکؓ: ۸۷، ۹۷، ۹۸، ۳۵۸
اوس بن اوس ثقفی: ۴۶
اوس بن خولہ: ۲۴
اے۔ایل۔کوہن: ۱۳۴
ایڈورڈ ولیم لین: ۵۲
ایوب بن المتوکل: ۲۶۷
اسد: ۲۴۵
اسرائیل: ۴۴، ۱۶۲، ۱۹۶، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۳۱
اسلم: ۱۰،
اسماعیلؑ: ۸، ۱۹۶
اسماعیل بن جعفر المدنی: ۲۶۶
اسماعیل سالم ڈاکٹر: ۴۹، ۱۰۷
اسماعیل۔کے۔پوناوالا: ۱۷۹
ابوالاسود الدئلی: ۲۷۰، ۲۸۹
اسود بن یزید: ۳۵۸
اسید بن حضیر: ۲۴
ابن اشتہ ابوبکر محمد بن عبداللہ: ۲۷۴، ۲۸۸،
۳۶۳، ۳۸۹، ۳۹۰

Marfat.com

الاصبہانی محمد بن عیسیٰ: ۲۷۳،۲۸۹

اصطخری: ۱۴۰

اسلم: ۱۰،

اسماعیلؑ: ۸،۱۹۶

اسماعیل بن جعفر المدنی: ۲۶۶

اسماعیل سالم ڈاکٹر: ۴۹،۱۰۷

اسماعیل۔کے۔پوناوالا: ۱۷۹

ابوالاسود الدئلی: ۲۷۰،۲۸۹

اسود بن یزید: ۳۵۸

اسید بن حضیر: ۲۴

ابن اشتہ ابوبکر محمد بن عبداللہ: ۲۷۴،۲۸۸، ۳۶۳،۳۸۹،۳۹۰

الاصبہانی محمد بن عیسیٰ: ۲۷۳،۲۸۹

اصطخری: ۱۴۰

اصغر حسین مولانا: ۳۵۳

الاصمعی امام: ۱۲۳،۱۸۰،۳۷۵

اظہار احمد تھانوی: ۲۹۶

اعزاز علی مولانا: ۳۵۳

اعمش: ۳۵۸

الفونس منجانا: ۳۵۸،۳۵۹

اکیدر بن عبدالملک: ۲۲

الیاسین: ۲۴۲

الیکسی شبونن: ۱۳۶

امرءالقیس: ۱۹،۳۲

انس بن مالکؓ: ۸۷،۹۷،۹۸،۳۵۸

اوس بن اوس ثقفی: ۴۶

اوس بن خولہ: ۲۴

اے۔ایل۔کوہن: ۱۳۴

ایڈورڈ ولیم لین: ۵۲

ایوب بن المتوکل: ۲۶۷

☆......☆......☆

ب

بابا بن بانیدہ: ۲۸۷

الباقلانی قاضی ابوبکر: ۱۰۱،۱۱۲،۲۹۳، ۳۱۵،۳۱۶،۳۱۷،۳۱۹،۳۷۷

بخاری (محمد بن اسماعیل): ۴۴،۵۴،۶۵، ۸۷

بشر بن عبدالملک: ۱۳،۲۱،۲۲،۲۳

بشیر بن سعد: ۲۹

ابن بشکول الاندلسی: ۱۱۸،۱۲۸،۱۴۵

براء بن عازبؓ: ۴۴

برکات بن یوسف عریشہ الہورینی: ۲۸۳،۲۸۵

Marfat.com

برکہ خان تاتاری: ۱۴۶۔

بروکلمان: ۱۱۸

برہان الدین ابراہیم بن عمر الجعبری: ۲۷۸، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۷، ۳۳۱

بغوی: ۳۰۱

ابن بطوطہ: ۱۴۴، ۱۴۶

ابوالبقاء العکبری: ۳۳۹

ابوبکر بن ابی داؤد: ۳۷۲

ابوبکر بن الحسین النیسابوری: ۲۷۴، ۲۹۹

ابوبکر صدیقؓ: ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۳۰۴، ۳۱۶، ۳۷۱

ابوبکر محمد بن الحسن: ۲۷۴

ابوبکر محمد بن السری السراج: ۳۹

ابوبکر محمد بن عثمان المعروف بالجعد: ۳۹

البلاذری علامہ: ۵، ۲۲، ۲۳

ابن البواب: ۱۴۵

بوہل: ۱۱۸

بی۔ وی۔ لونن: ۱۳۴

البیہقی: ۲۹۹، ۳۳۵

☆......☆......☆

پ

پامر: ۴۸

ت

ابن التین: ۱۱۲

تمیم: ۲۴۵

ابن تیمیہ: ۲۷۸

ترمذی امام: ۳۴۷

☆......☆......☆

ث

ثمود: ۹، ۲۱۴

☆......☆......☆

ج

جان برٹن: ۷۳، ۷۴

جالوت: ۱۹۶

ابن جبیر المکی: ۱۱۹، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴

جدرہ: ۱۱

جدلیس: ۹

جرجی زیدان: ۲۲، ۱۲۰

ابن جریر الطبری: ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸

ابن الجزری: ۳۵، ۹۷، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۲۹، ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۷۷، ۱۸۲، ۲۴۵، ۲۶۵،

Marfat.com

۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۵، ۳۰۵
جعبری: ۱۲۴
ابوجعفر: ۱۹۲، ۲۳۰
جعفر الصادق: ۳۵۸
ابوجعفر محمد بن سعدان: ۲۶۸
ابوجعفر النحاس: ۱۴۰
جمیلہ شوکت:
جہیم بن الصلتؓ: ۴۷

☆......☆......☆

چ

چوسر: ۳۴۱

☆......☆......☆

ح

ابوحاتم السجستانی: ۱۳، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۲۶۸،
۲۷۳، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۰
حارث بن سوید: ۳۵۸
حارث المحاسبی: ۷۷
حاطب بن عمروؓ: ۴۷
حبیب اللہ حافظ:
حجاج بن یوسف: ۱۳۹، ۳۶۳، ۳۷۳،
۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹

ابن حجر العسقلانی: ۷۱، ۷۵، ۸۰، ۸۱، ۸۵،
۹۴، ۹۹، ۱۱۹، ۱۲۰، ۳۸۱
حذیفہؓ: ۷۱، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۳،
۹۴، ۳۸۱
ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ: ۴۷
حرب بن امیہ: ۲۱، ۲۲
ابن حزم: ۲۶۱
حسن: ۷۰، ۳۷۸، ۳۷۹
حسن بن خلف الحسینی: ۲۸۳، ۲۸۵، ۳۰۰، ۳۰۱
حسن شرنبلانی: ۳۵۱
ابوالحسن علی بن احمد الانطاکی: ۲۷۴
ابوالحسن محمد بن احمد بن کیسان: ۳۸
حسینؓ: ۱۴۷
ابوالحسین احمد بن سعد الکاتب: ۳۹
حسین احمد مدنی: ۳۵۲، ۳۵۳
حسین بن سید الماسی: ۲۸۸
حسین بن علی الرجراجی: ۲۷۹
حطان: ۳۵۸
حفصہؓ ام المومنین: ۲۳، ۸۰، ۸۱، ۸۸، ۹۹،
۱۰۰، ۳۵۸
حفنی ناصف امام: ۳۴۸

حمزہ امام: ۲۱۰

حمزہ الزیات: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۲، ۲۶۷، ۲۷۱

حمزہؓ بن عبدالمطلب: ۱۰۸

حمید بن مالک: ۱۰۵

حمید اللہ مرحوم ڈاکٹر: ۵۷

حُمیر بن سبا: ۸

حنبلی: ۲۸۵

حنیف ندوی مولانا: ۱۲۲

ابوحنیفہ احمد بن داؤد الدینوری: ۲۸۹

ابن حوقل: ۱۴۰

حویطبؓ بن عبدالعزی العامری: ۴۷

ابوحیان: ۳۱، ۶۹، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۹۲

☆......☆......☆

خ

خارجہ بن زید: ۴۵، ۱۷۶

خالد: ۱۹۶

خالد بن خداش: ۲۶۷

خالد بن سعید: ۴۷

خالد بن عمرو بن عثمان: ۱۴۰

خالد بن ولید: ۶۴، ۶۷، ۶۸

الخراز محمد بن محمد الشریشی: ۱۹۶، ۲۷۸

ابوخزیمہؓ: ۶۶، ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷

خزیمہ بن ثابت: ۷۳، ۷۴، ۷۶

خطابی علامہ: ۵۰

ابن الخطیب ابوبکر احمد البغدادی: ۲۷۶

خطیب ابن مرزوق: ۱۴۲

ابن خلدون: ۱۴، ۳۰، ۱۱۷، ۲۶۹، ۲۹۳، ۳۱۸، ۳۱۹

خلف بن ابراہیم: ۳۶۳

خلف بن ہشام: ۲۶۷، ۲۷۲

خلیل بن احمد الفراہیدی: ۲۷۱، ۲۸۹

☆......☆......☆

د

الدانی: ۲۵، ۶۵، ۸۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۶۸، ۱۷۴، ۱۹۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۵، ۲۲۲، ۲۴۲، ۲۴۵، ۲۵۲، ۲۶۵، ۲۷۰، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۸۷، ۳۳۲، ۳۳۹، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۸۰، ۳۵۸

داؤدؒ: ۱۹۶

ابن ابی داؤد: ۶، ۲۶، ۶۸، ۷۰، ۸۲، ۸۶، ۸۷، ۹۱، ۹۵، ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۷۴، ۱۸۳، ۳۶۲، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۹، ۳۸۰

Marfat.com

ابوالدرداءؓ (الانصاری): ۹۰، ۱۰۹، ۲۶۸

ابن درستویہ: ۳۳۰

ابن درید: ۱۳

الدمیاطی البناء علامہ: ۱۵۱، ۲۵۲، ۳۱۱، ۳۱۹

ذ

ابوذر ہروی: ۳۰۱

الذہبی علامہ: ۷۱، ۲۶۵

ذوالنورین: ۵۱

☆......☆......☆

ر

رافع بن مالک: ۴۴

رافعی امام: ۱۲۳

راونس میجر: ۱۴۷

ربان بن سعد: ۴۷

ربیع بن الخثیم: ۳۵۸

الرحمٰن: ۱۵۸، ۱۶۵

رحیم بخش: ۳۰۶

رزق الطویل السید: ۲۹

ریجی دوساد: ۱۹

☆......☆......☆

ز

زاہد الراشدی ابوعمار:

زاہد الکوثری: ۱۴۱، ۱۴۴

ابن الزبیر: ۳۵۸

زبیر ابوخالد: ۳۸۰

زبیر ابن الخریت: ۳۶۳

زبیر ابن العوامؓ: ۴۷

زجاج امام: ۱۸۳

الزرقانی عبدالعظیم: ۳۳، ۵۰، ۵۶، ۱۲۲، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۴۷، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۰، ۳۸۷، ۳۹۰

الزرکشی (بدرالدین): ۴۴، ۵۵، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۹۵، ۱۱۲، ۲۷۹، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۳۲، ۳۳۶

زمخشری: ۳۴۴، ۳۹۲

ابوزید: ۲۸۳

زید بن ثابتؓ: ۸۲، ۴۵، ۴۹، ۵۱، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۲، ۸۸، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۲۶، ۱۴۳، ۱۷۶، ۳۱۶، ۳۳۷، ۳۵۸

☆......☆......☆

Marfat.com

س

سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ: ۷۱، ۳۵۸
السخاوی امام: ۸۱، ۱۲۰، ۳۳۲
سدرہ: ۱۱
ابن السراج: ۲۸۸
سرفراز احمد اعوان:
سعد بن زرارہ: ۲۴
ابو سعیدؓ: ۴۵
سعید بن جبیرؒ: ۳۵۸، ۳۶۷، ۳۸۰
سعید رمضان البوطی: ۱۴۴
سعید ابن العاصؓ: ۸۸، ۹۶، ۹۷، ۱۴۳
ابو سعید مولیٰ بنی اُسید: ۱۳۸
سفیان بن امیہ بن عبد الشمس: ۲۲
سفیان بن حرب: ۴۷
سلطان: ۲۰۰
سلمان بن نجاح الاندلسی: ۲۷۷
ام سلمہؓ ام المومنین: ۳۵۸
سلیمانؑ: ۱۹۶
سلیمان بن ابی حثمہ: ۲۳
ابو سلیمان محمد بن محمد الخطابی: ۵۵
سلیمان بن مسلم بن جمار: ۲۶۶
سمنانی: ۳۰۱
سمہودی علامہ: ۱۳۹، ۱۴۱
سمیع اللہ حافظ:
سوید بن غفلہ الجعفی: ۹۵
سہیلہ یاسین الجبوری: ۱۸، ۲۰
سیبویہ امام: ۲۴۴
سیروف میجر: ۱۳۳
ابن سیرین: ۶۹
سیوطی جلال الدین: ۶۵، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۷، ۱۰۰، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۸۹، ۲۵۲، ۲۷۹، ۲۸۵، ۳۳۵، ۳۶۰

☆.....☆.....☆

ش

الشاطبی (قاسم بن فیرہ): ۱۴۰، ۲۷۷، ۳۳۹
شافعی امام: ۳۰۵
ابو شامہ: ۷۴، ۷۵
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: ۳۵۰
شبیر احمد عثمانی مولانا: ۳۵۳
شرجیل حسنہ کندی: ۴۷
ابو الشعثاء: ۸۶
شعیبؑ: ۹، ۱۹۵

شفاء بنت عبداللہ العدویہ: ۲۳
شقرون الوہرانی: ۲۸۵
شمس الحق افغانی: ۱۳۲
شمعون: ۲۶۲
الشنقیطی محمد العاقب: ۵۱، ۱۸۹، ۳۵۴
ابن الشہاب الزہری: ۶۵، ۸۷، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲
شیخ محمدی پیر: ۱۳۴
شیطان: ۲۰۰
شیکسپئر: ۳۴۱

☆......☆......☆

ص

صالحؑ: ۱۹۵، ۱۹۶
صالح بن کیسان: ۳۵۸
صبحی صالح الدکتور: ۳۸، ۳۱۲
صدیق: ۶۵
صدیق اکبرؓ: ۶۴، ۶۷، ۷۹
صلاح الدین ڈاکٹر: ۱۳۲

☆......☆......☆

ض

ابو الضریس: ۶۹

☆......☆......☆

ط

طاش کبریٰ زادہ: ۳۲، ۲۹۵
طالوت: ۱۹۶
طاہر رحیمی مولانا: ۳۸، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۹۱، ۲۰۵، ۲۱۵
ابو طاہر السندی: ۲۷، ۲۸، ۳۲، ۳۷، ۱۲۹، ۱۳۹، ۲۵۳، ۲۹۷، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۹، ۳۳۷
ابو الطاہر العقیلی: ۲۷۸
طاہر عبدالقادر کردی: ۵۱، ۱۶۶
طسم: ۹
طلحہؓ: ۴۷، ۳۵۸

☆......☆......☆

ع

عاد: ۵، ۲۰۶، ۲۱۶
ابن عاشر محمد بن محمد: ۲۸۸، ۳۸۲
عاصم: ۱۶۰
عاصم بن ابی الصباح الجحدری: ۲۶۶، ۳۷۵
ابو العالیۃ: ۳۷۸، ۳۷۹
عامر: ۷
عامر الشعبی: ۱۷۶

Marfat.com

عامر بن عبد قیس: ۱۲۶

ابن عامر عبداللہ: ۲۱۸، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱

عامر بن فہیرہؓ: ۴۷

عائشہ ام المومنینؓ: ۳۵۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵

عباد بن صہیب: ۳۷۳

عبادہ بن صامتؓ: ۴۵

ابوالعباس احمد بن عمار المہدوی: ۲۷۵

ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب: ۳۸

ابوالعباس محمد بن یزید المبرد: ۳۸

عبدالاعلیٰ: ۳۶۲

عبدالجلیل عیسیٰ: ۳۲۲

عبدالحسین محمد: ۳۹

عبدالحکیم افغانی: ۱۴۴

عبدالحمید خان: ۱۴۴

عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام: ۸۸، ۹۷

عبدالرحمٰن السلمیؓ: ۱۲۶

عبدالرحمٰن بن عوفؓ: ۲

عبدالرحمٰن محمد ہواش: ۲۸۳

عبدالرحمٰن بن مہدی: ۸۷

عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج: ۲۶۵

ابوعبدالرحمٰن الیزیدی: ۲۸۹

عبدالرحیم محمد علی: ۲۸۰

عبدالصبور شاہین: ۱۰۸

عبدالعاطی الکروری: ۲۸۸

عبدالعال سالم مکرم: ۳۷۵

عبدالعزیز الدباغ: ۲۶۰، ۲۹۷، ۳۱۶

عبدالعزیز الفہمی المصری: ۳۲۵، ۳۲۶

عبدالفتاح اسماعیل الشلبی: ۱۶۹، ۱۸۴، ۲۸۱، ۲۸۱

عبدالقدوس خان قارن:

عبداللہ: ۹۸، ۱۲۳، ۱۳۹، ۳۶۲، ۳۷۳، ۳۸۰

عبداللہ (ڈاکٹر حافظ):

عبداللہ بن احمد: ۱۴۰

عبداللہ بن ادریس الاودی: ۲۶۷

عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث: ۴۷

عبداللہ بن جدعان: ۱۷

عبداللہ خورشید البری: ۱۲۵، ۱۲۹

عبداللہ بن ابی داؤد: ۲۷۳، ۳۷۲

عبداللہ بن رواحہؓ: ۴۷

عبداللہ بن زبیرؓ: ۴۶، ۸۸، ۹۶، ۹۷، ۱۴۳

عبداللہ بن سائب المخزومیؓ: ۱۲۶

Marfat.com

عبداللہ بن سعدؓ: ۴۷

عبداللہ بن سعد العامری: ۴۷

عبداللہ بن سہیل بن یوسف: ۲۷۶

عبداللہ بن عامر القرشی: ۳۶۲

عبداللہ ابن عباسؓ: ۵، ۴۶، ۴۷، ۷۱، ۷۲، ۷۷، ۹۸، ۱۰۹، ۳۵۸، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳

عبداللہ بن عمرؓ: ۴۶، ۹۸

عبداللہ بن عمرو: ۱۱۰

عبداللہ محمود شمانۃ: ۲۸۲

عبداللہ بن مسعودؓ: ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۸۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۹۰

عبداللہ بن وہب: ۲۶۶

عبداللہ بن ہانی: ۳۷۰، ۳۷۱

عبدالمتعال السعیدی: ۲۸۲

عبدالمومن سلطان: ۱۴۵

عبدالواحد بن عاشر الاندلسی: ۱۲۹، ۲۸۱، ۳۳۴

عبدالوہاب حمودہ: ۱۲۰، ۱۳۸، ۱۵۱، ۱۷۰، ۲۹۲، ۳۳۲

عبدالہادی الفضلی: ۱۲۰

ابوعبید رضوان بن محمد المخلاتی: ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۹، ۳۴۳

عبید بن السباق: ۶۵

عبید بن عمیر: ۳۵۸

ابوعبید قاسم بن سلام: ۶۵، ۸۷، ۱۳۰، ۱۴۰، ۱۵۱، ۱۶۵، ۱۷۶، ۲۷۲، ۳۳۶، ۳۶۳، ۳۸۰، ۳۸۶

عبیداللہ خواجہ پیر اخرار: ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶

ابوعبیدہ ابن الجراحؓ: ۴۷

ابوعبس ابن کثیر: ۲۰

عثمان بن حافظ رحمٰن: ۲۸۵

عثمان طٰہٰ: ۱۲۲

عثمان بن عفانؓ: ۳۰، ۳۷، ۳۹، ۴۷، ۷۳، ۷۵، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۲۱۶، ۲۴۵، ۲۴۶،

Marfat.com

۲۶۴، ۲۶۵، ۳۰۴، ۳۸۲، ۳۴۰، ۳۶۰،
۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶،
۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳،
۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۸، ۳۸۴، ۳۸۶
عثمان حافظ:
ابن عربی: ۳،
عروۃ بن زبیرؓ: ۱۷۶، ۳۷۹
عز بن عبدالسلام: ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴،
۳۴۳، ۳۴۴
عطاء بن ابی رباح: ۳۵۸
عکرمہ: ۳۵۸، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۷
ابوالعلاء الحسن العطار: ۲۷۷
علاء بن الحضرمیؓ: ۴۷
علقمہ: ۳۵۸
علیؓ: ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۹۵، ۱۰۹، ۱۴۳، ۱۴۶،
۳۵۸، ۳۹۰
علی بن اصمع: ۳۷۵، ۳۷۸
علی بن حمزہ الکسائی: ۲۶۷، ۲۷۱
علی بن زید بن کیسہ: ۲۶۷
علی بن عبدالعزیز: ۳۶۳
علی بن عیسیٰ الرمانی: ۲۷۵، ۲۸۹
علی بن مامون: ۱۴۵
علی بن محمد الانطاکی: ۲۸۹
علی محمد بن الضباع: ۲۸۰، ۲۸۳
علی عبدالواحد وافی: ۱۷۹
عمر: ۶۲
عمر فاروقؓ: ۴۷، ۵۱، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷،
۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۵، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۵،
۸۶، ۹۹، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۷۶، ۳۵۸، ۳۸۲
عمران: ۱۵۱، ۱۶۰، ۱۹۶، ۲۱۷، ۲۲۴، ۲۲۵،
۲۲۸، ۲۳۸، ۲۳۹
عمر بن عبدالعزیز: ۱۷۶
عمرو: ۶۲
ابوعمرو امام: ۱۸۰، ۱۹۲، ۱۹۶، ۲۳۰، ۲۳۱،
۲۵۷، ۲۷۷، ۳۸۳
عمرو بن حزم: ۴۶
عمرو بن رافعؓ: ۴۷
عمرو ابن العاصؓ: ۴۷، ۹۸
عمرو بن عبداللہ: ۳۸۰
ابوعمرو بن العلاء: ۲۶۷
عمرۃ بنت قیس العدویہ: ۱۴۰، ۱۴۱
عوف بن ابی جمیلہ: ۳۷۳

Marfat.com

عیاض قاضی: ۳۵۴

عیسیٰ ابن مریم: ۲۱۲، ۲۶۰، ۲۶۲

عیسیٰ بن مینا قالون: ۲۶۶

☆......☆......☆

غ

غازی بن قیس الاندلسی: ۱۹۶، ۲۶۶، ۲۷۱

غانم قدوری الحمد: ۱۱، ۳۵، ۱۵۹، ۱۸۹، ۲۱۴، ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۹۲، ۳۱۳، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۲

غیلان بن سلمہ الثقفی: ۲۲

غلام احمد پرویز: ۴۹

☆......☆......☆

ف

ابن فارس: ۳، ۲۹۵

فخر الدین الرازی: ۳۹۰، ۳۹۲

فخری پاشا: ۱۴۳

ابوالفدء: ۱۱۷

الفراء امام: ۳۸۰، ۳۹۲

فرعون: ۱۹۵، ۲۲۵

فروہ بن عمر الجذامی: ۲

فلفلہ الجعفی: ۱۰۶

فلندر پتری: ۱۳

فیاض خان سواتی:

فیروز الدین شاہ کھگہ:

☆......☆......☆

ق

قارون: ۱۹۶

ابوالقاسم التجیبی: ۱۴۴

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحٰق الزجاجی: ۳۹

ابن القاصح: ۱۲۰

قبیصہ بن عقبہ: ۱۱۷

ابن قتیبہ: ۳، ۱۴۰، ۱۴۲، ۲۳۰، ۲۷۵

ابن قدامہ: ۳۵۲

قرآن: ۴، ۶، ۱۵، ۲۴، ۳۰، ۳۶، ۳۷، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷،

Marfat.com

۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۳، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۸، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۳۰، ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۳

القرطبی علامہ: ۱۱۸، ۳۸۷، ۳۹۰

قریش: ۴، ۵، ۱۳، ۱۴، ۲۱، ۲۳، ۸۵، ۸۶، ۸۸، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۱۳، ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۴۵، ۲۵۸، ۳۶۷، ۳۶۸

قسطلانی (ابوالعباس احمد): ۲۶، ۷۸، ۱۱۹، ۱۸۵، ۲۸۰، ۳۱۱، ۳۱۴، ۳۳۵

القلقشندی ابوالعباس: ۳۰، ۳۱، ۴۰

قیس: ۲۴۵

قیصر: ۶، ۳۵۲

ابن قیم (الجوزیہ): ۷۹، ۱۱۱

☆......☆......☆

ک

الکاشانی ملاحسن فیض: ۶۷

کامل البابا: ۱۸، ۵۷، ۱۳۷، ۱۴۹

کاؤف مان جنرل: ۱۳۴، ۱۳۶

ابن کثیر: ۳، ۲۴، ۶۴، ۹۳، ۱۱۷، ۱۲۳، ۱۳۸، ۲۵۶، ۳۸۳

کثیر بن افلح: ۹۷، ۹۸

کردی (طاہر عبدالقادر): ۲۱، ۹۲، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۸۹، ۲۳۶، ۲۴۶، ۲۸۰، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۳۸، ۳۴۸

الکسائی امام: ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۶۷، ۲۷۲

کسریٰ: ۳۵۲

کعب بن احبار: ۱۱

☆......☆......☆

گ

گولڈزیہر: ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۳۵۷

☆ ... ☆ ... ☆

ل

اللبیب امام: ۳۲۸، ۳۳۱

لبیب السعید: ۵۰، ۵۶، ۸۱، ۱۰۲، ۲۰۹، ۲۵۷، ۲۹۴، ۲۹۶، ۳۱۲، ۳۲۷، ۳۳۹، ۳۵۴، ۳۷۱، ۳۸۹، ۳۹۱

لٹمن ماکس: ۲۰

لقمن: ۱۹۶، ۲۲۴، ۲۳۵

لوطؑ: ۱۹۵، ۲۲۵، ۳۷۴

☆ ... ☆ ... ☆

م

ماجوج: ۱۹۶

المارغنی: ۳۴، ۱۷۴، ۱۹۶، ۲۰۵، ۲۴۴، ۳۱۸، ۳۲۸

ماروت: ۱۹۶

مارک لیتسر سکی: ۱۹

مالک امام: ۱۳۹، ۱۹۶، ۳۲۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۶

ابن مالک: ۳۰

مالک بن دینار: ۳۷۸، ۳۷۹

مالک بن عامر: ۹۷، ۹۸

مبرد امام: ۲۴۶

المتولی محمد بن احمد: ۲۸۳، ۳۸۰

مجاہد: ۳۵۸

ابن مجاہد: ۱۱۹، ۱۷۷، ۲۶۸، ۲۷۴، ۲۸۸

محرر بن ثابت: ۱۴۰

ابو محفوظ الکریم: ۱۴۲، ۱۴۶

ابو محفوظ معصومی: ۱۴۰

محمد (ﷺ): ۱۳۹، ۱۶۴

امّ محمد:

محمد بن احمد المعروف بابن شنبوذ: ۱۸۵، ۱۸۶

محمد بخیت: ۲۹۶

محمد جبیر الاندلسی: ۱۴۴

محمد الحبش: ۱۷۶

محمد بن حبیب اللہ الشنقیطی: ۲۸۳، ۳۴۵

محمد حسنین مخلوف العدوی: ۱۷۰

محمد بن خلف الحسینی الحداد: ۳۰۴

محمد بن خلیل القشیری الاربلی: ۲۸۹

محمد رشید رضا: ۳۴۱، ۳۴۲

محمد رمضان البوطی: ۱۲۳

محمد زاہد الکوثری: ۲۸۲

محمد ابوزید: ۳۴۳، ۳۴۴

Marfat.com

محمد سلیم پروفیسر: ۵۸، ۱۳۲، ۱۴۸
محمد ابن سیرین: ۹۸
محمد شفیع مفتی: ۳۲۳، ۳۴۹، ۳۵۲
محمد صادق مامایوسوپوف: ۱۳۷
محمد طیب مولانا: ۳۵۳
ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ: ۳۹
محمد بن علی الحداد: ۳۲۸، ۳۳۱
محمد علی الصباغ: ۲۴۶، ۲۸۰
محمد بن عمر بن سالم: ۳۷۵
محمد متولی: ۲۸۴
محمد محمد عبداللطیف ابن الخطیب: ۳۰۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۴۴، ۳۵۹، ۳۶۲
محمد بن محمود السمر قندی: ۲۸۸
محمد بن محمود بن محمد الشیر ازی: ۲۷۹
محمد غنی معدنی: ۳۴۵
محمد بن المنکدر: ۱۷۶
محمد نجیب المطیعی: ۲۸۱
محمد بن یوسف: ۴۴
محمد بن یوسف بن معاذ الجہنی: ۲۷۵
محمود حجازی: ۱۵
محمود خلیل الحضری: ۲۸۱
محمود خواجہ: ۱۳۴
محمود النواوی: ۲۸۲
ابن محیصن: ۳۸۴
ابن مسعودؓ: ۳۵۸، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۹۰
مرامر: ۱۰
مرتضیٰ الزبیدی: ۲۷
ابن مردویہ: ۳۸۷، ۳۸۸
ابن مرزوق: ۱۴۴
مرغینانی: ۳۵۱
مروان بن حکم: ۹۹
مُرۃ: ۱۱
مریم (بنت عمران): ۱۹۵، ۲۱۲، ۲۲۴، ۲۲۸
مسیح: ۱۳
مسیلمہ کذاب: ۶۴
مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ: ۱۱۱
مطیع اللہ حافظ:
ابو معاویہ: ۳۸۰، ۳۸۱
معاویہ بن ابی سفیانؓ: ۴۷، ۱۴۳، ۲۹۹، ۳۰۰
معتصم باللہ خلیفہ: ۱۴۵
معد بن عدی: ۲۴
معلیٰ بن عیسیٰ الوراق: ۲۶۶

Marfat.com

مغیرہ بن شعبہؓ: ۴۷

مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی: ۱۲۶

مقداد بن الاسود: ۸۹

ابن مقسم العطار: ۲۷۴

ابن مقلہ: ۱۴۵

مقوقس: ۳۵۲

مکی بن ابی طالب: ۲۷۵،۱۸۴،۷۶

ملا حسن فیض الکاشانی: ۷۰،۶۹،۶۷

ملا صادق الایمانقولی: ۳۴۱

ملا علی قاری: ۳۳۵،۲۸۹

ملک الظاہر بیبرس: ۱۴۶

مناع القطان: ۳۴۰،۲۹۲

منذر بن عمرو: ۲۴

ابو المنذر نصیر بن یوسف النحوی: ۲۷۲

ابن منظور: ۵۲،۲۷

موسیٰ: ۲۶۲،۲۶۱،۲۶۰،۲۱۹،۱۶۳

ابو موسیٰ: ۱۱۰،۸۹،۸۶

ابو موسیٰ الاشعری: ۳۵۸

موسیٰ جار اللہ: ۲۸۰

میکلیل: ۱۹۶

☆.....☆.....☆

ن

ناجیہ بن رمح: ۳۷۵

ناصر الدین ارکانی: ۲۸۳،۳۷،۳۳

نافع (بن عبد الرحمٰن) امام: ۲۵۶،۱۳۰، ۳۷۳،۲۷۱،۲۶۶،۲۶۵

ابن ندیم: ۱۰، ۱۵،۲۲، ۵۸، ۶۵، ۸۷، ۲۷۱،۲۷۰،۲۱۷،۱۸۵

نصر بن عاصم الجحدری: ۳۸۴،۳۷۹،۳۷۸

نظام الدین الشاشی: ۳۰۱

نظام الدین نیشاپوری: ۳۳۶،۳۰۶

نوحؑ: ۳۷۴،۱۹۵،۱۲،۸

نولڈکے: ۳۵۷

نیابوت بن نیابت بن اسماعیل بن ابراہیم: ۱۷

النیشابوری ابو الفتح: ۳۰۱

☆.....☆.....☆

و

ورقہ بن نوفل: ۲۲

ابو الوفاء محمود:

ابو الولید باجی: ۳۰۱

ابن وہب: ۱۳۹

☆.....☆.....☆

Marfat.com

ھ

ہارون: ۱۹۵،۳۸۳

ہامان: ۱۹۵

ہذیل (قبیلہ): ۲۵۸

ابوہریرۃؓ: ۱۰۹

ابن ہشام: ۵

ابوہشام: ۲۵۹،۳۲۴

ہشام بن عروۃ: ۸۲،۳۷۹،۳۸۰

ہشام بن عمارۃ: ۲۶۸

ہنزہ بن ربیع: ۴۷

ہودؑ: ۲۲،۱۵۵،۱۹۵،۲۲۴،۲۲۶،۲۳۴،

۲۳۶،۲۹۶

☆......☆......☆

ی

یحیٰ: ۲۲۱

یحیٰ بن حارث: ۲۶۸،۲۷۱

یحیٰ بن زیاد الفراء: ۲۶۷،۲۷۲

یحیٰ بن مبارک الیزیدی: ۲۶۷،۲۸۹

یحیٰ بن یعمر: ۳۶۳،۳۶۴

یٰس: ۱۵۷،۲۳۴

یعقوب امام: ۱۹۲،۲۱۰

الیعقوبی: ۱۲۵،۱۲۹

ابن الیمان: ۴۷

یوسف البلوی: ۳

یوسف المدنی: ۲۸۴

یونس: ۱۵۴،۱۶۲،۱۶۳،۲۲۵،۳۷۴،۳۸۳

☆......☆......☆

Marfat.com

﴾.....اماکن.....﴿

آذربائیجان: ۸۸

آرمینیہ: ۸۸،۹۱

اذرح: ۶

اردن: ۱۸،۱۹

ازبکستان: ۱۴۶

استنبول: ۱۳۲

اسکندریہ: ۲۶۵

افریقہ: ۳۲۰

ام الجمال: ۱۸،۱۹،۲۰

انبار: ۲۱

اندلس: ۱۴۳،۱۴۵

انڈیا: ۱۴۷

اوفا: ۱۳۷،۱۴۶

ایشیا: ۱۳۷،۳۲۰

ایلہ: ۶

بتراء: ۱۸،۱۹،۲۰

بحرین: ۱۲۳،۱۲۴،۱۲۸

بدر: ۷۳

برصغیر: ۳۲۰،

بصرہ: ۸۶،۸۹،۱۱۸،۱۱۹،۱۲۰،۱۲۱،۱۲۲،
۱۲۳،۱۲۴،۱۲۶،۱۲۷،۱۲۸،۱۲۹،۱۴۶،
۱۶۰،۱۶۱،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۴،۱۶۵،۱۶۶،
۲۶۹،۲۷۱،۲۷۲،۳۷۸،۳۷۹

بلقاء: ۶

بولان: ۱۲

پاکستان: ۱۳۷،۱۷۴،۳۲۲

پیٹرزبرگ: ۱۳۳،۱۳۶،۳۴۲

تاشقند: ۱۳۲،۱۳۳،۱۳۴،۱۳۶،۱۳۷،۱۴۶

تابعہ: ۱۴،۱۵

تیمرسورغ: ۲۸۱

ترکستان: ۱۳۲،۱۳۴،۱۳۵

ترکی: ۱۳۲،۱۳۵

تلمستان: ۱۴۵

توپ کاپی: ۱۳۲

تیماء: ۶

جبل الدروز: ۱۸،۱۹

جرباء: ۶

الجزیرہ: ۱۲۵

حجاز: ۱۴،۲۰،۲۱،۲۲،۲۴،۱۶۶،۲۴۵،۲۷۰

حرّان: ۱۸، ۱۹
حیرہ: ۶، ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۱، ۲۲
دارالآثار: ۱۳۲
دمشق: ۸۹، ۱۴۴، ۲۶۸، ۲۷۶
دوحہ: ۱۳۷
دومۃ الجندل: ۱۳، ۲۱
دہلی: ۱۴۷، ۲۷۸
دیوبند: ۳۵۲، ۳۵۳
روس: ۱۳۶، ۳۴۱، ۳۴۲
روم: ۱۳۴، ۱۳۵، ۲۱۵، ۲۲۸، ۲۳۷، ۲۳۹
زبد: ۱۹
سامرہ: ۹۳
سمرقند: ۱۳۳، ۱۳۶
سیرابیت الخادم: ۱۷
سیریا: ۳۵۹
سیناء: ۱۳، ۱۷
شام: ۶، ۲۰، ۲۲، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۲
طائف: ۲۲
طبریہ: ۱۴۴
طرطوس: ۱۴۰، ۱۴۲
عراق: ۸۶، ۸۸، ۹۱، ۹۲، ۱۱۹، ۱۳۰، ۱۶۶، ۲۷۰، ۲۸۰، ۲۸۵، ۳۷۸
عرب: ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۳۵، ۵۷، ۵۸، ۶۳، ۶۴، ۱۲۷، ۱۴۸، ۱۷۴، ۱۸۰، ۲۲۵، ۲۵۸، ۲۹۲، ۳۲۱، ۳۶۳، ۳۶۵، ۳۶۷، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۸۱
فارس: ۳، ۲۹۵
قاہرہ: ۱۳۲، ۱۴۷، ۲۴۳، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۲۶، ۳۳۹
القبۃ العباسیۃ: ۱۴۳
قپچاق: ۱۴۶
قرطبہ: ۱۱۸، ۱۴۵
قسطنطنیہ: ۱۳۲، ۱۴۳
کانپور: ۳۵۲
کراچی: ۱۳۷
کندہ: ۲۱
کوفہ: ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۴۵، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵،

Marfat.com

۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۳۷۶

کیسہ: ۲۶۷

لندن: ۱۴۷

لیبیا: ۱۷۴

ماسکہ: ۲۸

متخامہ: ۲۰

مدین: ۱۲،۸

مدینہ: ۵، ۲۳، ۲۴، ۸۵، ۸۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۹۶، ۲۰۶، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۱

مراکش: ۱۴۳، ۱۴۵

مشہد حسینی: ۱۳۲، ۱۳۷

مصر: ۶۲، ۱۲۵، ۱۳۱، ۱۳۶، ۲۷۷، ۲۸۱، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۸۸، ۳۰۷، ۳۱۸، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۴

معمدان: ۱۹

مکہ: ۴، ۵، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۵۸، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۲۶۸

موحدین: ۱۴۵

نجف: ۲۸۰

ہند: ۳۲۰، ۳۴۵

ہندوستان: ۱۴۷

یثرب: ۲۰

یمامہ: ۶۴، ۶۵، ۷۰، ۷۱

یمن: ۶، ۱۵، ۲۱، ۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۸

Marfat.com

نزولِ قرآن کے وقت رائج عربی خط اور رسم قرآنی میں اتفاق و اختلاف، عہد نبویؐ، عہد صدیقی اور عہدِ عثمانی میں رسم قرآنی کی تعریف حضرت عثمان ؓ کے عہد میں مصاحف کی کتابت اور صحابہ کرامؓ کی موافقت، رسمِ عثمانی توقیفی ہے یا غیر توقیفی، رسمِ عثمانی کا تشریعی مقام یعنی شرعاً مصاحف کی کتابت میں رسمِ عثمانی کا التزام ضروری ہے یا نہیں؟، رسمِ عثمانی کے قواعدِ ستہ کے رموز و فوائد، علم الرسم کی تاریخ، قدیم و جدید معترضین کا رسمِ عثمانی پر شبہات و اشکالات کا مدلل ابطال، جیسے موضوعات پر تحقیق اور تصنیف و تالیف کی ضرورت تھی تا کہ اردو خواں طبقہ بھی ان اہم مباحث سے آشنا ہو سکے۔

یہ بات باعث مسرت و اطمینان ہے کہ حافظ محمد سمیع اللہ فراز، جو علوم اسلامیہ کے فاضل اور علمی و تحقیقی ذوق کے حامل ہیں، نے اپنے ایم فل کے تحقیقی مقالے کا موضوع علم الرسم کی انہی مباحث کو بنایا اور انتہائی محنت و جانفشانی سے بنیادی مصادر و مآخذ سے متعلقہ مباحث کو جمع کرتے ہوئے بڑی دقتِ نظر سے اس علم کے اہم مسائل کی تنقیح و توضیح کا فریضہ سرانجام دیا۔ مقالے کی ترتیب و تدوین محقق موصوف کی علمی متانت اور تحقیقی ذوق کی آئینہ دار ہے۔

297.141 ف 373 ر
71363-U-67

P.U. PRESS
PUNJAB UNIVERSITY PRESS

Marfat.com

رسمِ عثمانی اور اسکی شرعی حیثیت

حافظ سمیع اللہ فراز

شیخ زاید اسلامک سنٹر
پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

Marfat.com